سچی توبہ کرنے والے

اردو ترجمہ

کتاب التوابین

تالیف

الامام موفق الدین ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد

ابن قدامۃ المقدسی

المتوفی ۶۲۰ھ

مترجم

مفتی ثناء اللہ محمود

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 021-2631861

اردو ترجمہ

کتاب التوابین

اردو ترجمہ

کتاب التوابین

تألیف

الامام موفق الدین ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد

ابن قدامۃ المقدسی

المتوفی ۶۲۰ھ

مترجم

مفتی ثناء اللہ محمود

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : ۱۹۹۹ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : صفحات ۲۷۲

﴿...... ملنے کے پتے ......﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انار کلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت العلوم 26- نابھ روڈ لاہور

کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

فہرست عنوانات

علامہ ابن قدامہ کے مختصر حالات زندگی

یہ امام مجتہد شیخ الاسلام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدم بن نصر المقدسی الجماعیلی دمشقی صالحی حنبلی ہیں۔

۵۴۱ھ میں بستی "جماعیل" جو فلسطین میں اعمال نابلس میں ہے، میں پیدا ہوئے وہاں سے ان کی بستی اور بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ کے بعد ۵۵۱ھ میں اپنے گھر والوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ ہجرت کر کے دمشق آگئے اس وقت ان کی عمر دس برس تھی۔ بچپن ہی میں قرآن حفظ کر کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

بغداد میں پہلی مرتبہ سن ۵۶۱ھ میں تشریف لائے انکے ساتھ ان کے ماموں زاد حافظ عبدالغنی بھی تھے یہاں چار سال رہے اور دونوں نے حدیث فقہ اور مناظرے کی تعلیم حاصل کی جب یہ بغداد آئے تو انہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زندگی کے آخری پچاس دن بھی دیکھنا نصیب ہوئے ان پچاس دنوں میں یہ دونوں ان کے مدرسہ میں رہے اور علم حاصل کیا اور مختصر "الخرقی" پڑھنا شروع کی جب شیخ جیلانی کی وفات ہوئی تو یہ دونوں علامہ ابن جوزی اور پھر ابن المنی کے پاس رباط النعال منتقل ہو گئے۔

علامہ ابن قدامہ نے شیخ عبدالقادر "ھبۃ اللہ بن حسن دقاق" شیخ ابو الفتح بن البطی، شیخ ابوزرعہ بن طاھر، شیخ احمد بن مقرب، شیخ علی بن تاج القراء، خدیجہ نہروانیہ، نفیسہ البزازہ، شھدہ الکاتبہ اور شیخ ابو شجاع محمد بن حسین مادرانی وغیرہ سے علم حدیث کی سماعت کی ہے۔

اور فقہ کی تعلیم ابو الفتح بن المنی سے حاصل اور ابو عمرو کی قراءت بھی ان سے پڑھی اور ابو الحسن بطالحی سے نافع کی قراءت پڑھی، پھر یہ بغداد سے دمشق لوٹ آئے اور موصل سے ہوتے ہوئے آئے جہاں خطیب ابو الفضل طوسی سے علم کی خوشہ چینی کی اور پھر دمشق میں ابو المکارم بن ھلال، اور ابو تمیم سلمان بن علی رجبی اور ابو المعالی بن جابر سے بھی علم حاصل کیا۔

سن ۵۶۷ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لے گئے ان کے ساتھ شیخ عماد تھے، یہ وہاں ایک سال مقیم رہے پھر ان کے پاس ان کے بھائی عبداللہ اور عبدالملک بن عثمان بھی آگئے پھر جلد ہی چند مجبوریوں کی وجہ سے ان دونوں سمیت واپس دمشق آگئے۔

سنؐ ۵۷۳ھ میں حج کیا ان کے ساتھ عمرو بن عبداللہ اور علامہ ضیاء مقدسی کے والد بھی تھے۔ یہاں مکہ میں شیخ مبارک بن طباخ سے سماعت حدیث کی پھر یہ دوبارہ بغداد آکر شیخ عبدالمنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے دمشق چلے گئے جہاں تعلیم اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا۔

علامہ ابن قدامہ سے حدیث روایت کرنے والوں کی لمبی فہرست ہے ان میں نمایاں نام بہاء عبدالرحمٰن، جمال ابو موسی ابن حافظ۔ ابن نقطہ، ابن خلیل الضیاء، ابو شامد، ابن نجار، ابن عبدالدائم، جمال ابن الصیرفی، العزابراہیم بن عبداللہ، الشمس ابن الکمال۔ یوسف الغسولی، زینب بنت واسطی وغیرہ کے ہیں۔

ابن قدامہ صلیبی جنگوں میں بھی شریک رہے۔ بہاء عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ یہ بڑے بہادر تھے دشمن پر بڑھ کر حملہ کیا کرتے تھے بیت المقدس کی لڑائی میں ان کی کلائی زخمی ہو گئی تھی۔ جس وقت تیر اندازی ہوتی یہ تاک تاک کر دشمن کے تیر اندازوں کو نشانہ بناتے۔

ان کا ایک دل چسپ واقعہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ علامہ کی عادت تھی کہ یہ اپنی پگڑی میں چند اوراق لپیٹ کر رکھتے جس پر یہ لوگوں کو فتاوی یا اجازت دیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کا عمامہ گر گیا اٹھانے والے سے انہوں نے کہا کہ پگڑی میں "ورقہ ملفوفہ" (لپٹا ہوا کاغذ) ہے وہ دے دے اور پگڑی بھی دے تاکہ سر ڈھانپ لوں تو وہ دشمن یہ سمجھا کہ ورقہ سے مراد چاندی ہے اس نے وہ کاغذ رکھ لئے اور پگڑی واپس کر دی اس طرح شیخ نے اپنی پگڑی واپس لے لی۔

علامہ ابن قدامہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد مریم بنت ابی بکر بن عبداللہ بن سعد سے ہوئی اور ان سے جو اولاد زندہ رہی وہ ابوالفضل محمد، ابوالمجد عیسی، ابوالعزیمی، صفیہ فاطمہ تھے۔ لڑکوں کا انتقال علامہ کی زندگی میں ہوا صرف عیسی زندہ رہے اور ان کے دو بیٹے تھے وہ بھی انتقال کر گئے اس طرح نسل منقطع ہو گئی پھر علامہ نے یکے بعد دیگرے

دو باندیوں اور عزیہ بنت اسماعیل سے نکاح کیا جن میں سے صرف ایک باندی زندہ رہی باقی سب علامہ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔

علامہ ضیاء مقدسی کہتے ہیں کہ علامہ ابن قدامہ قرآن اور تفسیر میں امام تھے علم حدیث اور اس کی مشکلات کے فقہ کے بھی امام بلکہ اپنے زمانے کے یکتا شخص تھے اسی طرح علم خلاف، فرائض اصول فقہ نحو، حساب نجوم وغیرہ میں امام سمجھے جاتے تھے۔

ان کے استاد شیخ عبدالمنی کہتے تھے کہ جب یہ نوجوان بغداد سے گیا بغداد اس کا محتاج ہو گیا شیخ ابو بکر محمد بن معالی کہتے تھے کہ میں نے اپنے زمانے میں مرتبۂ اجتھاد تک صرف ابن قدامہ کو ہی پہنچتے دیکھا۔

علامہ کی وفات سن ۶۲۰ھ میں ہفتہ کے دن جو عید کا دن بھی تھا دمشق میں ہوئی۔ دوسرے دن جنازہ پڑھا گیا جنازے میں اتنا عظیم اجتماع پہلے نہیں دیکھا گیا تھا، سفح قاسیون، میں مدفون ہوئے۔

علامہ کی کئی تصانیف ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں

(۱) البرھان فی مسألۃ القرآن (۲) جواب مسألۃ وردت فی صرخد
(۳) الاعتقاد (۴) مسألۃ العلو
(۵) ذم التاویل (۶) کتاب القدر
(۷) ذم ما علیہ مدعو التصوف
(۸) منھاج القاصدین فی فضائل الخلفاء الراشدین
(۹) رسالۃ الی الشیخ فخر الدین ابن تیمیۃ فی عدم تخلید اھل البدع فی النار
(۱۰) مسئلۃ فی تحریم النظر فی کتب اھل الکلام
(۱۱) مختصر العلل۔ (۱۲) مشیخۃ شیوخہ
(۱۳) المغنی (۱۴) الکافی
(۱۵) المقنع (۱۶) مختصر الھدایۃ
(۱۷) العمدہ (۱۸) مناسک الحج

(۱۹) ذم الوسواس
(۲۰) الروضۃ
(۲۱) کتاب التوابین
(۲۲) کتاب المتحابین فی اللہ
(۲۳) القنعۃ
(۲۴) نسب قریش
(۲۵) نسب الانصار
(۲۶) فضل العشر
(۲۷) فضل عاشوراء
(۲۸) کتاب الرقۃ والبکاء۔

علامہ کے حالات زندگی مندرجہ ذیل کتب سے اخذ کئے گئے۔

الاعلام (ص ۶۷۔ ۴) فوات الوفیات (ص ۱۵۸۔ ۲) شذرات الذھب (ص ۸۸۔ ۵) البدایۃ والنہایۃ (ص ۹۹۔ ۳) ذیل الروضتین (ص ۱۳۹) سیر اعلام النبلاء (ص ۱۶۵۔ ۲۲) تاریخ اسلام الطبقۃ الثانیہ والستون (ص ۴۳۴ و ص ۴۴۸)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ کتاب

شیخ امام العالم، صدر الکبیر، شیخ الاسلام، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسیؒ کہتے ہیں کہ۔

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو کریم ووھاب، رحیم وتواب ہے گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور سخت حساب لینے والا ہے۔ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے، رجوع کرنے اور بخشش طلب کرنے والوں کو معاف کرتا ہے، لغزشوں کو معاف کرتا ہے، ور عذر پیش کرنے کی معذرت قبول کرتا ہے۔ اس کیلئے بہت ساری ایسی مبارک اور پاک حمد ہے جیسی کہ اسکی عزت اور جلال کے لائق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے اپنے نبی، اور صفی خاتم الانبیاء، سید الاصفیاء محمد (ﷺ) پر، اور ان کی آل اور اصحاب پر اور بہت سا سلام بھیجے۔

اس کتاب میں میں نے سچی توبہ کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے، تاکہ ان کے حالات اور احوال جاننے پر شوق اور رغبت ہو اور ان کی اقتداء کی جائے۔

اس میں نے فرشتوں کے تذکرے سے ابتداء کی ہے پھر انبیاء کے، پھر بادشاہوں کے، پھر امتوں کے، پھر ان کے مختلف لوگوں کے، اور پھر ہمارے نبی علیہ الصلاۃ السلام کے اصحاب کے، اس امت کے بادشاہوں اور پھر دوسرے تمام لوگوں میں سے بعض کے تذکرے پیش کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری توبہ قبول فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے ہماری زبان کو سلامتی عطا کرے اور ہمارے دلوں کی گرھوں کو کھول دے۔ آمین۔

عرض مترجم

الحمد اللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی نبیہ المصطفی (ﷺ)

الحمد اللہ علامہ ابن قدامہ کی تالیف "کتاب التوابین" کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ علامہ مؤلف نے اس کتاب میں سچی توبہ کرنے والوں کے قصے، درج فرمائے ہیں اور اس میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے اور ہر روایت میں سند درج کرنے کا اہتمام بھی فرمایا ہے۔ اس میں انبیائے کرام کے بعض قصوں کی سند میں کلام ہے محدثین حضرات نے انھیں موضوع لکھا ہے بعض نے ضعیف لکھا ہے البتہ بقیہ روایات مناسب سند کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کی غرض تو علامہؒ نے اپنے مقدمہ میں تحریر فرمادی ہے کہ تاکہ ایسے لوگوں کے واقعات احوال جاننے کا شوق اور رغبت پیدا ہو اور ان کے عمل کی اقتداء کی جائے۔

اس کتاب کا اسلوب اور انداز بیان ایسا ہے کہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آنکھوں کے سامنے یہ منظر چل رہا ہو اور رقت طاری ہو جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سچی توبہ کا شوق ضرور پیدا ہوگا۔ اور اس کو پڑھ کر توبہ اگر ایک قاری بھی کرلے تو اس ناچیز کی محنت انشاء اللہ وصول ہو جائے گی۔

تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ ذکر بے جانہ ہوگا کہ اس ناکارہ کا پہلا ترجمہ "ذورِ تابعین کی نامور خواتین" کے نام سے دارالاشاعت ہی سے شائع ہو چکا ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد اس ناکارہ کی بعض عزیز خواتین نے علم دین حاصل کرنے اور شرعی حجاب اختیار کرنے کا عزم کرلیا ہے۔ جس کی اس ناکارہ کو اتنی خوشی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ میری ان کے سبب سے ہی بخشش فرمادیں۔ اس کتاب میں ہم نے مؤلفؒ کی ذکر کردہ اسناد کو نہیں لکھا البتہ اہم راویوں کے نام لکھے ہیں۔ اور اس میں انہی چند باتوں کو مد نظر رکھا ہے جن کا تذکرہ "ترجمہ "حماقت اور اس کے شکار" کے عرض مترجم میں کیا جاچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے نافع اور مقبول بنائے اور ہم سب کو سچی توبہ کرنے اور "رجوع الی اللہ" کی توفیق عطا فرمائے آخر میں درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں حضرت مؤلف۔ ان کے شیوخ، مترجم، اس کے اساتذہ اور والدین اور اعزہ کو یاد رکھیں

وما توفیقی الا باللہ۔ ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴۲۰/۱/۱۶ھ۔

فرشتوں میں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر

(۱)

فرشتے ھاروت اور ماروت کی توبہ

نافع نے "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ"
انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا کہ "اے ہمارے رب! کیا تو اس زمین میں فساد کرنے والے اور خون بہانے والے کو بنا رہا ہے حالانکہ ہم تیری حمد و تقدیس بیان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" (سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۰) تو فرشتوں نے کہا کہ ہم تیرے نبی آدم سے زیادہ اطاعت کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم دو فرشتے لاؤ جنہیں ہم دنیا میں اتاریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں تو فرشتوں نے کہا کہ ھاروت ماروت کو بھیج دیں۔ تو ان دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا اور اس کے بعد [1] زھرہ ستارے کو ایک بے انتہا خوبصورت عورت کی شکل میں ان کے پاس بھیجا گیا، وہ ان کے پاس آئی تو ان دونوں نے اس سے اس کا نفس مانگا تو اس عورت نے کہا، کہ نہیں خدا کی قسم جب تک تم شرکیہ کلمہ نہ کہو گے (میں راضی نہ ہوں گی) تو ان دونوں نے کہا ہم شرک تو ہرگز نہیں کریں گے۔ پھر وہ عورت وہاں سے چلی گئی اور پھر ایک بچے کو گود میں اٹھائے لائی انہوں نے پھر اس سے نفس مانگا (بدکاری کی خواہش کی) تو اس نے کہا کہ تم اس بچے کو قتل کر دو تو میں راضی ہوں۔ انہوں نے کہا ہم اسے ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔ پھر وہ گئی اور پھر شراب لے کر آئی اور انہوں نے پھر اس سے نفس مانگا تو اس نے کہا کہ یہ شراب پیو! تو انہوں نے شراب پی لی، اور نشہ میں مبتلا ہو کر اس عورت سے بدکاری کی اور بچے کو قتل بھی کر دیا، جب یہ ہوش میں آئے تو اس نے کہا کہ تم جن باتوں کا منع کر رہے تھے انہی کاموں کو تم نے نشے میں آکر انجام دے دیا۔ تو ان

---

[1] زہرہ معروف ستارا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ تیسرے آسمان میں موجود ہے، القاموس المحیط (صف ۴۴۴۔۲)

دونوں کو اللہ کی طرف سے دنیا اور آخرت کے عذابوں میں کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کے عذاب کو چن لیا۔ [1]

مکحول نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ

"جب ان دونوں کو ہوش آیا تو ان کے پاس جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے یہ دونوں رو رہے تھے تو وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے اور فرمایا کہ یہ کیسی مصیبت ہے جس کی شدت اور بدبختی نے تمہیں تباہ کر دیا، اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو دو باتوں کا اختیار دیا کہ یا تو دنیا کے عذاب کو قبول کر لو اور آخرت میں اللہ کی مرضی پر چھوڑ دو وہ اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے یا پھر تمہیں معاف کر دے، یا پھر چاہو تو آخرت کا عذاب لے لو۔ اور یہ بھی جان لو کہ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت ہمیشہ رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ترس کھانے والا مہربان ہے"۔

تو ان دونوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا اور یہ کہ آخرت میں اللہ کی مرضی پر منحصر ہوگا۔

حضرت معاذ کہتے ہیں کہ وہ دونوں بابل فارس میں زمین کے نیچے ایک غار میں دو پہاڑوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں انہیں صبح و شام عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے یہ کچھ دیکھتے ہیں تو بیت معمور میں اپنے پروں کو مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

اے اللہ اولاد آدم کی مغفرت فرما، حیرت ہے کہ وہ باوجود شہوات ولذات کے اللہ تعالیٰ کی کیسے اطاعت کرتے ہیں۔

علامہ [2] کلبیؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد فرشتے اولاد آدم کیلئے استغفار کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے "اور ملائکہ اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اہل زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں" (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ

---

[1] مسند احمد (ص ۱۳۴-۲) صحیح ابن حبان حدیث نمبر (۱۷۱۷ ص ۴۲۵) [2] یہ محمد بن سائب بن بشر بن عمرو، ابو النضر ہیں ماہر نسب، رلوی حدیث لور تفسیر لور واقعات کے عالم اسی طرح عرب کی تاریخ کے ماہر تھے۔ ان کی ولادت اور وفات دونوں ہی کوفہ میں ہوئیں۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ ان سے ثقات نے روایت کی ہے اور ان کی تفسیر سے راضی ہیں البتہ احادیث میں کچھ منکرات ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب "الاصنام" بھی لکھی ہے۔ الاعلام (ص ۱۳۳-۶)

تین بڑے فرشتے منتخب کرو (دنیا میں بھیجنے کیلئے) تو انہوں نے عزرا، عزرائیل، اور عزویا کا انتخاب کیا اور انہیں جب زمین پر اتارا گیا تو یہ انسانوں کی سی طبیعت پر اتارے گئے جب "عزرا" نے دنیا دیکھی تو وہ فتنہ پہچان گیا اور سمجھ گیا کہ اسے اس سے بچنے کی طاقت حاصل نہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار اور واپس جانے کی درخواست کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ مروی ہے کہ اس کے بعد حیا کی وجہ سے اپنا سر نہیں اٹھا سکتا۔

ربیع[1] بن انس کہتے ہیں کہ جب ھاروت اور ماروت کا نشہ اتر گیا اور انہیں خود سرزد ہونے والی غلطی کا احساس ہوا تو وہ نادم ہوئے اور انہوں نے آسمان پر چڑھنا چاہا تو چڑھ نہ سکے اور ان کو اجازت بھی نہیں ملی تو وہ بہت زیادہ روئے اور خوف کے مارے گلا پھنس گیا تو وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ "آپ ہمارے لئے رب سے دعا فرمائیں ہم نے سنا ہے کہ آسمان میں آپ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ تو حضرت ادریس علیہ السلام نے ان کیلئے دعا فرمائی اور وہ قبول ہو گئی اور ان دونوں کو دنیا و آخرت کے عذابوں میں اختیار دے دیا گیا۔"

مروی ہے کہ جب ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کو کہا "کہ کیا تو زمین میں فساد کرنے والے اور خون بہانے والے کو پیدا کر رہا ہے" تو اس کے بعد فرشتوں نے اپنے اعتراض کے اعتذار کیلئے چار ہزار سال طواف کیا۔

---

[1] یہ ربیع بن انس البکری ہیں اور انہیں حنفی، بصری، ثم خراسانی کہا جاتا ہے۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں لکھا ہے اور فرمایا کہ لوگ ان کی ان حدیثوں سے بچتے ہیں جو ان سے ابو جعفر نے روایت کی ہو اس لئے کہ اس کی روایت میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ علامہ ذھبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال سن ۱۳۹ھ یا سن ۱۴۰ھ میں ہوا۔ تھذیب التھذیب (ج ۳۔ ص ۲۳۸)

توبہ کرنے والے انبیاء کا ذکر

(۲)

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ

''ہمیں ابوالفضل مسعود بن عبید اللہ بن النادر نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابو بکر محمد بن الحسین نے بتایا کہ ہمیں ابو بکر محمد بن علی الخیاط نے خبر دی کہ ہمیں ابو عبید اللہ بن دوست نے بتایا کہ ہمیں الحسین بن صفوان نے بتایا کہ ہمیں ابن ابی الدنیا نے یہ بات بتائی کہ محمد بن معاذ عنبری نے ہمیں ابن السماک کے حوالے سے بتایا کہ انہیں عمر بن ذر نے مجاہد کے حوالے سے بتایا کہ''

''حضرت آدم علیہ السلام نے جب اس ممنوعہ درخت کا پھل کھایا تو ان پر سے جنت کا لباس اور زینت وغیرہ گر گئیں اور ان کی زینت میں سے صرف تاج اور ہیروں کا پٹکا باقی رہ گئے اور وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے جسم چھپانے لگتے تو وہ بھی گر جاتے تو وہ حضرت حوا کے پاس روتے ہوئے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پڑوس سے چلنے کی تیاری کرو ہماری یہ حالت نافرمانی کی پہلی نحوست ہے۔ حضرت حوا کہنے لگیں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے۔ یہ اس لئے کہا کہ ابلیس نے انہیں درخت کے بارے میں قسم کھا کر کہا تھا (کہ اس کی وجہ سے تم ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام، رب العالمین سے حیا کی وجہ سے راہ فرار اختیار کر رہے تھے تو ایک درخت نے اپنی شاخوں کے ذریعے انہیں پکڑ لیا تو حضرت آدم یہ سمجھے کہ شاید انہیں جلد ہی سزا نے آن لیا ہے تو انہوں نے نے اپنا سر جھکا کر فرمایا'' معافی، معافی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔ کہنے لگے نہیں میرے آقا آپ سے شرم کی وجہ سے ایسا سوچا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم اور حوا کو میرے پڑوس سے دور لے جاؤ اور ان دونوں نے میری نافرمانی کی ہے! تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر ان کے سر سے تاج اتارا اور حضرت میکائیل نے ان کی پیشانی سے جواھر کا پٹکا اتارا۔

جب انہیں ملکوت قدس سے بھوک اور تھکاوٹ کے علاقے میں اتار دیا گیا تو

حضرت آدم اپنی غلطی پر سو سال تک روتے رہے وہ اپنے سر کو گھٹنے پر رکھ دیتے حتی کہ انکے آنسوؤں سے زمین میں گھاس پھونس اور درخت اگ آئے اور انکے آنسو پتھروں کے گڑھوں اور زمین پر گرنے لگے۔ (یعنی مسلسل آنسو ٹپکنے سے پتھروں میں سوراخ ہو گئے)

ابو الفتح محمد بن عبد الباقی کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الفضل احمد بن حسن بن خیرون نے بتلایا کہ "ہمیں ابو علی عیسی بن محمد الطوماری نے محمد بن احمد بن البراء کے حوالے سے بتلایا کہ انہیں نے عبد المنعم نے اپنے والد ادریس سے" اور انہوں نے وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے سات دن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے گذارے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ساتویں دن مخاطب کیا، وہ رنجیدہ اور کبیدہ خاطر سر جھکائے تشریف فرما تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے آدم! یہ کیسی مشقت ہے جو آج میں دیکھ رہا ہوں اور یہ مصیبت کیسی ہے جس کی شرح اور بد بختی نے تمہیں دور کر دیا ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا۔

الٰہی! میری مصیبت عظیم ہو گئی اور میری خطا مجھ پر محیط ہو گئی اور مجھے میری رب کی مقدس جگہ سے نکال دیا اور میں عزت کے بعد ذلت کی جگہ میں ہو گیا۔ خوش بختی کے بعد بد بختی میں آگیا، اور راحت اور سکون کے بعد مشقت اور تھکن والی جگہ میں آگیا۔ عافیت کے بعد مصیبت کے گھر میں آگیا، قرار اور اطمینان کے بعد زوال ہو گیا۔ اور ہمیشہ اور بقاء کی جگہ سے درار الفناء میں آگیا، اور امن کے بعد دھوکے کی جگہ میں آگیا ہوں۔ میری اللہ! میں اپنی غلطی پر کیوں نہ روؤں۔ اور میں غم کیوں نہ کروں، میں اس مصیبت کا زخم کیسے بھروں۔

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ

کیا میں نے تمہیں اپنے لئے نہیں چنا تھا۔ اپنے گھر میں ٹھکانہ نہیں دیا تھا۔ اور کیا میں نے تمہیں اپنے لئے نہیں چنا تھا۔ اور کیا تمہیں خصوصی اعزاز نہیں دیا تھا۔ اور تم پر اپنی محبت کا القاء نہیں کیا تھا۔ اپنی ناراضگی سے ڈرایا نہ تھا۔ کیا میں نے تمہیں اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا تھا"۔ اور اپنی روح نہیں پھونکی تھی؟ تمہیں ملائکہ سے سجدہ نہیں کروایا تھا۔ کیا تم میری جنت کی آسائشوں میں میرے مہمان نہیں تھے؟ میرے اعزاز کی وجہ

سے جہاں چاہتے رہتے تھے۔ تم نے میری نافرمانی کی، مجھ سے کیا ہوا وعدہ بھلا دیا اور میری نصیحت کو ضائع کر دیا، تو اب میری سزا کو عجیب کیوں سمجھ رہے ہو؟

میری عزت اور جلال کی قسم اگر میں زمین کو تم جیسے افراد سے بھر دوں "جو صبح و شام میری تسبیح کریں" پھر وہ بھی اگر میری نافرمانی کریں تو میں انہیں بھی نافرمانوں کی جگہ پر لے آؤں گا۔ میں تمہارے ضعف پر رحم کرتے ہوئے تمہاری لغزش سے درگذر کرتا ہوں، میں نے تمہاری توبہ قبول کی، تمہارے گڑگڑانے کو سن لیا اور تمہاری خطاء کو معاف کیا۔

تو اب یہ کلمات کہو "کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ تیری ذات پاک ہے تیرے لئے ہی حمد ہے" میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور برا کیا، تو اب تو میری توبہ قبول فرما، بیشک تو، توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کلمات ادا کئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ اب یہ کلمات کہو۔

تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور برا کیا، مجھ پر رحم فرما بیشک تو رحم کرنے والا ہے۔

وہ کہتے ہیں، کہ حضرت آدم کا غم اور رونا اتنی شدت سے ہوتا تھا کہ فرشتے بھی ان کے غم کی وجہ سے غمگین ہو جاتے اور ان کے رونے سے رو پڑتے۔ وہ جنت پر دو سو ۲۰۰ سال تک روتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس جنت سے ایک خیمہ بھیج دیا تو یہ انہوں نے کعبہ کی جگہ پر لگا دیا، یہ کعبہ بننے سے پہلے ہوا۔

(۳)

حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ

وھیب بن ورد نے بیان کیا ہے، فرمایا۔

کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں سرزنش کی تو فرمایا "میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے (نہ) ہو جائے"

(ھود آیت نمبر ۴۶) کہتے ہیں کہ وہ تین سو سال تک روتے رہے حتی کہ رونے سے ان کی آنکھوں کے نیچے نالیاں سی بن گئیں۔

(۴)

حضرت موسی علیہ السلام کی توبہ

ابو الیاس نے وھب بن منبہ سے نقل کر کے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ

"جب موسی علیہ السلام نے اپنے رب جل جلالہ کی باتیں سنیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہا، تو عرض کیا"

"میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھوں گا، اللہ نے فرمایا کہ تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکے گا، لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ بر قرار رہ جائے تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا(" سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۴۳)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں[۱]

کہ مجھے بعض ایسے لوگوں نے خبر دی جنہیں میں متہم نہیں کرتا، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ابن عمران! مجھے دیکھنے والا زندہ نہیں رہتا۔ تو حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا مجھے تیرا دیدار کر کے موت پانا، اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں تجھے دیکھے بغیر زندہ رہوں۔ میرے رب مجھ پر اپنی نعمتیں پوری فرما، اپنا فضل اور احسان تمام کر دے اس کے ذریعے جو میں نے مانگا ہے اور میں اس کے اثر سے موت پالوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں جبیر نے ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس سے خبر نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] یہ محمد بن اسحاق بن یسار ہیں ولاء کے اعتبار سے مطلبی ہیں مدینے کے باسی تھے عرب کے قدیم مؤرخ، اہل مدینہ میں سے ہیں۔ حافظ الحدیث تھے بغداد میں سن ۱۵۱ھ میں انتقال ہوا۔ ابن حبان کہتے ہیں مدینہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ابن اسحاق کا علم میں مقابلہ یا برابری ہی کر سکے۔ واقعات بیان کرنے میں کوئی ان سا نہ تھا۔ الاعلام ص ۲۷/۶۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش کو دیکھا تو اپنی عادت کے مطابق چاہا کہ وہ ان کا مطالبہ پورا کر دیں، تو فرمایا، موسیٰ! پہاڑ کی چوٹی میں جو پتھر ہے جاؤ اسے دیکھ اور اس پر بیٹھ جاؤ، میں تمہارے پاس اپنے لشکر بھیجتا ہوں حضرت موسیٰ وہاں تشریف فرما ہو گئے جب سنبھل کر بیٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے لشکر ان کے پاس بھیجنا شروع کیے۔

اللہ نے دنیا کے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ موسیٰ کے سامنے جاؤ! وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے ان کی آوازیں بجلی کی کڑک کی طرح بلند تھیں وہ تسبیح اور تحمید کرتے ہوئے وہاں سے گذر گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے سامنے سے گذریں، تو وہ ان کے سامنے سے گذرنے لگے مختلف روپ میں، کئی چہرے والے اور کئی پر والے تھے ان میں بعض شیروں کے روپ میں تھے جو اپنی دھاڑ کے ساتھ اللہ کی تسبیح کر رہے تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے گھبرا گئے۔ کہنے لگے کہ اے رب! میں اپنے سوال پر نادم ہوں، کیا جہاں میں ہوں، اس جگہ سے کوئی محفوظ جگہ ہے۔ تو فرشتوں کے ایک سردار نے انہیں کہا کہ جو تم نے مانگا ہے اس پر صبر کرو ابھی تم نے بہت تھوڑا دیکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ اترو اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سے گذرو، تو وہ لاتعداد تھے مختلف روپ میں آئے ان کے رنگ آگ کے شعلوں کی طرح تھے اور تسبیح اور تہلیل کی آوازوں میں بادل کی سی گرج تھی۔

موسیٰ علیہ السلام اور زیادہ گھبرا گئے ان کو سوءِ ظن ہونے لگا اور زندگی سے مایوس ہو گئے۔ تو انہیں فرشتوں کے ایک سردار نے کہا کہ، اے عمران کے بیٹے! صبر کرو حتیٰ کہ ایسی چیز دیکھ جس پر صبر نہ کر سکو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ تسبیح کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ آئے ان کے رنگ آگ کے شعلوں کی طرح تھے اور ان کی خلقت برف سے تھی اور ان کی تسبیح و تقدس کی بلند آوازیں تھیں جو ان سے پہلے گذرنے والوں جیسی نہ تھیں۔ تو انہیں فرشتوں کے سردار نے کہا۔ اے موسیٰ اپنے مانگے پر صبر کرو۔

اس طرح تمام آسمانوں کے لوگ ان کے پاس مختلف روپ میں مختلف بدن

میں آتے رہے، پھر ان کے پاس فرشتے آئے ان کا نور آنکھوں کی بصارت ختم کرنے والا تھا ان کے پاس اسلحہ بھی تھا، ایک ہتھیار عظیم اور لمبے کھجور کے درختوں کی طرح تھا گویا کہ وہ کوئی آگ ہے جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہے، اور موسی علیہ السلام بلند آواز سے بکاء فرمارہے تھے اور کہتے جاتے۔

اے میرے رب! مجھے یاد رکھ میں تیرا بندہ ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ جہاں میں ہوں وہاں سے مجھے نجات ملے گی، میں یہاں سے اگر نکلا تو جل جاؤں گا اور اگر یہیں رکا رہا تو مر جاؤں گا۔ فرشتوں کے سردار نے کہا، تم تو نہایت ہی خوفزدہ ہوگئے ہو اور تمہارا دل نکلنے کے قریب ہے، یہ تو وہ منظر ہے جسے آپ یہاں دیکھنے بیٹھے تھے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ

پھر جبریل میکائیل اور اسرافیل، ساتوں آسمانوں کے باشندوں کے ساتھ نازل ہوئے اور عرش و کرسی کے حاملین بھی آئے اور آکر ان سے کہنے لگے، اے خاطی ابن خاطی! کس چیز نے تمہیں یہ کرنے پر مجبور کیا۔ اور تم نے اپنے رب کا دیدار کرنے کا سوال کرنے کی جرأت کس طرح کرلی۔ اور موسی علیہ السلام رو رہے تھے حتی کہ ان کے گھٹنوں میں جان نہ رہی اور ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی یہ حالت دیکھی تو انہیں اپنے عرش کے پائے دکھلا دیئے وہ انکا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے، اور ان کے دل کو تسلی ہوئی۔ تو انہیں اسرافیل علیہ السلام نے کہا کہ اے موسی! ہم فرشتوں کے سردار ہیں، جب سے ہماری تخلیق ہوئی ہے ہم نے خوف اور رعب کی وجہ سے عرش کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

اے کمزور بندے! تم نے ایسا کیوں کرلیا، تو حضرت موسی علیہ السلام نے جن کی حالت قدرے سنبھل چکی تھی، فرمایا کہ اے اسرافیل! میں نے چاہا کہ میں اپنے رب کی جو عظمت جانتا ہوں اسے دیکھوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو القاء فرمایا کہ میں اس پہاڑ پر تجلی ظاہر کر رہا ہوں تو آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، بادل فرشتے جنت جہنم سب مضطرب ہوگئے

اور سجدے میں گر گئے ،اور موسی علیہ السلام پہاڑ کو دیکھ رہے تھے "(جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ظاہر کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسی علیہ السلام اوندھے منہ گر پڑے) (الاعراف آیت نمبر ۱۴۳) حضرت موسی علیہ السلام اپنے رب العزت کے نور کی تاب نہ لا کر مردہ ہو گئے اور پتھر سے گر گئے اور پتھر ان پر الٹ گیا اور ان پر قبہ کی طرح بن گیا تاکہ حضرت موسی علیہ السلام جلنے سے محفوظ رہیں۔

حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے حضرت موسی علیہ السلام پر سے پتھر ہٹایا اور انہیں سیدھا کیا، تو موسی علیہ السلام بھی کھڑے ہو گئے اور فرمایا (تیری ذات پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں اپنے سوال کرنے سے) اور میں اول ایمان لانے والا ہوں (الاعراف آیت نمبر ۱۴۳) یعنی میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا ہے اس بات پر کہ تیری طرف دیکھنے والا زندہ نہیں رہتا اور ایک قول کے مطابق یہ مطلب ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو اس بات پر ایمان لایا کہ تجھے دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

(۵)

حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"حضرت داؤد علیہ السلام نے اوقات کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہوا تھا ایک دن نبی اسرائیل کیلئے مختص تھا جس میں انہیں تعلیم دیتے تھے۔ ایک دن محراب (یعنی بنی اسرائیل کی مساجد وغیرہ) کیلئے۔ ایک دن فیصلوں کیلئے۔ اور ایک دن خواتین کی تعلیم اور ان کے مسائل کیلئے مختص تھا۔ ایک دن وہ نبی اسرائیل کو تعلیم دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے کہا کہ انسان کا کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں اسے گناہ (کا عمل) نہ پہنچے۔ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں سوچا کہ آج میں محراب ہی میں خلوت میں رہوں گا تاکہ کوئی لغزش والا عمل مجھ سے سرزد نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ ،اے داؤد اپنی تیاری کر رکھو تاکہ اپنا امتحان دیکھ سکو"

اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں ابن بشر نے قتادہ کے حوالے سے حسن سے روایت کی ہے کہ "جس وقت حضرت داؤد علیہ السلام اپنی محراب میں جھکے زبور پڑھ رہے تھے دیوار کے ایک سوراخ سے ان کے پاس ایک پرندہ آیا اور ان کے سامنے گر گیا اس کا جسم سونے کا، اس کے پر "دیباج" کے جن میں ہیرے جواہرات جڑے تھے اس کی چونچ زبرجد کی، اور پنجے فیروزہ کے تھے۔ وہ ان کے سامنے گرا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ جنت کا کوئی پرندہ ہے اور اس کے حسن وخوبصورتی پر حیرت کرنے لگے ان کا ایک چھوٹا بیٹا تھا اس نے کہا کہ کیا میں اسے اٹھالوں۔ آپ نے اسے جھڑک دیا، وہ ہٹ گیا، ان کے دل میں اس پر ہاتھ رکھنے کا خیال آیا مگر رکھنے سے پہلے ہی رک گئے پھر دوبارہ انہوں نے ہاتھ رکھنا چاہا مگر باز رہے حتی کہ اپنی جگہ سے اٹھے اور زبور بند کر کے رکھ دی، یہ پرندے کو پکڑنے کیلئے آگے بڑھے تو وہ سوراخ میں چلا گیا یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے پھر اپنے آپ کو ایک باغ میں پایا ادھر ادھر دیکھا تو وہاں ایک عورت کو غسل کرتے پایا۔

قتادہ بلال بن حسان سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے دیوار کے سوراخ سے سر باہر نکالا تو وہاں ایک عورت غسل کر رہی تھی انہوں نے اللہ کی خلقت کی سب سے خوبصورت عورت دیکھی۔ عورت نے جب ایک مرد کا چہرہ دیکھا تو اس نے اپنے بالوں سے خود کو چھپالیا۔

ہم حسنؒ کی حدیث کی طرف پھر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ اس عمل سے یہ انہیں اور اچھی لگی یہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے ان کے جی میں ایک خیال آیا انہوں نے کسی کو معلومات کرنے بھیجا اس نے آکر بتایا کہ وہ تشالیع بنت حسنان ہے اور اس کا شوہر "اوریاء بن صورا" ہے اور اس وقت وہ بلقاء (۱) میں ہے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کے بھانجے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بھانجے کو لکھا کہ "جب میرا خط تم تک پہنچے تو تم "اوریاء بن صورا کو حکم دو کہ وہ تابوت اٹھا کر لشکر کے سامنے چلا جائے اور اوریاء کی عادت یہ تھی کہ وہ جب آگے بڑھتا تو پیچھے نہیں ہٹتا تھا کہ یا تو قتل ہو جائے یا پھر اللہ اسے فتح عطا فرمائے تو سپہ سالار نے اسے بلایا اور اسے حکم نامہ پڑھ کر سنایا اس نے کہا "سنا اور مان لیا" تو وہ تابوت اٹھا کر اس لشکر کے سامنے گیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اور ان کے بھانجے نے حضرت داؤد کو اطلاع دے دی۔ پھر جب

اس عورت کی عدت گذر گئی تو آپ علیہ السلام نے اسے نکاح کا پیغام دیا اور آپ کا اس سے نکاح ہو گیا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں سعید نے قتادہ کے حوالے سے حسن سے بیان کیا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے تشایع بنت حنان سے شادی کر لی اور آپ عبادت کیلئے محراب میں ہوتے تھے ایک مرتبہ محراب میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے ایک زور دار آواز سنی اور دو آدمی دیوار کود کر ان کے سامنے آن کھڑے ہوئے، آپ نے جب دیکھا تو خوفزدہ سے ہو گئے اس پر ان دونوں نے کہا کہ "گھبرایئے مت! ہم دو فریق ہیں اور ایک نے دوسرے پر ظلم کیا ہے ("ص آیت نمبر ۲۲) ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کیجئے اور ظلم نہ کرنا۔ (ص آیت نمبر ۲۳) تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تمہارا معاملہ کیا ہے۔ بیان کرو تو ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے بھیڑیں ہیں اور میری ایک بھیڑ ہے اس نے کہا کہ یہ بھیڑ مجھے دے دو اور بہت زیادہ ضد کی اور زبردستی مجھ سے بھیڑ چھین کر اپنی بھیڑوں میں شامل کر لی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ "اس نے تیری بھیڑ مانگ واقعی کر تجھ پر ظلم کیا اور بہت سے شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور ایسے کم ہیں (ص آیت نمبر ۲۱ تا نمبر ۲۴) اسحاق کہتے ہیں کہ وہ مدعی علیہ ہنسنے لگا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ظلم کرتا ہے اور ہنستا بھی ہے۔ تجھے تو ایک بسولہ کی ضرورت ہے جو تیرا منہ اور پیشانی توڑ دے۔ تو فرشتہ کہنے لگا، بلکہ تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے یہ کہہ کر وہ دونوں فضا میں بلند ہو گئے، ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنی اصل صورتوں میں تبدیل ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے اڑ گئے کہ "اس شخص نے اپنے خلاف فیصلہ دے دیا ہے۔

حضرت داؤد سمجھ گئے کہ ان کی مراد خود ان سے ہے تو وہ سجدے میں گر گئے اور چالیس دن تک سر نہ اٹھایا سوائے انسانی ضروری حاجات کے، جن سے فارغ ہو کر پھر سجدے میں گر جاتے، نہ کھاتے نہ پیتے۔ اور سجدے میں مسلسل روتے رہے حتی کہ ان کے ارد گرد گھاس تک اگ آئی اور یہ اپنے رب عزوجل کو پکارتے رہے اور توبہ کی درخواست کرتے رہے۔

حضرت داؤد سجدے کی حالت میں یہ کہتے۔ پاک ہے دلوں کے درمیان حائل

نور کا خالق۔ پاک ہے نور کا خالق۔ اے میرے خدا تو نے میرے اور میرے دشمن ابلیس کے درمیان راستہ خالی کر دیا ہے اگر کوئی مجھ پر آزمائش آئی تو مقابلہ نہیں کر سکوں گا نور خالق پاک ہے۔ اے میرے خدا، میں نے زبور کو نہیں جدا کیا اور جو لوگوں کو نصیحت کی خود حاصل نہیں کیا، اے میرے خدا، تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یتیم کیلئے مہربان باپ کی طرح اور بیواؤں کیلئے مہربان شوہر کی طرح بن جاؤں۔ تو میں نے تیرا عہد بھلا دیا۔ سبحان خالق النور۔ اے میرے خدا۔ میں قیامت میں تیری طرف کس آنکھ سے دیکھوں گا اور ظالمین تو تیری طرف جھکی ہوئی نظروں سے نظر کریں گے اے میرے خدا۔ جب پردہ ہٹے گا تو داؤد کیلئے ہلاکت ہے اور کہا جائے گا کہ یہ داؤد ہے جو گنہگار ہے۔ سبحان خالق النور۔ اے میرے خدا تو ہی مدد کرنے والا ہے اور میں مدد چاہنے والا ہوں اور کون ہے جو طالب کی مدد کرے سوائے تیرے۔ سبحان خالق النور۔ اے میرے خدا۔ میں اپنے گناہوں کے باعث تیری طرف فرار ہو کر آیا ہوں اور اپنی خطاء کا اعتراف کرتا ہوں مجھے مایوس مت کر اور حشر کے دن رسوانہ کرنا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ انہیں ایک آواز آئی۔ کیا تو بھوکا ہے تجھے کھانا کھلائیں۔ پیاسا ہے تو پانی پلائیں۔ مظلوم ہے تو تیری مدد کریں۔ انکی خطاء کا ذکر نہیں آیا تو انہوں نے ایسی چیخ ماری کہ اردگرد کے ماحول میں ہیجان پیدا ہو گیا انہوں نے پکار کر کہا اے میرے رب !وہ گناہ جو مجھے پہنچا۔ آواز آئی۔ اے داؤد اپنے سر کو اٹھاؤ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے۔

اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الیاس نے وھب بن منبہ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت داؤد اوریا کی قبر پر آئے اور کھڑے ہو گئے اور اپنے سر پر مٹی ڈالی اور پھر پکار کر کہا ہلاکت ہے داؤد علیہ السلام کیلئے۔ پھر ہلاکت ہے جب ترازو نصب کئے جائیں گے سبحان خالق النور، داؤد کیلئے ہلاکت ہے جس دن گنہگاروں کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ پاک ہے نور کا خالق ہلاکت ہے داؤد کیلئے پھر بڑی ہلاکت ہے داؤد کیلئے، اسحاق کہتے ہیں کہ پھر انہیں آسمان سے آواز آئی۔ کہ اے داؤد میں نے تمہارا گناہ معاف کر دیا ہے تیرے رونے پر رحم کیا اور تمہاری لغزش معاف کر دی ہے انہوں نے کہا کہ اے رب تو کس طرح معاف کرے گا حالانکہ میرے ساتھ (اوریاء) نے تو مجھے معاف نہیں کیا۔ کہا گیا اے داؤد ہم قیامت میں اس کو اتنا ثواب دیں گے جو اس کی آنکھ نے نہ

دیکھا ہو اور نہ اس کے کانوں نے سنا ہوگا، اور میں کہوں گا کہ کیا میرا بندہ راضی ہے۔ وہ کہے گا کہ میرے لئے اتنا اجر کہاں سے آیا جہاں تک میرا عمل نہیں پہنچا تھا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے بندے داؤد کا عوض ہے تو یہ کہہ کر میں تجھے اس سے مانگ لوں گا اور وہ تجھے مجھ کو ھبہ کر دے گا، تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب میں جان گیا کہ تو نے مجھے معاف کر دیا ہے۔

(۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی توبہ

اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں جویبر نے ضحاک کے واسطے سے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک جنگجو شخص تھے خشکی اور سمندر میں جنگیں لڑا کرتے تھے انہوں نے کسی بحری جزیرے کے ایک بادشاہ کے بارے میں سنا، تو آپ بمعہ اپنے جن وانس کے لشکر کے ہوا پر سوار ہو کر اس جزیرے پر اترے اور وہاں لڑائی میں اس کا بادشاہ مارا گیا اور باقی اہل خانہ قید ہو گئے ان میں ایک لڑکی بھی تھی جو حسن وجمال میں بے مثال تھی وہ اس مقتول بادشاہ کی بیٹی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے لئے منتخب فرمالیا آپ اس کے پاس وہ فرحت محسوس کرتے جو اور کسی کے ہاں نہ پاتے، اور اپنی تمام ازواج پر اسے فوقیت دیتے تھے۔

ایک دن آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگی کہ مجھے میرے والد، ان کی بادشاہت اور ہونے والا قصہ یاد آرہا ہے اور میں بہت غمگین ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے جنات کو حکم دیں کہ وہ میرے والد کی صورت کا ایک مجسمہ بنادیں میں اپنے گھر میں اسے رکھوں گی اور صبح وشام انہیں دیکھوں گی اس طرح امید ہے کہ میرا غم دور ہو جائے اور میں اسے بھلادوں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام صخر المارد جن کو اس کے والد کی ہیئت پر مجسمہ بنادینے کا حکم دیا جو اس کے گھر کے ایک کونے میں رکھ دی گئی وہ اس کے والد کی اس قدر مشابہ تھی کہ فقط اس میں روح نہ تھی (باقی اس کی شکل انسانی جسم کی طرح تھی (اس عورت نے اسے مزین کیا اسے کپڑے پہنائے اور

اسے بالکل اپنے والد کی ہیئت اور لباس کے مطابق کر دیا۔
جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے گھر سے نکلتے تو وہ ہر روز صبح و شام اپنی باندیوں کے ساتھ اس مجسمہ کو سجدہ کرتی اسے خوشبو لگاتی اور حضرت سلیمانؑ کو اس بات کا علم نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ اس طرح چالیس دن گزر گئے اور بات محل سے نکل کر لوگوں تک پہنچ گئی اور آصف بن برخیا کو بھی اس کا علم ہو گیا، آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوست تھے۔ یہ فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اے نبی اللہ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کی اجازت سے لوگوں کو گذشتہ انبیاء کے حالات سناؤں اور اپنے علم کے مطابق ان کی مدح و ثناء کروں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا، آصف نے ان کے سامنے تمام انبیاء کا ذکر کیا اور ان کی مدح و ثناء کی ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کیا پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر آیا تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوجوانی اور بچپن کا ذکر کیا ان کی فضیلت اور منقبت بیان کی اور نوجوانی سے آگے کا ذکر نہیں کیا حضرت سلیمان علیہ السلام ناراض ہو گئے اور بعد میں انہیں بلوایا اور پوچھا کہ۔ اے آصف! تم گذشتہ انبیاء کے حالات و واقعات ذکر کئے اور ان کی مدح و ثناء کی اور ان کا ہر زمانہ بیان کیا اور میری باری پر تم نے محض میری کم عمری کے واقعات اور ان کی فضیلت بیان کی اور بقیہ احوال پر تم چپ رہے (یعنی میرے جوانی کے واقعات اور نبوت کے احوال) ایسی کیا بات ہے جو میری عمر کے حصے میں مجھ سے سرزد ہوئی۔ اس نے کہا کہ وہ یہ ہے تمہارے گھر میں چالیس دن سے غیر اللہ کی عبادت ہو رہی ہے اور محض تمہاری بیوی کی خواہش پر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حیرت سے پوچھا میرے گھر میں۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ کے گھر میں۔ آپ نے فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون" اب میں سمجھا کہ تم نے (میری نبوت کے) احوال اس خبر کی وجہ سے بیان نہیں کئے۔ پھر آپ اپنے گھر واپس آئے اور اس بت کو توڑ دیا اور عورت اور اس کے ساتھ شریک لوگوں کی خوب خبر لی پھر آپ نے صاف کپڑے منگوا کر زیب تن فرمائے اور پھر بیابان میں نکل گئے اور راکھ مٹی وغیرہ پر بیٹھ گئے اور اللہ کے سامنے توبہ کیلئے متوجہ ہوئے اور اس مٹی پر لوٹنے لگے تذلل اور تفرع کے ساتھ روتے اور استغفار کرتے رہے اور کہتے جاتے اے میرے رب! یہ تیرا کیسا امتحان ہے کہ آل داؤد کے گھر میں غیر اللہ کی

عبادت ہوتی رہے اور تیرے غیر کی عبادت ان کے گھر اور اہل خانہ میں گھس آئے آپ برابر اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ شام ہوگئی تو آپ گھر لوٹ آئے۔

آپ کی ایک باندی تھی جس کا نام امینہ تھا آپ کا معمول تھا کہ آپ جب بیت الخلاء جاتے یا اپنی ازواج کے ہاں مصروف ہوتے اپنی انگوٹھی کو اس کے پاس رکھوا دیتے اور آپ اپنی انگوٹھی کو سوائے پاک حالت کے نہیں چھوتے تھی اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کا راز اس انگوٹھی میں پوشیدہ کرر کھا تھا۔

وھب کہتے ہیں کہ ایک دن آپ وضو کے ارادے سے تشریف لائے تو اپنی انگوٹھی اس کے پاس رکھوادی اتنے میں صخر المارد جن آیا اور آپ سے پہلے وضو خانے میں داخل ہو گیا آپ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور یہ شیطان آپ کی شکل و صورت بنا کر اپنی داڑھی جھاڑتا ہوا باہر نکل آیا اس میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں شکلاً کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا اس نے کہا امینہ میری انگوٹھی لاؤ۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ کر ان کی انگوٹھی اسے دے دی وہ انگوٹھی لے کر آپ کے تخت پر جا بیٹھا اور جن وانس اس کے تابع ہوگئے۔ اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی حاجت سے فارغ ہو کر باہر نکلے اور آپ نے کہا کہ امینہ میری انگوٹھی لاؤ اس نے کہا آپ کون۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہوں۔ اس وقت آپ کی حالت بدلی ہوئی اور رونق غائب تھی امینہ بولی تم جھوٹ بولتے ہو سلیمان اپنی انگوٹھی لے جا چکے اور اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ اپنی غلطی کی پکڑ میں آگئے ہیں۔

حسن کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی جان کے خوف سے وہاں سے نکل پڑے بغیر جوتی اور ٹوپی کے صرف کرتا اور تہبند پہنا ہوا تھا آپ راستے پر بنے ایک گھر کے پاس سے گذرے اس وقت بھوک پیاس گرمی نے آپ کا برا حال کرر کھا تھا آپ نے اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک عورت نکلی اس نے پوچھا کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ایک گھڑی کی مہمانی، آپ دیکھ رہی ہیں کہ گرمی کی شدت سے میرا کیا حال ہے۔ میرے پاؤں جل رہے ہیں اور بھوک اور پیاس انتہاء سے زیادہ ہے اس عورت نے کہا اس وقت میرا شوہر گھر میں نہیں ہے اور میں کسی غیر شخص کو اپنے گھر میں نہیں بٹھا سکتی باغ

میں چلے جاؤ اس میں پانی اور پھل موجود ہیں پھل کھاؤ اور ٹھنڈک حاصل کرلو، جب میرا شوہر آئے گا تو میں آپ کی مہمانی کی اجازت لے لوں گی اگر اجازت دی تو ٹھیک ہے نہیں دی تو تم اللہ کا دیا رزق کو کھا چکے ہو گے۔ حضرت سلیمان باغ میں داخل ہوئے نہا کر آپ سو گئے وہاں مکھیاں آپ کو تنگ کرنے لگیں کہ اچانک ایک کالا سانپ آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آکر وہاں سے مکھیاں بھگانے لگا۔

اتنے میں عورت کا شوہر بھی آگیا اور عورت نے اسے اس مہمان کے بارے میں بتایا وہ ان کے پیچھے باغ میں آیا تو سانپ اور اس کے کام کو دیکھا تو اپنی بیوی کو بلا کر اسے یہ تماشا دکھایا اور بولا یہ حیرت انگیز منظر دیکھو اس نے بھی دیکھا پھر ان دونوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیدار کیا اور کہا۔ اے نوجوان یہ ہمارا گھر ہے اور ہمیں کوئی تنگی نہیں ہے کہ تجھ سے عاجز ہو جائیں اور یہ میری بیٹی ہے میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا ہے۔ یہ لڑکی اپنے زمانے کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی آپ علیہ السلام نے اس سے شادی کر لی اور ان کے ہاں تین دن قیام کیا اور پھر انہیں فرمایا کہ میں معیشت کی طلب میں جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنے اور اپنی بیوی کیلئے کچھ کماؤں۔ یہ کہہ کر آپ شکاریوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ کیا تمہیں کسی مددگار کی ضرورت ہے جس کی محنت میں تھوڑا بہت شکار دے دیا کریں۔ تو انہوں نے کہا آج کل ہمارا شکار بند ہے اور کوئی بچت نہیں ہے جو تمہیں دے سکیں، آپ دوسرے کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی کہا تو انہوں نے رضامندی ظاہر کی اور کہا خوشی کے ساتھ آیئے اور جو ہمارے پاس ہوگا اس میں سے آپ کو حصہ دیں گے۔

آپ علیہ السلام ان کے پاس ٹھہر گئے اور رات کو شکار لے کر گھر چلے جاتے۔ انہی دنوں لوگوں نے اس جعلی سلیمان کی حکومت اور اس کے افعال کو برا سمجھنا شروع کر دیا۔ جب اس خبیث نے یہ دیکھا کہ لوگ متنفر ہو رہے ہیں تو یہ انگوٹھی سمیت بھاگ لیا اور انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔ حسن کہتے ہیں کہ چالیس دن انگوٹھی اس شیطان کے پاس رہی۔

مروی ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھا تو اس کے قریب سارے جن وانس جمع ہو گئے وہ ہر چیز کا مالک بن بیٹھا مگر آپ کی عورتوں پر مسلط نہ

ہو سکا اور ان دنوں حضرت سلیمان لوگوں سے مہمانی کا مطالبہ کر رہے تھے کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں مجھے کھانا کھلاؤ۔ تو لوگ انہیں واپس کر دیتے اور کہتے کہ کیا تیری یہ حالت کافی نہیں ہے جو تو حضرت سلیمان علیہ السلام پر جھوٹ بولتا ہے اور سلیمان تو اپنی بادشاہت پر براجمان ہے۔ حتی کہ حضرت سلیمان تھک گئے اور مصیبت شدید ہو گئی۔

اسی حال میں چالیس دن گذر گئے تو آصف نے کہا اے نبی اسرائیل کی قوم کیا تم داؤد کے بیٹے کے الٹے سیدھے کام دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہاں تو آصف اس شیطان کے پیچھے لگ گئے تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور انگوٹھی دریا میں پھینک دی ایک بام (۱) مچھلی نے اسے نگل لیا اور انگوٹھی کی روشنی سے اس کا پیٹ روشن ہو گیا اور وہ پانی کے بہاؤ پر چل پڑی اور ان مچھیرے شکاریوں کے جال میں داخل ہو گئی جن کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے جب شام کو مچھلیوں کی تقسیم ہوئی تو یہ بام مچھلی بھی نکل آئی تو مچھیروں نے یہ حضرت سلیمان کے حصے میں ڈال دی۔ یہ اسے گھر لے آئے اور مچھلی پکانے کا حکم دیا۔ جب آپ کی اہلیہ نے اس کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے انگوٹھی نکل آئی اور اس کی روشنی سے گھر روشن ہو گیا۔ اس نے فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلوایا اور انہیں انگوٹھی دکھائی آپ علیہ السلام نے وہ انگوٹھی پہن لی اور سجدہ میں گر گئے۔

اور کہا اے میرے خدا۔ تیرے اس قدیم امتحان پر تیری حمد و ستائش ہے اور آل داؤد سے اچھے برتاؤ پر حمد ہے۔ اے میرے خدا! تو نے آل داؤد کی ابتداء نعمتوں سے کی اور انہیں کتاب اور نبوت عطا کی تیرا شکر ہے۔ اے میرے خدا! تو بڑوں کے ساتھ جود کا اور چھوٹوں کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کرتا ہے۔ تیرا شکر ہے۔ تیری نعمتیں ظاہر ہو گئیں چھپتی نہیں اور ان کا شمار نہیں پس تیرا شکر ہے۔ اے میرے خدا تو نے میری خطاء کے باعث مجھے چھوڑا نہیں تیرا شکر ہے اور میری خطاء پر مجھے رسوا نہیں کیا تیرا شکر ہے۔ اے میرے خدا تو نے میری لغزش کے باعث مجھے نہیں چھوڑا تیرا شکر ہے۔ اے میرے خدا اپنی نعمتیں مجھ پر تمام کر دے جو کچھ ہوا وہ معاف فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو ایسی نہ ملے۔ (یہ واقعہ قرآن کی ایک آیت میں ہے۔) (سورہ ص آیت نمبر ۳۴)

عکرمہ سے مروی ہے جب سلیمان علیہ السلام سے بادشاہت چھنی تھی تو اس نے ان کے گھر والوں کو وہاں سے اٹھادیا اور اسے مملکت کے وسط میں پہنچوا دیا تھا۔ اور سلیمان علیہ السلام اس کو پانہ سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بادشاہت انہیں لوٹا دی۔

(۷)

حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ

اسحاق بن بشر کہتے ہیں کہ ہمیں سعید نے قتادہ کے واسطے سے حسن سے روایت کی ہے کہ یونس علیہ السلام نبی اسرائیل کے ایک نبی کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ یونس علیہ السلام کو اھل[1] نینوا کی طرف بھیج دو تاکہ یہ انہیں میری عقوبت سے ڈرائے حسن کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام وہاں چلے گئے۔

حضرت یونس علیہ السلام انتہائی سخت غصہ والے انسان تھے، یہ اس قوم کے پاس آئے انہیں اللہ کا خوف دلایا اور نصیحت کی تو قوم نے ان کی تکذیب کی اور نصیحت کو نہ مانا، ان پر پتھر برسائے اور وہاں سے نکال دیا۔ یہ وہاں سے لوٹ آئے۔ تو نبی اسرائیل کے اس نبی نے انہیں وہاں پھر بھیجا کہ آپ وہاں جاکر انہیں ڈرائیں یہ واپس آئے انہوں نے پھر انہیں پتھر مارے اور نکال دیا۔ نبی نے انہیں پھر بھیجا، حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ آئے قوم نے انہیں پھر جھٹلایا۔ تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا۔ اھل نینوا نے کہا کہ "تم جھوٹ بولتے ہو" تو جب اہل نینوا نے انہیں جھٹلایا اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ کی کتاب کا انکار کیا تو حضرت یونس علیہ السلام نے دعا کی۔ اور فرمایا،

اے میرے رب میری قوم نے کفر کے سوا ہر چیز کا انکار کر دیا۔ ہے اپنا عذاب ان پر نازل فرما۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ میں تیری قوم پر عذاب نازل کرنے والا ہوں تو حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے نکلے اور تین دن کے بعد عذاب کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنے اہل خانہ کو بھی لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ کر

---

[1] نینواء عراق میں موصل کی سرزمین میں ایک بستی ہے۔ معجم البلدان ص ۱۹۶۔ ۸)

عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ قوم پر عذاب آنے لگا جب انہوں نے عذاب کو دیکھا تو اللہ سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کو دور کر دیا۔ یہ سب حضرت یونس علیہ السلام دیکھ رہے تھے اتنے میں آپ علیہ السلام کے پاس ابلیس آیا اور اس نے کہا کہ اے یونس اگر تم واپس جاؤ گے تو تمہاری قوم تمہیں تہمت دے گی اور جھٹلائے گی تو حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھر گئے اور وہاں سے چل دیئے حتیٰ کہ دجلہ کے کنارے آپہنچے وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی انہیں لے کر چل دی جب پانی کے درمیان میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ٹھہر جاوہ ٹھہر گئی اور پھر کشتی ادھر ادھر ڈولنے لگی لوگ کہنے لگے کہ کشتی کو کیا ہو گیا۔

بعض نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں پتہ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بھاگا ہوا غلام اس کشتی میں موجود ہے۔ یہ کشتی اس وقت تک نہیں چلے گی جب تک تم اس غلام کو پانی میں نہیں پھینکو گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ تو لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہا اگر آپ ہیں تو ہم آپ کو نہیں پھینکیں گے کیونکہ خدا کی قسم ہم کو آپ کے بغیر اس معاملے سے نجات کی امید نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ تم قرعہ ڈالو جس کا نام نکل آئے اسے دریا میں پھینک دینا۔ لوگوں نے قرعہ ڈالا تو اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا تو لوگ نہ مانے پھر انہوں نے دوبارہ قرعہ ڈالا پھر دوبارہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا۔ انہوں نے پھر تیسری بار قرعہ ڈالا تو پھر بھی حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا تو حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا مجھے پانی میں ڈال دو۔

ایک روایت میں ہے اے میری قوم مجھے پانی میں پھینک دو اور نجات حاصل کرو لوگ کھڑے ہو گئے اور ڈرتے ڈرتے انہیں اٹھایا آپ نے فرمایا مجھے کشتی کے ابتدائی حصہ میں لے چلو جب وہ پھینکنے لگے تو ایک مچھلی کو منہ کھولے دیکھا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے کشتی کے پچھلے حصے میں لے چلو وہ انہیں وہاں لے گئے وہاں بھی مچھلی کو منہ کھولے دیکھا جب آپ نے مچھلی کے پیٹ اور اس کے ھولناکی کو دیکھا تو فرمایا کہ مجھے کشتی کے وسط میں لے چلو وہاں بھی مچھلی موجود تھی دوسری طرف گئے تب بھی مچھلی منہ کھولے موجود تھی۔ آپ نے فرمایا مجھے پھینک دو اور نجات حاصل کرو

اور اللہ تعالیٰ سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کو پھینک دیا اور مچھلی نے ان کے پانی میں پہنچنے سے پہلے ہی انہیں اپنا لقمہ بنالیا۔

گفتگو دوبارہ حدیث حسن کی طرف لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مچھلی انہیں لے کر سمند میں اپنے ٹھکانے پر چلی گئی اس کے بعد پھر زمین کی حد پر لے چلی اس طرح اس نے چالیس دن تک سمندر کا چکر لگایا۔ اس دوران حضرت یونس علیہ السلام نے کنکریوں اور مچھلیوں کی تسبیح سنی اور پھر خود بھی تسبیح، تہلیل، اور تقدیس کرنے لگے۔ وہ اپنی دعاؤں میں کہتے۔

"میرے آقا، آسمان میں تیرا مسکن ہے، زمین میں تیری قدرت اور عجائب ہیں۔ میرے آقا، پہاڑوں پر تو نے مجھے اتارا، زمین میں سیر کرائی اور تین اندھیرں میں قید کر دیا۔ خدا تو نے مجھے ایسی جیل میں بند کیا ہے جس میں مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کیا، میرے خدا، تو نے مجھے ایسی سزا دی ہے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی"۔

جب چالیس دن ہوئے اور حضرت یونس پر غم طاری ہوا تو "انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے بیشک میں ظالموں میں سے تھا" (الانبیاء آیت نمبر ۸۷)

حسن کہتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت یونس کی بکاء سنی اور ان کی آواز پہچان لی اور فرشتے حضرت یونس کے رونے سے خود بھی رونے لگے اور آسمان و زمین اور مچھلیاں بھی رونے لگیں تو جبار جل جلالہ نے پوچھا کہ میرے فرشتو! تمہیں کیا ہوا کیوں رو رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب! ایک کمزور اور غمگین کی آواز جسے ہم پہچانتے ہیں ایک اجنبی جگہ سے آرہی ہے۔ رب نے فرمایا۔ کہ یہ میرا بندہ یونس ہے جس نے میری نافرمانی کی تو میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں سمندر میں قید کر دیا۔ انہوں نے پوچھا۔ اے رب! اس نیک صالح بندے نے کہ جس کے بے شمار نیک اعمال ہر رات دن اوپر آتے تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ کہتے ہیں کہ پھر ملائکہ۔ آسمانوں اور زمینوں نے ان کیلئے شفاعت کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ اس مچھلی کے پاس جاؤ جس نے یونس کو اپنے پیٹ میں قید کیا ہوا ہے اس کو کہو کہ میرے بندے یونس کی مجھے ضرورت ہے اور اس کو اسی

جگہ میں جہاں لقمہ بنایا تھا واپس اگل دے حضرت جبریل علیہ السلام وہاں گئے اور اس مچھلی کو بتایا تو مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر چلی اور یہ کہتی جاتی۔

اے میرے رب میں سمندر میں تیرے بندے کی تسبیح سے بہت مانوس ہوئی اور سمندر کے دوسرے جانور بھی مانوس ہو گئے ہیں اور میں اس کی وجہ سے بہترین پاک ہو گئی ہوں اور اس نے میرے پیٹ کو نماز کی جگہ بنالیا تھا اور تیری تقدیس بیان کرتا تھا تو میں اور میرے اردگرد کا سمندر بھی مقدس ہو گیا تو اتنی انسیت کے بعد تو اسے مجھ سے دور کر رہا ہے۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کی لغزش معاف کر دی ہے اور اس پر رحم کیا ہے تو اسے اگل دے۔

پھر مچھلی حضرت یونس کو اسی جگہ لے آئی جہاں انہیں نگلا تھا دجلہ کے کنارے تو جبریل علیہ السلام نے اپنا منہ مچھلی کے منہ کے قریب کیا اور کہا "السلام علیک یا یونس! رب العزۃ تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا مرحبا اس آواز کو میں ڈرتا تھا کہ شاید اب کبھی یہ آواز نہ سن سکوں گا۔ مرحبا اس آواز کو جس کی وجہ سے میں خود کو اپنے آقا کے قریب محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے مچھلی کو کہا کہ یونس کو نکالو اللہ رحمٰن کے حکم سے تو اس نے انہیں نکالا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کی حالت ایک بغیر بالوں کے چوزے جیسی تھی، تو حضرت جبریل نے انہیں اپنی گود میں بھر لیا۔

حسن کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کدو کی ایک بیل اگا دی اور اس کا بہت زیادہ سایہ تھا اور اسے حکم دیا کہا کہ اپنی ٹہنیوں سے انہیں رس پلائے تو وہ اس طرح انہیں رس پلاتی جیسے بچے کو دودھ پلایا جاتا ہے۔

حسن سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے پاس ایک پہاڑی بکری کو بھیجا، جس کے تھنوں سے دودھ ٹپک رہا تھا وہ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئی جن کی اس وقت حالت چوزے کی طرح تھی پھر وہ جھکتی اور اپنا تھن حضرت یونس کے منہ میں دے دیتی اور حضرت یونس علیہ السلام اسے بچے کی طرح سے پینے لگتے جب ان کا پیٹ بھر جاتا تو وہ بکری چلی جاتی حتیٰ حضرت یونس کی وہ حالت لوٹ آئی جو مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے تھی۔ اس کے بعد کسی گذرنے والے نے

انہیں کپڑے پہنا دیئے۔ ایک دن وہ سورہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا کہ حضرت یونس پر سایہ کئے ہوئے پودے کو جلادو! تو اس نے جلا دیا اور پھر سورج کی تپش حضرت یونس علیہ السلام کو پہنچی تو ان کی جلد جلنے لگی تو انہوں نے کہا۔ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھیروں سے نجات عطا فرمائی اور اس پودے کا سایہ عطا فرمایا اور اب اسے جلا دیا۔ کیا تو مجھے محروم کر رہا ہے۔ یہ کہہ کر آپ رونے لگے اتنے میں جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے یونس! اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ کیا اس درخت کو تو نے بویا تھا۔ یا اگایا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تیرا رونا اس پر اس بات کے جاننے بعد ہے کہ یہ اللہ نے تمہیں عطا کیا تھا، تو تم نے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد آدمیوں کیلئے بد دعا کیوں لی؟ کیا تم انہیں ہلاک کرنا چاہتے تھے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں جبریل علیہ السلام نے یہ کہا کہ تم ایک ایسے درخت کیلئے رو رہے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اگایا تھا اور ان ایک لاکھ سے زائد انسانوں کیلئے نہیں روتے جنہیں تم نے ایک ہی رات میں ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اب حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی لغزش کا علم ہوا تو انہوں نے استغفار کیا اور رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کی تو رب ذوالجلال نے انہیں معاف کر دیا۔

زھریؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کو قوت حاصل ہو گئی تو وہ درخت کے دائیں بائیں نکل جاتے۔ ایک مرتبہ وہ ایک مٹکے بنانے والے شخص کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا کہ "اے اللہ کے بندے تم کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا مٹکے بنا کر اسے بیچتا ہوں اور اللہ کا فضل تلاش کرتا ہو۔ وہ تو اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کو وحی کی کہ اسے کہو کہ اپنے مٹکے توڑ دے۔ تو حضرت یونس علیہ السلام نے اسے کہہ دیا تو وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا تم برے آدمی ہو مجھے خرابی کا حکم دے رہے ہو کہ میں ایسی چیز توڑ دوں جسے میں نے محنت کر کے بنایا تیار کیا اور اس سے خیر حاصل ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو وحی کی کہ، دیکھا یہ مٹکے والا مٹکا توڑنے کے مشورے پر کتنا غصہ ہو رہا ہے۔ اور تم مجھے اپنی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے کہہ رہے تھے۔ تمہیں کون سی بات شاق تھی کہ ایک لاکھ سے زائد آدمی اصلاح کر لیتے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر یونس تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا (یعنی

مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد) تو مچھلی کے پیٹ میں یوم حشر تک رہتا۔ (صافات آیت نمبر ۱۴۳)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص خوشحالی میں اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے تنگی اور بدحالی میں یاد رکھتے ہیں اور اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ اور جو شخص خوشحالی میں اللہ کو یاد کرنے سے غافل رہتا ہے اور محض تنگی میں ہی یاد کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور مچھلی والا جب غصہ میں چلا گیا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر قادر نہ ہو سکیں گے، تو اس نے اندھیروں میں سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات عطا کی اور اسی طرح ہم مومنین کو بچاتے ہیں"۔ (سورہ الانبیاء آیت نمبر ۸۷۔۸۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ہم اسی طرح صالحین کے ساتھ کرتے ہیں جب وہ کسی غلطی میں پڑ جاتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں تو میں قبول کر لیتا ہوں"۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی یونس علیہ السلام نے یہ دعا اندھیروں میں مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی، تو اب کوئی تکلیف میں مبتلا مومن اس کے ذریعے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ تکلیف دور فرمادیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہوتا۔ [۱]

---

[۱] یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے مرفوعا دوسرے الفاظ سے مروی ہے مچھلی والے کی دعا جب اس نے مچھلی کے پیٹ سے دعا کی "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" ہے۔ تو جو کوئی مسلمان شخص کسی بارے اس کے ذریعے کبھی بھی دعا کرے گا اللہ اسے قبول فرمائے گا۔ (ترمذی باب نمبر ۸۲ حدیث نمبر ۳۵۰۵)
امام حاکمؒ نے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ سے روایت نقل کی ہے (المستدرک) (ص ۳۸۲۔۲ وص ۳۸۳۔۲) (ص ۵۰۵۔۱)

گذشتہ اُمتّوں کے توبہ کرنے والے بادشاہان کا ذکر

(۸)

بادشاہ طالوت کی توبہ

وھب بن منبہ سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جب جالوت کو قتل کر دیا اور طالوت، بنی اسرائیل کے ساتھ کامیاب لوٹے تو اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤد علیہ السلام سے کر دی اور آدھی مملکت انہیں دے دی۔ بعد میں بنی اسرائیل جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم طالوت کو اتاریں گے اور اس کی جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کو لے کر آئیں گے چونکہ یہ آل یہود میں سے ہیں اس لئے بادشاہت کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ اس بات کو طالوت نے محسوس کیا اور اپنی بادشاہت کا خوف اسے لاحق ہوا تو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس کے بعض وزراء نے اشارہ دیا کہ تم حضرت داؤد کے قتل پر بغیر اپنی بیٹی کی مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تو طالوت اپنی بیٹی کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میری بچی میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں تم میری مدد کرو۔ اس نے کہا وہ کیا کام ہے۔ طالوت نے کہا میں داؤد کو قتل کرنا چاہتا ہوں اس نے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا ہے۔ تو اس کی بیٹی نے کہا داؤد بہت بہادر اور طاقتور شخص ہے اور غصہ والا ہے اگر آپ اسے قتل نہ کر سکے تو میں آپ کی جان پر مامون نہیں ہوں۔ وہ کامیاب ہو گیا تو آپ کو قتل کر دے گا اور جب آپ اللہ کے سامنے جاؤ گے تو خود اپنے قاتل اور داؤد کے قتل کو حلال سمجھنے والے ہو گے اور مجھے حیرت ہے کہ آپ ایک تحمل مزاج اور درست رائے والے شخص ہیں اور اتنی پنچ سوچ کیسے رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ ترکیب انتہائی کمزور ہے داؤد سے آگے بڑھنے کی۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ داؤد اہل زمین میں سب سے زیادہ بہادر اور موت کے سامنے اور زیادہ بہادر ہوتا ہے۔ تو طالوت نے کہا کہ میں نے آج تک اپنے شوہر کے فتنہ میں مبتلا کسی عورت کی بات نہیں سنی کہ جسے اس کے شوہر کی محبت نے اپنے باپ کی بات ماننے اور نصیحت سننے سے روک دیا ہو۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ میں تمہیں اس بارے میں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ تم مجھے اس کی کمر توڑنے کا

موقع فراہم کر دو ورنہ پھر میں خود تمہیں قتل کر دوں گا یا تم اسے قتل کر دو۔ اس پر اس کی بیٹی نے کہا مجھے کچھ مہلت دو میں فرصت میں سوچ کر آپ کو جواب دوں گی۔

احمد بن مبارک کہتے ہیں کہ ہمیں جویبر نے ضحاک کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس لڑکی نے ایک مشکیزہ لیا اور اسے شراب سے بھر لیا اور اس میں مشک وعنبر کی خوشبو ڈال دی پھر اس مشکیزے کو حضرت داؤد کے بستر پر لٹا کر اس پر لحاف ڈال دیا (اور یہ ظاہر کیا کہ یہ حضرت داؤد سو رہے ہیں) اور اس بات کو حضرت داؤد علیہ السلام کے گوش گذار کر دیا۔ پھر اپنے باپ طالوت کو خبر کر دی کہ جاؤ اور حضرت داؤد کو قتل کر دو طالوت گھر میں داخل ہوا تو بیٹی نے کہا جاؤ وہ رہا داؤد اب تم جانو اور وہ جانے۔ تو طالوت نے اندازے سے دل کی جگہ پر تلوار رکھ کر اسے زور سے دبایا اور اسے پار کر دیا اس سے شراب نکل کر بہہ پڑی اور گھر میں مشک وعنبر کی خوشبو پھیل گئی تو طالوت نے کہا کہ داؤد تو مرنے کے بعد بھی کتنا خوشبودار ہے اور تیری زندگی میں تجھ سے زیادہ میں خوشبو والا تھا اور تو تو پاک صاف تھا۔ اور طالوت نادم ہونے لگا اور خوب رویا اور اپنی تلوار سے خود اپنا کام تمام کرنے کی کوشش کرنے لگا تو اس کی بیٹی نے اسے پکڑ لیا اور کہا ابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے تو اپنے دشمن پر فتح پا کر اسے قتل کر دیا ہے اور اللہ نے آپ کو اس سے سکون عطا فرما دیا ہے اور بادشاہت آپ کیلئے خالص کر دی۔ تو طالوت نے کہا کہ میری بچی! تجھے معلوم ہے کہ حسد اور غیرت نے مجھے اس کے قتل پر ابھارا اور میں جہنمی بن گیا ہوں اور بنی اسرائیل اس بات پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔ میں تو خود اپنا قاتل ہوں۔ تو بیٹی نے کہا کہ ابا جان اگر آپ نے داؤد کو قتل نہ کیا ہو تو کیا آپ خوش ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو گھر میں سے نکالا اور کہا کہ ابا جان آپ نے داؤد علیہ السلام کو قتل نہیں کیا تھا، داؤد یہ رہے۔ یہ دیکھ کر طالوت نادم ہو گیا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں ابن سمعان نے مکحول کے حوالے سے بتایا کہ اہل کتاب کا گمان یہ ہے کہ طالوت نے اللہ تعالیٰ سے توبہ قبول کرنے کی درخواست کی اور اپنے گناہ کا کفارہ ڈھونڈنے لگا۔ اور ایک بنی اسرائیل کی بڑھیا کے پاس آیا جسے اللہ تعالیٰ کا وہ اسم معلوم تھا جس کے ذریعے دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے۔ طالوت نے اس بڑھیا

کو کہا کہ میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس کے کفارے کے بارے میں صرف الیسع بتا سکتا ہے کیا مجھے تم اس کی قبر پر لے چلو گی؟ اور وہاں جا کر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ وہ مجھے میرے گناہ کا کفارہ بتادے؟ تو اس بڑھیا نے ہاں کر دی اور اسے اس قبر تک لے آئی اور وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو الیسع وہاں نکل آئے اور کہا کہ اے طالوت کیا تیرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ تو نے مجھے میری آرام گاہ سے نکلوالیا ہے۔ طالوت نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! مجھ پر میرا معاملہ تنگ ہو گیا تھا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں آپ سے پوچھوں۔ تو حضرت الیسع علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ تو اور تیرے گھر والے جھاد میں شریک رہیں حتی کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔ یہ کہہ کر الیسع تو اپنی آرام گاہ میں واپس لوٹ گئے اور طالوت نے ایسا ہی کیا حتی کہ وہ خود بھی راہ خدا میں قتل کیا گیا اور اس کے اہل بیت بھی قتل کیے گئے۔

(۹)

بنی اسرائیل کے ایک شہزادے کی توبہ

بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں ایک شخص تھا، جس کی لمبی عمر، بہت زیادہ دولت، اور بہت اولاد عطا ہوئی تھی اور اس کی اولاد میں جب کوئی بڑا ہوتا تو وہ بیٹا بالوں کا لباس پہن لیتا اور پہاڑوں میں چلا جاتا اور درخت کے پتے کھاتا اور عبادت کیلئے بیابانوں میں رہتا حتی کہ اسے موت آجاتی اس طرح بہت سوں نے کیا اور یکے بعد دیگرے اس کے سارے بیٹے اسی راستے پر چل پڑے۔

بڑھاپے میں اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور کہا کہ میرے بوڑھا ہونے کے بعد میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور تم اپنے اوپر میری شفقت سے واقف ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ لڑکا بھی اپنے بھائیوں کے طریقے پر نہ چل پڑے اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ اگر میرے بعد تم پر میرا کوئی بیٹا نہ ہوا تو تم لوگ تباہ ہو جاؤ گے لہذا اس بچے کو اس کے بچپن ہی سے لے جاؤ اور اس کو دنیا کی محبت دلاؤ۔ شاید میرے بعد یہ تم پر باقی رہے۔ لہذا تم اس کیلئے ایک [1] فرسخ اونچی اور ایک فرسخ چوڑی دیوار بنادو پھر وہ

[1] فرسخ تین ہاشمی میل یا بارہ ہزار گز یا دس ہزار گز کو کہتے ہیں۔ (القاموس المحیط ص ۲۷۵۔۱)

لڑکا اس میں کافی عرصہ رہا۔

پھر (جوان ہونے کے بعد) ایک دن یہ سواری کرنے نکلا تو وہاں ایک لمبی چوڑی دیوار حائل نظر آئی تو یہ کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ اس دیوار کے پیچھے انسان اور دوسری دنیا میں موجود ہے۔ مجھے یہاں سے نکالو تاکہ میں اپنا علم زیادہ کروں اور لوگوں سے ملوں۔ یہ بات اس کے باپ کو کہی گئی تو وہ گھبرا گیا اور اسے خوف ہوا کہ کہیں یہ اپنے بھائیوں کے طریقے پر نہ چل پڑے تو اس نے کہا کہ سارے کھیل کود اس کے سامنے جمع کردو۔ تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر یہ دوسرے سال بھی سواری کو نکلا اور پھر کہا اب یہاں سے نکلنا ضروری ہے تو اس بوڑھے بادشاہ کو خبر کی گئی تو اس نے کہا اس کو دیوار سے باہر لے جاؤ تو فوراً ایک سوار کا انتظار کیا گیا اور اسے سونے اور جڑاؤ موتیوں سے مزین کیا گیا اور اس کے ارد گرد کثیر تعداد میں لوگ بھی چلے۔ جس وقت یہ لوگ چل رہے تھے تو انہیں ایک بیمار شخص نظر آیا اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا بیمار شخص ہے۔ اس نے کہا کیا بیماری کسی ایک آدمی کو لگتی ہے یا ہر آدمی اس سے خائف ہے۔ جواب ملا کہ سب خائف ہیں اس نے پوچھا کہ کیا جس حالت میں اس وقت میں ہوں اس حالت میں بھی ہو سکتی ہے۔ جواب ملا ہر شخص خائف ہے اس نے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں اس حالت میں بھی ہو سکتی ہے۔ تو اس نے کہا کہ تمہاری اس زندگی پر "اف" ہے۔ یہ تو بیکار زندگی ہے، یہ کہہ کر یہ غمگین حالت میں لوٹا۔ تو اس کے باپ کو بات بتائی گئی تو اس نے کہا کہ ہر کھیل اور باطل چیز اس کے سامنے پھیلا دو یہاں تک اس کے دل سے وہ غم اور رنج نکل جائے۔

ایک سال اسی حالت میں گذر گیا، پھر اس نے کہا مجھے باہر لے کر چلو، تو اسے پہلے کی طرح لے جایا گیا راستے میں ایک انتہائی بوڑھا شخص نظر آیا اس کے منہ سے تھوک و رال نکل کر بہہ رہے تھے اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا ایک بہت بوڑھا شخص اس نے کہا کہ کیا جب عمر زیادہ ہو جائے تو ہر ایک ایسا ہو جاتا ہے یا کوئی کوئی ہوتا ہے۔ جواب دیا گیا کہ ہر شخص کیلئے اس کا خوف ہے۔ تو اس نے کہا تمہاری اس زندگی پر اف ہے یہ زندگی کسی کیلئے بہتر نہیں۔ یہ بات بھی اس کے باپ کو بتائی گئی تو اس نے کہا کہ اس کے سامنے کھیل کود اور باطل برپا کردو تو ایسا ہی کیا گیا۔

پھر ایک سال اسی حالت میں گذرا پھر اس کو دوبارہ اسی طرح باہر لے جایا گیا تو اس نے دیکھا کہ چند لوگ ایک چارپائی کندھوں پر رکھے لا رہے ہیں اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا ایک شخص مر گیا ہے۔ اس نے پوچھا موت کیا ہوتی ہے۔ میرے پاس اس شخص کو لاؤ چنانچہ جنازہ لایا گیا۔ اس نے کہا اسے بٹھاؤ۔ لوگوں نے کہا یہ بیٹھ نہیں سکتا۔ اس نے کہا کہ اس سے بات کرو۔ لوگوں نے کہا یہ بات نہیں کر سکتا۔ اس نے پوچھا کہ تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ جواب ملا کہ ہم اسے زمین میں دفن کرنے لے جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ لوگوں نے کہا حشر ہوگا۔ اس نے پوچھا کہ حشر کیا ہے۔ جواب ملا کہ "جس دن اللہ رب العزت کے سامنے سب لوگ حاضر ہوں گے اور ہر ایک کو اس کی نیکیوں کے مطابق اجر اور بدی کے مطابق سزا ملے گی۔ اس نے پوچھا کہ کوئی اور جگہ بھی ہے جہاں تم جاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ تو اس نے خود کو گھوڑے سے گرا دیا اور اپنے منہ میں مٹی ڈالنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میں اسی چیز سے ڈرتا تھا کہ یہ وقت مجھ پر آئے گا اور مجھ کو پتہ بھی نہ ہوگا اور میرا رب عطا کرتا ہے حشر کرے گا اور آگے لے جائے گا۔ یہ تمہاری میری آخری ملاقات ہے اور آج کے بعد میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ لوگوں نے کہا ہم جب تک تجھے تیرے باپ کے پاس نہ لے جائیں تجھے چھوڑیں گے نہیں۔

تو یہ اسے اس کے باپ کے پاس لے آئے اور خوف کے مارے خطرہ تھا کہ اس کا خون نکل پڑے باپ نے کہا میرے بچے یہ گھبراہٹ کیسی ہے۔ اس نے کہا میری گھبراہٹ اس دن کیلئے ہے جس دن ہر چھوٹے بڑے کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر اس نے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ میں آج رات ہی سفر کیلئے نکل جاؤں گا جب آدھی رات قریب ہوئی تو یہ نکلا اور جب محل کے دروازے سے نکلا تو کہا کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسا حکم مانگتا ہوں جس میں نہ تھوڑا میرا ہو نہ زیادہ، جس میں فیصلے ہو چکے ہوں۔ میرے خدا پانی پانی میں تھا اور مٹی مٹی میں اور میں اپنی ان آنکھوں سے دنیا کو ایک نظر بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔

بکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ ایسا آدمی تھا جو محض ایک گناہ کی وجہ سے دنیا چھوڑ کر نکل پڑا اور اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کی سزا کیا ہے۔ ان لوگوں کا کیا حال

ہے جو گناہ کرتے ہیں اور انہیں معلوم بھی ہے کہ اس کی سزا کیا ہے۔ اور اس پر نہ دل تنگ ہوتا ہے نہ گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ توبہ کرتا ہے۔

(۱۰)

خورنق کے بانی نعمان کی توبہ

خالد بن صفوان بن الاہتم سے مروی ہے کہ۔

ایک بادشاہ خورنق [۱] اور سدیر [۲] کی جانب سیر کو نکلا اس سال ربیع کی پہلی بارش ہوئی تھی اور بارشوں کا سلسلہ جاری تھا اور زمین میں ہر طرف ہریالی پھیلی ہوئی تھی اس بادشاہ کو علم و جسم کمال اور فضیلت عطا کی گئی تھی اور غلبہ، طاقت اور افرادی قوت کا مالک تھا، اس نے اس ہری بھری زمین کی جانب دیکھا اور اچھی طرح لطف اندوز ہونے کے بعد اپنے ہمراہیوں سے پوچھا یہ سب کس کا ہے۔ انہوں نے کہا، بادشاہ کا۔ تو بادشاہ کہنے لگا، کیا تم نے کسی اور کو دیکھا ہے جس کو یہ سب کچھ، جیسا مجھے حاصل ہے، اسے بھی ملا ہو۔

خالد کہتے ہیں کہ وہاں ایک شخص کتاب الٰہی کے حاملین میں سے موجود تھا "اور زمین کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کے دلائل کے حاملین سے خالی نہیں ہوتی" اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کیا جس بارے میں آپ نے سوال کیا ہے اس کا جواب مجھے دینے کی اجازت دیں گے۔ بادشاہ نے کہا ضرور۔ تو اس شخص نے کہنا شروع کیا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہمیشہ سے آپ ہی کی ہے یا آپ کے پاس میراث میں آئی ہے۔ بادشاہ نے کہا میراث میں آئی ہے۔

وہ شخص بولا۔ پھر یہ چیز آپ کے پاس سے بھی ختم ہو جائے گی اور آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دی جائے گی۔ بادشاہ بولا ہاں اسی طرح ہوگا۔ تو اس شخص نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایک معمولی سی چیز پر فخر کیا ہے جس میں آپ خود ایک قلیل وقت کیلئے ہیں اور لمبے عرصے کیلئے آپ دوسری جگہ منتقل ہو جائیں گے اور کل

---

[۱] "خورنق نعمان اکبر کا محل ہے (قاموس المحیط ص ۲۳۴/ ۳)

[۲] سدیر، حیرہ کی معروف جگہ ہے یا ممان بادشاہوں کا محل معجم البلدان (ص ۵۴/ ۵)

آپ کا اپنا حساب کتاب ہو گا۔ اس نے مزید کہا۔ بادشاہ سلامت مجھے آپ پر افسوس ہے اس حقیقت سے فرار ممکن نہیں۔ اس وقت تک بادشاہ پر کپکپی طاری ہو چکی تھی۔ اس شخص نے پھر کہا بادشاہ سلامت آپ سوچ لیں کہ آپ اس ملک میں بادشاہت کریں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اس میں عمل کریں باوجود اس کے کہ آپ کو تکلیف ہو یا خوشی آپ کا دل دکھے یا جلے، یا پھر آپ بادشاہت چھوڑ دیں اپنا تاج اتار کر اونی (درویشانہ) لباس پہن لیں اور اس پہاڑ میں اپنے رب کی عبادت کریں حتیٰ کہ آپ کا وقت پورا ہو جائے۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میں آج کی رات سوچوں گا اور تمہیں صبح بتاؤں گا اور دونوں راستوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لوں گا۔

جب صبح ہوئی تو بادشاہ نے اس شخص کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ میں نے اس پہاڑ، بیابان اور تنہائی میں بھٹکنے کو چن لیا ہے اور میں نے پرانے کپڑے پہن کر تاج اتار دیا ہے اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو پیچھے نہ رہو۔ تو یہ دونوں ایک پہاڑوں میں جا بیٹھے اور وہاں عبادت میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ ان دونوں کا وقت پورا ہوا اور وفات ہو گئی۔

یہ وہ بادشاہ ہے جس کے بارے میں بنو تمیم کے بھائی، عدی بن زید عبادی [1] نے یہ اشعار کہے تھے۔

ایها الشامت المعیر بالدهر انت المبراء الموفور

اے، زمانے کو گالی دینے اور عار دینے والے
تو (عقل سے) بہت زیادہ دور ہے۔

ام لدیك العهد الوثیق من الا یام بل انت جاهل مغرور

یا تیرے پاس ایام کا کوئی لکھا ہوا معاہدہ ہے
بلکہ تو جاہل اور دھوکے میں ہے۔

---

[1] یہ عدی بن زید بن حماد بن زید عبادی تمیمی ہے۔ شاعر اور جاہلی دور کا بڑا ذہن فطین شخص تھا عربی فارسی میں ماہر تھا یہ پہلا شخص ہے جسے کسریٰ کے دربار میں بڑا رتبہ ملا اور اسے عرب کیلئے ترجمان کے طور پر رکھ لیا گیا تھا اس نے ہند بنت نعمان بن منذر سے شادی کی تھی جس نے اسے حیرہ میں قید کروا کر سن ۳۵ قبل الہجرہ میں قتل کروا دیا تھا۔ (الاعلام ص ۲۲۰۔۴)

این کسری کسری الملوك انوشر
وان ام این قبله سابور

بادشاہ کسری کہاں ہے کیا نوشیروان
یا اس سے پہلے سابور ہے۔

وبنو الا صفر الکرام ملوك ال
روم لم یبق منهم مذکور

بنو اصفر کے معزز روم کے بادشاہ تھے
ان میں سے کسی کا تذکرہ باقی نہیں۔

واخوا الحضر اذبنا ہ واذ دج
لته تجبی الیه و الخابور

اور حضر کا بھائی جب اس نے اسے بنائے
اور جب دجلہ اور خابور اس کی طرف کھینچے گئے۔

شاده مر مرأوجلله کل
سافللطیر فی ذراه و کور

اس نے اسے گارے سے بلند کیا اور چونے سے
مزین کیا اور پرندوں کیلئے اس کے صحن میں گھونسلے تھے۔

لم یهبه ریب المنون فبادال
ملك عنه فبابه مهجور

اسے موت کے دھوکے نے ھبہ نہیں کیا
اس کا ملک ظاہر ہوا اور دروازے اس میں کھلے ہوئے تھے۔

وتذکر رب الخورنق اذا شـ
رف یوما للهدی تفسکیر

اور یاد کر خورنق کے مالک کو
جب اس نے ہدایت کیلئے سوچ وبچار کی

سره ماله و کثره مایم
لك والبحر معرضا والسدیر

اسے اس کا مال اور ملکیت کی کثرت
لمبا چوڑا سمندر اور اپنا محل بہت پسند تھا۔

فارعوی قلبه وقال وما غب
طته حيّ الى المهات يصير

پس اس کا دل پلٹ گیا اور اس نے کہا
اسے زندگی کی کوئی خوشی نہیں جو موت کی طرف لے جائے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ نعمان بن امرؤالقیس الاکبر[1] یہ وہ شخص ہے جس نے خورنق بنایا تھا۔ ایک دن خورنق دیکھنے کیلئے سوار ہوا اور اس کے ارد گرد کے نظارے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے بولا کہ کیا تمہیں کوئی ایسا معلوم ہے جس کو میری طرح یہ سب کچھ ملا ہو۔ سب نے کہا نہیں۔ مگر ایک شخص خاموش رہا اور نہ بولا یہ شخص وہاں کے دانشوروں میں سے تھا۔ تو بادشاہ نے اسے کہا کہ تم کیوں نہیں بولتے۔ اس نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بات کروں۔ بادشاہ نے کہا بولو۔ تو اس نے کہا کہ بھلا دیکھو تو جو کچھ تم نے جمع کیا ہے، کیا یہ ہمیشہ رہے گا ختم نہ ہوگا۔ بادشاہ نے کہا نہیں بلکہ یہ سب مجھ سے پہلے والوں کے پاس تھا ان سے ختم ہو کر میرے پاس آیا ہے اور اسی طرح چلا جائے گا تو اس دانشور نے کہا کہ پھر آپ ایسی چیز پر خوش ہو رہے ہیں جس کی لذت کل کو ختم ہو جائے گی اور تمہارے بعد والے اس پر قابض ہو جائیں گے آپ ان نعمتوں میں تھوڑا سا رہیں گے پھر اس زمین طویل زمانے تک بطور رھن پڑے رہیں گے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ بادشاہ رونے لگا اور بولا اب میں کہاں جاؤں۔

دانشور نے کہا دو راستے ہیں یا تو آپ بادشاہت کریں اور رب کی اطاعت کے ساتھ معاملہ کریں یا پھر ٹاٹ کے کپڑے پہن کر پہاڑوں میں جا بیٹھیں اور لوگوں سے بھاگ کر اکیلے ہو جائیں اور اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو جائیں حتی کہ آپ کی اجل آن پہنچے۔

بادشاہ نے کہا جب میں ایسا کروں گا تو مجھے کیا ملے گا۔ دانشور نے کہا کہ آپ کو وہ

---

[1] یہ غالباً امرؤالقیس اول ہے اور اس کا نام امرؤالقیس بن عمرو بن عدی بن نصر اللخمی ہے قحطان سے تعلق عراق میں دولت لخمیہ کا دوسرا بادشاہ ہے "ملک عرب" کا لقب پایا اور اس کی بادشاہت ۳۵ سال کے عرصہ تک محیط رہی یہ پہلا شخص ہے جو نصرانی بنا۔

زندگی ملے گی جسے موت نہیں۔ ایسی جوانی ملے گی جسے بڑھاپا نہیں۔ ایسی صحت جسے مرض نہیں اور ایسی نئی بادشاہت جو بوسیدہ نہیں ہوگی۔ بادشاہ نے اس دانشور کو کہا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یہ سب کچھ فانی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں تو بادشاہ نے کہا اور فنا ہونے والی چیز میں بھلائی کہاں ہے۔ خدا کی قسم میں ایسی زندگی تلاش کروں گا جو کبھی ختم نہیں ہوگی

اصمعی کہتے ہیں کہ اس نے بادشاہت چھوڑ دی ٹاٹ پہن کر بیابانوں میں نکل گیا اور یہ دانشور بھی اس کے ساتھ ہولیا اور ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی حتی کہ موت کا وقت آگیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں عدی بن زید نے یہ اشعار کہے ہیں۔

وتذ کر رب الخورنق اذاش

رف یوما وللهدی تفکیرٌ الخ

اسی کے بارے میں اسود بن یعفر [1] کے اشعار بھی ہیں۔

ماذا اومل بعد آل محرق

ترکوا مناز لهم وبعد اياد

آل محرق کے بعد میں یا امید رکھوں

جنھوں نے اپنے گھر قوت حاصل ہونے کے بعد چھوڑ دیئے۔

اهل الخورنق والسدير وبارق

والقصر ذی الشرفات من سنداد

جو خورنق سدیر اور بارق نہر

اور خوبیوں والے محل سنداد والے کے مالک تھے۔

نزلوا بانقره یسیل عنهم

ماء الفرات یجیئی من اطواد

انقرہ میں رہے ان پر پہاڑوں سے

فرات کا پانی بہتا ہوا آتا تھا۔

ارض تخیرها لطیب مقیلها

---

[1] یہ اسود بن یعفر النہشلی الدارمی التمیمی ہے۔ ابو نہشل اور ابو الجراح لقب وہیں۔ بنو تمیم کے سرداروں میں سے تھا بڑا شاعر تھا۔ اسے اعشی بنی نہشل بھی کہا گیا ہے سنہ ۲۲ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۱/ ۳۳۰)

كعب بن مامة وابن ام دائود

اس زمین کو اس کی عمدگی کی وجہ سے
کعب بن مامہ اور ام داؤد کے بیٹے نے چنا تھا۔

جرت المرياح على محل ديارهم
فكانما كا .. نواعلى ميعاد

ان کے گھروں پر ہوائیں ایسے چلتی تھیں
جیسے کہ ان کا وقت مقرر ہے۔

فارى النعيم وكل مايلهى به
يوما يصير الى بلى ونفاد

میں نعمتوں اور ہر مشغول کرنے والی چیز کو دیکھتا ہوں
کہ ایک دن وہ بوسیدہ اور فنا ہو جائیں گی۔

(۱۱)

ایک بادشاہ کی توبہ

محمد بن احمد البراء نے اپنی کتاب "الروضۃ" میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ عون بن عبداللہ بن عقبہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک قصہ سنایا اور گویا کہ ان سے بھی اسی قسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے انہیں سنایا کہ۔

ہم سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس نے ایک خوبصورت عمارت بنوائی اور بہت محنت اور خرچ سے تیار کروائی اس کے بعد دعوت عام کی اور سب لوگوں کو بلوایا اور عمارت دکھائی اور عمارت کے دروازے پر کچھ لوگ مقرر کر دیئے جو آنے جانے والوں سے پوچھتے کہ کیا تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا ہے۔ لوگ کہتے نہیں۔ آخر میں کچھ لوگ آئے جنہوں نے عبائیں پہنی تھیں ان سے پوچھا کہ تم نے کوئی عیب دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ دو عیب ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے ان کو فوراً پکڑ لیا اور بادشاہ کو خبر کر دی کہ کچھ لوگ اس عمارت میں دو عیب بتا رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے

ایک عیب بھی برداشت نہیں ہے یہ دو کس طرح۔ لاؤان کو۔ ان لوگوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا دو عیب ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا۔ جواب دیا کہ یہ عمارت بالآخر ختم ہو جائے گی اور اس کا بنانے والا مر جائے گا۔

بادشاہ نے پوچھا کیا کوئی ایسی جگہ بھی ہے جو خراب نہ ہو اور بنانے والا نہ مرے انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا وہ کیا۔ جواب دیا آخرت کا گھر۔ پھر ان نوجوانوں نے بادشاہ کو دعوت فکر دی۔ بادشاہ نے قبول کر لی اور پھر کہا کہ اگر میں اعلانیہ طور پر تمہارے ساتھ چلوں گا تو میری قوم جانے نہیں دے گی لہذا تمہارا اور میرا فلاں وقت اور جگہ کا وعدہ رہا۔ وقت مقررہ پر بادشاہ ان کے پاس پہنچ گیا اور کافی عرصہ تک ان کے ساتھ رہا۔

پھر ایک دن انہیں سلام کر کے جانے لگا۔ انہوں نے پوچھا کیا ہوا۔ کیا تم نے ہم میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا تو پھر جا کیوں رہے ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہیں خود معلوم ہے کہ تم میری سابقہ پوزیشن کی وجہ سے میرا بہت لحاظ واکرام کرتے ہو۔ (یہ مجھے پسند نہیں)

گویا اس کے آثار عمر بن عبدالعزیز پر ظاہر ہوئے تو میں نے مسلمہ کو جا کر بتادیا وہ ان کے پاس آئے اور وہ اسے یہ قصہ سنا چکے تھے تو مسلمہ کو کہا کہ مجھے تم پر افسوس ہے تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص کی طاقت سے باہر، وزن اس پر رکھ دیا گیا ہے (یعنی خلافت) کیا تم اس پر بوجھ دیکھ رہے ہو۔ تو مسلمہ نے کہا اے امیر المومنین امت محمدیہ کے بارے میں اللہ ڈرو اگر آپ نے خلافت چھوڑی تو یہ لوگ آپس میں لڑ لڑ کر مر جائیں گے حضرت عمر نے کہا کہ مجھے افسوس ہے مسلمہ، ایک شخص کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دیا ہے۔ مسلمہ انہیں سمجھاتے رہے حتی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مان گئے۔

(۱۲)

امرؤ القیس شاعر کی توبہ

ازدی سے مروی ہے کہ امرؤ القیس الکندی [۱] کھیل، لہو ولذت بہت زیادہ مصروف اور تماشوں میں بہت زیادہ لٹنے شخص تھا پھر ان سب کو چھوڑنے والا شخص بنا۔

ایک مرتبہ یہ سوار ہو کر کسی گاہوں کی طرف یا شکار کے ارادے سے چلا تو اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ پھر اسے ایک شخص نظر آیا جو مردوں کی ہڈیاں جمع کر رہا تھا اور انہیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ امرؤ القیس نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا قصہ ہے بھائی۔ اور یہ تمہارا برا حال کیوں ہے۔ یہ دبلا نحیف جسم، بدلا ہوا رنگ تو اس نے کہا میں ایک لمبے سفر کے پروں پر سوار تھا میرے ساتھ میرے دو رہبر تھے جو مجھے میری منزل پر لے جا رہے تھے یہ منزل بڑی تنگ جگہ والی، اندھیری گہرائی والی، اور ناپسند جگہ ہے۔ پھر وہ مجھے مصیبتوں کی مصاحبت اور ہلاکت کے پڑوس میں چھوڑ گئے نمناک مٹی کے نیچے۔ اگر مجھے اس منزل میں باوجود اس کی سختی تنگی، اور وحشت کے چھوڑ دیا جاتا اور اس کے کیڑے میرے گوشت اور ہڈیوں میں گھومتے، حتی کہ میں مٹی ہو جاتا اور میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جاتیں تو میری مصیبت ختم ہو جاتی اور بدبختی ختم ہو جاتی۔ لیکن مجھے حشر کی صبح تک کیلئے چھوڑ دیا گیا اور میں سزاء کی جگہوں کی ہولناکیوں پر آتا جاتا ہوں اور اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا کس گھر میں بھیجا جائے گا۔ اور جس شخص کو اسی جگہ آنا ہے وہ کسی طرح لذتوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

جب اس بادشاہ نے اس کی بات سن لی تو خود کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور اس

---

[۱] یہ امرؤ القیس بن حجر بن حارث کندی ہیں بنی آکل المرار سے تعلق ہے۔ عرب کا مشہور شاعر ہے۔ اس کا باپ اسد اور غطفان کا بادشاہ تھا اور اس کی ماں مہلہل شاعر کی بہن تھی۔ مہلہل نے اسے شعر کہنا سکھایا۔ بنو اسد نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا تو یہ ان سے انتقام کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اس بارے میں اس کے کئی اشعار بھی ہیں انقرہ میں سن ۸۰ ق ھ میں انتقال ہوا (الاعلام ص ۱۱/ ۲)

کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے انسان تیری بات نے میری زندگی کے مزے کو مکدر کر دیا ہے اور خوف میرے دل پر قابض ہو چکا ہے۔ مجھے اپنی بعض باتیں پھر سے سناؤ اور اپنے دین کی تشریح کرو۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ جو میرے سامنے ہے تو دیکھ رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ ان بادشاہوں کی ہڈیاں ہیں جنہیں دنیا کی رنگینیوں نے غفلت میں ڈال دیا تھا اور اپنے دھوکے سے ان کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا اور انہیں اس جگہ کی تیاری سے غافل کر دیا حتی کہ ان کی اجل نے انہیں آن لیا۔ اور ان کی امیدوں اور خواہشوں نے انہیں رسوا کر دیا اور نعمت کی رونق ان سے چھن گئی۔ ان ہڈیوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا اور جسم بنا کر ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں سکون کی جگہ یا ہلاکت کے گڑھے میں بھیج دیا جائے گا۔

اس کے بعد وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اور یہ اپنے ساتھیوں سے جاملا۔ اور اس وقت اس کا رنگ اڑ چکا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے پھر یہ نڈھال جسم کے ساتھ سوار ہوا۔ اور جب رات خوب ہو گئی تو اس نے بادشاہت کا لباس اتارا اور دو پرانے کپڑے پہنے پھر وہاں سے سب کو خیر باد کہہ کر نکل پڑا یہ اس کی بادشاہت کی آخری رات تھی۔

(۱۳)

یمن کے بادشاہ کی توبہ

مروی ہے کہ یمن کے بادشاہوں میں سے دو بادشاہوں کی جنگ ہوئی اور ایک بادشاہ نے دوسرے کو مغلوب کر کے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ پھر اس بادشاہ کیلئے شاہی بستر اور محل کو سجایا گیا اور اس سے لوگ ملنے کیلئے آئے۔ ایک مرتبہ بادشاہ بازار سے گذر رہا تھا کہ اس کے سامنے ایک شخص آ کر رک گیا جو پاگل مشہور تھا اس نے یہ اشعار پڑھے۔

تسمع من الا یام ان کنت حازما
فانک فیها بین ناه و آمر

اگر تو سمجھدار ہے تو گذشتہ ایام کی بابت سن
تو اس میں ایک منع کرنے اور حکم دینے والے کے درمیان ہے۔

فکم ملك قدرکم التراب فوقه
وعهدی به بالامس فوق المنابر

کتنے ہی بادشاہوں پر مٹی پڑ گئی
اور میرا وقت کل منبروں پر تھا۔

اذا کنت فی الدنیا بصیرا فانما
بلاغك منها مثل زادالمسافر

اگر تو دنیا میں آنکھ والا ہے تو یہاں
تجھے پہنچنے والی چیز زاد مسافر کی طرح ہے۔

اذاابقت الدنیا علی المرء دینه
فما فاته منها فلیس بضائر.

اور جب دنیا کسی شخص کے دین کو باقی چھوڑے
تو اس کا کچھ نہیں گیا اور نقصان نہیں ہوا۔

اس بادشاہ نے اسے کہا تو سچ کہتا ہے، اور گھوڑے سے اتر پڑا پھر اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں نکل گیا اور جاتے ہوئے ساتھیوں کو قسم دے گیا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں آئے گا۔ یہ اس کا آخری وقت تھا بادشاہت کا اور یمن کافی دن بغیر بادشاہ کے خالی رہا پھر لوگوں نے اپنا ایک بادشاہ چن لیا۔

(۱۴)

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کی توبہ

میں نے کتاب "ملتقط" میں پڑھا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا اور اس کے پاس صرف ایک اونی جبہ اور ایک مشکیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ جب

اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ میں دنیا کی کوئی چیز فقط اس جبے اور مشکیزے کے، چھوڑ کر نہیں جا رہا، اور قیامت کے دن مجھے ان کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اس لئے میرے مرنے کے بعد یہ جبہ اور مشکیزہ فلاں بادشاہ کو پہنچا دینا کہ وہ اپنے سامان مملکت کے ساتھ اسے بھی اٹھا لے۔

جب عابد کا انتقال ہو گیا تو اس کے مریدوں نے بادشاہ کو اس کی وصیت سنائی۔ تو بادشاہ کہنے لگا اور یہ عابد ایک جبہ اور مشکیزہ اٹھانے سے عاجز ہو گیا تو میں اتنی ساری دنیاوی چیزیں کیسے اٹھاؤں گا۔ اس نے وہ جبہ لے کر پہن لیا اور مشکیزہ لے کر، بادشاہت چھوڑ کر نکل پڑا اور لوگوں کو پانی مشکیزہ میں سے بھر کر پلایا کرتا۔

(۱۵)

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کیا وہ ایک چاندنی رات میں بیت المقدس کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا تو اسے اچانک اپنے کئے ہوئے کام (خطائیں) یاد آ گئے تو وہاں سے نکلا اور ایک رسی سے لٹک گیا اور وہ صبح تک مسجد میں رسی سے لٹکا رہا پھر وہاں سے چل دیا، وہ مصر کے کسی ساحل پر پہنچا وہاں دیکھا کہ لوگ اینٹیں بنا رہے ہیں اس نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ اینٹیں کیسے بناتے ہیں۔ اس کے بعد خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا اور اینٹیں بنا کر آمدنی سے اپنا پیٹ بھرتا اور جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا۔ ان مزدوروں نے اپنے سردار کو اطلاع دی کہ ہمارے ہاں ایک آدمی ہے اور وہ عجیب حرکتیں کرتا ہے۔ سردار نے تین مرتبہ اسے بلوایا مگر یہ نہ گیا آخر کار وہ خود چل کر اس کے پاس آیا، جب اس خلیفہ نے اسے آتا دیکھا تو وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی مگر اس نے پیچھا کر کے پکڑ لیا تو اس نے کہا، مجھے مہلت دو میں تم سے بات کرتا ہوں، پھر اس نے اپنے بارے میں ساری صورت حال

اسے بتادی، جب ساری بات بتاچکا تو سردار نے سوچا کہ یہ بادشاہ تھا اور صرف اپنے رب کے خوف سے (دنیا چھوڑ کر) بھاگ آیا ہے تو اس نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہوں پھر یہ بھی اس کے ساتھ ہو گیا، پھر یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے، حتیٰ کہ یہ دونوں [1] مصر میں "رمیلہ" [2] کے مقام پر انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس جگہ پر ہوتا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق ان دونوں کی قبروں تک پہنچ جاتا۔

(۱۶)

بنی اسرائیل کے عابد کے بیٹے کی توبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جسے وہ لوگ بہت پسند کرتے تھے ایک دن انہوں نے اپنے نبی کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور تعریف کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ واقعی ایسا ہے جیسا تم کہہ رہے ہو مگر وہ ایک سنت کا تارک ہے تو عابد کو یہ بات پتہ چلی تو اس نے کہا پھر میں اپنے آپ کو کیوں تھکا رہا ہوں۔

وہ اپنی جگہ سے اتر کر نبی کے پاس آیا اور وہاں اور لوگ بھی تھے یہ نبی علیہ السلام اسے چہرے سے پہچانتے نہ تھے اس عابد نے انہیں سلام کیا اور بولا۔ اے اللہ کے نبی! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے میرے بارے میں کہا ہے کہ میں ایک سنت کا تارک ہوں، اگر ایسا ہے تو میں دن رات لوگوں سے دور رہ کر خود کو کیوں تھکاتا ہوں۔ تو رب عزوجل سے سنت کا طلبگار ہوں۔ تو نبی بولے کہ تم فلاں عابد ہو۔ اس نے کہا جی ہاں، تو نبی نے فرمایا کہ ہاں ایک چیز ہے جو تو نے اسلام میں نئی گھڑی ہے اور وہ یہ کہ تو نے اب تک

---

[1] دیکھئے الھیثمی کی مجمع الزوائد (ص ۲۱۸۔۱۰)۔ ابن عدی کی الکامل (ص ۲۰۶۶۔۶) موسوعہ اطراف الحدیث النبوی، شریف (ص ۲۹۳۔۲)

[2] رمیلہ تصغیر کے ساتھ یہ بصرہ کے راستے میں ایک جگہ ہے۔ اور بحرین میں بھی ایک جگہ کا نام ہے سمعانی کہتے ہیں بیت المقدس کی ایک بستی ہے۔ معجم البلدان (ص ۲۹۲۔۴)

شادی نہیں کی۔ عابد نے کہا کیا صرف یہ بات ہے۔ نبی نے فرمایاہاں۔ تو جب نبی نے اس کو نرم دیکھا تو کہنے لگے کہ دیکھو اگر سب لوگ تمہاری طرح کرنے لگ جائیں تو مسلمانوں کا دشمن سے دفاع کون کرے گا اور مظلوم کی ظالم سے جان کون چھڑائے گا۔ اور پھر نماز کا بھی ذکر کیا گیا۔ تو عابد نے کہا آپ اے نبی صحیح فرماتے ہیں۔ میں اسے حرام نہیں سمجھتا بلکہ اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں نادار ہوتے ہوئے کسی مسلمان سے نکاح کرکے اس پر تنگی کروں میرے پاس اس پر خرچ کرنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے اور دولت مند لوگ مجھے رشتہ نہیں دیتے۔ تو نبی نے فرمایا کہ صرف یہی بات ہے۔ عابد نے کہا جی ہاں صرف یہی بات ہے تو نبی نے فرمایا کہ چلو میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کر دیتا ہوں۔ عابد نے کہا مجھے منظور ہے تو نبی نے اس کی اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔ اس شادی کے نتیجے میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں اس بچے کی پیدائش سے زیادہ کسی بچے پر خوشی نہیں منائی گئی۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ یہ ہمارے نبی اور ایک عابد کی اولاد ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے لئے بہت اہم کام کرے گا جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔

جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو بتوں کی عبادت کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے متبعین بھی بہت ہو گئے۔ ایک مرتبہ یہ ان کے ساتھ بیٹھا تھا کہنے لگا کہ مجھے تمہاری تعداد بہت نظر آتی ہے اور یہ قوم تم پر کچھ غالب معلوم ہوتی ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اصل میں ان کا ایک سردار موجود ہے جو انہیں اکٹھا رکھتا ہے اور ہمارا کوئی سردار نہیں۔ تو اس نے کہا کہ چلو آج سے میں تمہارا سردار ہوں لوگ بولے کہ آپ سرداری کریں گے۔ اس نے کہا ہاں تو یہ سب لوگ شہر چھوڑ کر نکل گئے۔

جب یہ بات نبی اور اس لڑکے کے باپ کو پتہ چلی تو سب لوگ بمعہ اس کے باپ کے نبی کے پاس آئے اور اس لڑکے کے پاس پندو نصیحت کیلئے کچھ لوگ بھیجے گئے مگر اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پھر نبی اور اس کا والد اپنے بیٹے کے مقابلے میں نکلے اور جنگ ہوئی اور بہت خون بہا۔ نبی وقت اور اس لڑکے کا باپ بھی قتل ہو گئے۔ بنو اسرائیل کو شکست ہو گئی اور اس لڑکے کی فوج نے بنو اسرائیل کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنا شروع کر دیا بنو اسرائیل کے احبار (علماء وصالحین) پہاڑوں میں جا چھپے اور اس لڑکے

کی حکومت مستحکم ہو گئی لوگ اس کے تابع ہو گئے۔

جب ان احبار نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ اگر چہ ہم اس لڑکے کیلئے علاقہ چھوڑ چکے ہیں مگر یہ ہمیں چھوڑے گا نہیں، ہم نے خود اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے ہم نے اپنے نبی اور عابد کو چھوڑ دیا اور بھاگ آئے اور وہ شہید ہو گئے۔ اور اب یہ لڑکا ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ تو انہوں نے آپس میں کہا کہ اللہ سے توبہ کرو اور اب ہم اس شخص کا مقابلہ کریں گے اور ہم توبہ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو اپنا امیر مقرر کیا اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور پہاڑوں سے اتر گئے اور موت تک لڑنے کا عزم کر لیا اور توبہ کر لی اور پھر مقابلے کیلئے نکلے اور پہلے دن صبح سے لڑائی شروع ہوئی حتی کہ رات سر پر آ پہنچی پھر دوسرے دن بھی خوب خون ریزی ہوئی حتی کہ رات ہو گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن بھی لڑائی ہوئی اور انہوں نے اللہ کے واسطے خوب صبر سے کام لیا اور بہت سخت جنگ لڑی۔ ان کے امیر نے انہیں کہا کہ مجھے اپنے لوگوں پر صبر نازل ہوتا نظر آرہا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاف کر کے ہماری توبہ قبول کر لی ہے اور اب فضا ہمارے حق میں ہے۔ اگر تم اس لڑکے کو پالو تو اسے زندہ پکڑنے کی کوشش کرنا، قتل نہ کر دینا۔ اس کے بعد یہ لوگ رات لڑتے رہے نہ وہ فریق فرار ہوا اور نہ یہ پیچھے ہٹے پھر جب دوسرا دن آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سچائی کو محسوس کر لیا تو ان کیلئے مدد نازل فرمائی اور دشمن کو اللہ کے حکم سے شکست ہو گئی اور وہ سب لوگ قتل ہو گئے اور اس لڑکے کو زندہ پکڑ لیا گیا۔

بنی اسرائیل اپنے امیر کے سامنے جمع ہو گئے اور کہا کہ ہمارے اس آدمی کی سزا کیا ہے جس نے ہمارے نبی کو اور اپنے والد کو قتل کیا اور ہمارے لوگوں میں بت پرستی داخل کی حتی کہ ہمارے لوگوں کو قتل بھی کیا اور مختلف شہروں میں منتشر کر دیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا اسے زندہ جلا دو۔ کسی نے کہا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، کسی نے کہا کہ اسے تکلیفیں دے کر مارو۔ تو جب بھی کوئی رائے آتی امیر یہ کہتا کہ "یہ خود اپنے اوپر آئے گی" بالآخر لوگوں نے کہا کہ آپ زیادہ جانتے ہیں۔ تو امیر نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ اسے ہم زندہ لٹکا دیتے ہیں نہ اسے کھانا دیں گے اور نہ ہی پانی، اور اسے قتل کریں گے اور نہ ہی چھوڑیں گے

یہاں تک کہ یہ بھوکا پیاسا مر جائے۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہاں یہی کرو چنانچہ اسے زندہ لٹکا دیا گیا اور اس کے پاس چوکیدار مقرر کر دیئے گئے۔

اسی حال میں تین دن گذر گئے اور یہ بجھ سا گیا اور اسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی تو اس نے اپنے ان جھوٹے خداؤں کو پکارنا شروع کیا اور ان میں سے سب سے افضل کو پکارا اور وہاں سے کوئی جواب نہ پاکر دوسری کو پکارا حتی کہ اپنے تمام جھوٹے خداؤں کو ایک ایک کر کے پکار لیا مگر ان کی طرف سے جواب نہ مل سکا۔ پھر رات کے درمیانی حصہ میں اس نے کہا۔ اے اللہ اے میرے نانا اور والد کے خدا۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور تیرے سوا دوسروں کی عبادت کی اور انہیں پکارا۔ اگر ان کے پاس کوئی بھلائی ہوتی تو وہ مجھے ضرور جواب دیتے۔ تو مجھے معاف کر دے اور مجھے اس حالت سے چھڑا دے۔

تو اس کی رسیوں کی گرھیں کھل گئیں اور یہ نیچے پہنچ گیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ یہ اپنے ایک ایک بت کو پکارتا رہا تو اسے کسی نے جواب نہ دیا۔ تو اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہنے لگا اے حنان اے منان۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے عرش سے لے کر زمین کے نیچے تک تیرے وجہ کریم کے علاوہ جتنے معبود ہیں سب جھوٹے اور باطل ہیں تو میری مدد فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے اس لکڑے سے کھول کر نیچے اتار لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے چوکیداروں نے پکڑ لیا اور اپنے امیر کے پاس لے آئے۔ اور بنو اسرائیل سب جمع ہو گئے تو امیر نے ان سے پوچھا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ اللہ نے تو اسے کھول دیا ہے اور آپ ہم سے مشورہ لے رہے ہیں۔ تو امیر نے کہا ہاں تم صحیح کہتے ہو مگر میں نے چاہا کہ تم سے بھی پوچھ لوں۔ پھر حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ واللہ! پھر بنی اسرائیل میں اس لڑکے کے بعد اس سے بہتر اور افضل شخص کوئی نہیں تھا۔

(۱۷)

ایک بادشاہ اور اللہ کی عبادت نہ کرنے والی قوم کی توبہ

بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت ہے کہ

تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا، مسلمانوں نے اس سے جنگ کی اور اسے زندہ پکڑ لیا، اور آپس میں مشورہ کیا کہ اسے کس طرح قتل کریں۔ پھر انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ ایک بڑی دیگ میں اس کو ڈال کر اس کے نیچے آگ جلادی جائے اور اسے موت سے پہلے عذاب کا مزہ چکھادیا جائے تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اب اس بادشاہ نے یکے بعد دیگرے اپنے جھوٹے خداؤں کو پکارنا شروع کیا اور وہ کہتا۔ اے فلاں۔ میں جو تیری عبادت کرتا تھا اور تیرے لئے نمازیں پڑھتا اور تیری چہرے کو چھوتا تھا اس واسطے سے میری مدد کر۔ جب اس نے دیکھا کہ کوئی مدد کو نہیں آتا تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر بولا لا الہ الا اللہ۔ اور نہایت اخلاص سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش برسائی جس سے آگ بجھ گئی اور ایک ہوا آئی اور اس دیگ کو اڑا کر لے گئی اور یہ دیگ آسمان اور زمین کے درمیان چکر لگاتی رہی اور یہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی قوم کے درمیان پھینک دیا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتی تھی۔ یہ اس وقت بھی "لا الہ الا اللہ" کہہ رہا تھا ان لوگوں نے اس کو دیگ سے نکالا اور کہا تیرا ستیاناس۔ تجھے کیا ہوا۔ (یہ کیا کہہ رہا ہے۔) اس نے بتایا کہ میں فلاں قوم کا بادشاہ ہوں اور وہ میری مملکت تھی پھر اس نے انہیں اپنا قصہ سنایا تو یہ ساری قوم (توبہ کر کے) ایمان لے آئی۔

(۱۸)

ایک ظالم بادشاہ کنعان اور اس کی قوم کی توبہ

اسحاق بن بشر کہتے ہیں کہ مجھے ابن سمعان کے حوالے سے اہل کتاب کے بعض علماء سے بیان کیا گیا کہ

ذوالکفل یعنی الیسع بن خطوب، جو حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ یہ وہ الیسع نہیں ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے یہ الیسع ذوالکفل حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے تھے۔ ان کا قصہ ہے کہ وہاں ایک ظالم بادشاہ کنعان نامی ہوا کرتا تھا اور اس کے ظلم وعدوان کا کوئی مقابلہ نہیں کر پاتا تھا۔ یہ ذوالکفل اس کے وقت میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کی مملکت میں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی کہ ایک شخص تمہاری مملکت میں فساد مچا رہا ہے اور تمہاری عبادت کے سوا غیر کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ (کنعان نے خدا ہونے کا دعوی کر رکھا تھا) کنعان نے ان کے قتل کے احکامات جاری کیے اور انہیں گرفتار کروا کے دربار میں حاضر کیا۔ ذوالکفل جب دربار میں آئے تو بادشاہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہو۔ ذوالکفل نے کہا "پہلے میری بات سن لو اسے سمجھو اور خواہ مخواہ غصہ نہ کھاؤ، کیونکہ غصہ نفس کا دشمن ہے وہ حق اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور خواہشات کا داعی ہے اور جو طاقتور ہو اسے غصہ کرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ طاقتور اپنے ارادہ پر قادر ہوتا ہے۔ تو بادشاہ نے کہا اچھا" بات کرو۔

تو ذوالکفل نے کہنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک اور اس کی حمد سے بات شروع کی اور کہا کہ "کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو خدا ہے۔ اگر خدا ہے تو اپنی مملکت کا ہے یا پوری دنیا کا۔ اگر محض اپنی مملکت کا ہے تو تیری مملکت سے باہر تیرا کوئی شریک بھی ہوگا اور اگر پوری دنیا کا ہے تو تیرا خدا کون ہے؟ تو کنعان نے کہا تیرا برا ہو میرا خدا کون ہے۔ تو ذوالکفل بولے کہ آسمان اور زمین کا خدا جو ان کا خالق بھی ہے۔ اور سورج چاند ستاروں کا خدا

اور خالق بھی ہے۔ تو تو اللہ سے ڈر اور اس کی سزا سے خوف کر۔ اگر تو اس کی عبادت کرے گا اور توحید کا اقرار کرے گا تو میں تیرے لئے ثواب اور اس کے اچھے پڑوس امید کرتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ جو تمہارے خدا کی عبادت کرے اس کی جزاء کیا ہے۔ ذوالکفل نے کہا مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ اس نے پوچھا جنت کیا ہے۔ ذوالکفل نے کہا ایک گھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بنایا ہے اور اسے اپنے دوستوں کی رہائش گاہ قرار دیا ہے اللہ انہیں قیامت میں بے ریش نوجوان ہمیشہ کیلئے داخل کردے گا۔ ان کی جوانی ختم نہ ہوگی ہمیشہ اس میں ہی رہیں گے۔ نعمتوں، خوشی اور سرور میں رہیں گے۔ کنعان نے پوچھا کہ جو اس کی عبادت نہ کرے اور نافرمانی کرے اس کی سزا کیا ہے۔ اس نے کہا جھنم اور اس میں شیطانوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے اور زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ کبھی موت نہیں آئے گی ہمیشہ کے عذاب اور طویل ذلت میں رہیں گے۔ جن وانس کا لشکر (زبانیہ) ان کی مرمت کرے گا لوہے کے کوڑوں سے۔ ان کا کھانا زقوم اور ضریع [1] ہوگا اور پینے کیلئے پیپ دی جائے گی۔

بادشاہ پر خوف طاری ہو گیا وہ اپنے کیے پر نادم ہو کر رونے لگا۔ اور ذوالکفل کو کہا کہ اگر میں ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ ذوالکفل نے کہا جنت۔ اس نے کہا اس کا ضامن کون ہے۔ ذوالکفل نے کہا میں اس بات کا ذمہ دار ہوں میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام ایک خط دوں گا جب تو اس کے پاس پہنچے تو اس کتاب کے مطابق اس سے مطالبہ کرنا وہ تجھے پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔ بیشک وہ قادر و قاہر ہے تجھے پورا دے گا اور زیادہ کرے گا۔ تو بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں خیر کا ارادہ کر لیا تو اس نے کہا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے نام خط لکھو تو ذوالکفل نے لکھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط فلاں کفیل نے اللہ کے نام کنعان بادشاہ کیلئے لکھا ہے فلاں کی کفالت کیلئے اگر یہ توبہ کرے اور رجوع ہو جائے اور اللہ کی عبادت کرے تو وہ اسے جنت میں داخل کر کے وہاں ٹھکانہ عطا فرما دے جیسا چاہے اور اس کنعان کیلئے وہ کچھ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء

---

[1] یہ جھنم میں کھانے کی چیز ہوگی ایلوے سے زیادہ کڑوی اور گندگی سے زیادہ بدبودار ہوگی۔ القاموس المحیط (صف ۷۵۔۳)۔

کیلئے وہاں ہو گا اور اسے عذاب سے پناہ دے دے بیشک اللہ تعالیٰ مومنین پر رحم کرتا ہے۔
اس کی رحمت وسیع ہے اور غصہ پر رحمت مقدم ہے۔

یہ لکھ کر ذوالکفل نے خط پر مہر کر دی اور خط کنعان کے حوالے کر دیا پھر اس نے کہا کہ میں اب کیا کروں۔ تو ذوالکفل نے کہا کہ اٹھو غسل کرو اور نئے کپڑے پہن لو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا اب شہادت حق کی دو اور شرک سے براءت کا اظہار کرو اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوچھا کہ میں اپنے رب کی عبادت کیسے کروں۔ تو ذوالکفل نے اسے شرائع اور نماز کے بارے میں بتلایا۔

پھر بادشاہ نے ذوالکفل کو کہا کہ اس معاملے کو چھپاؤ اور کسی پر ظاہر نہ کرو حتی کہ میں ناسکین سے خود آ کر مل جاؤں۔ اس کے بعد بادشاہ نے مملکت چھوڑی اور خاموشی سے نکل آیا اور عبادت گزاروں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر یہ زمین میں ان کے ساتھ پھرنے لگا۔ جب اہل مملکت نے اسے غائب پایا تو اسے ڈھونڈنے نکلے جب اسے نہ پایا تو کہنے لگی کہ ذوالکفل کو پکڑو اسی نے ہمارے خدا کو بھٹکایا ہے۔ تو لوگ بادشاہ کو ڈھونڈنے نکل پڑے اور ذوالکفل روپوش ہو گئے۔ پھر لوگوں نے بادشاہ کو اپنے شہر سے ایک ماہ کی مسافت پر پالیا۔ انہوں نے جب اسے دیکھا تو وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا یہ سب لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے یہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ مجھے سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو اور مخلوق میں سے کسی کو سجدہ نہ کرو۔ میں آسمانوں زمین اور چاند سورج ستاروں کے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔ اس نے ان لوگوں کو خوب نصیحت کی اور اللہ سے ڈرلیا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ پھر اسے اچانک درد ہونے لگا اور موت کا وقت قریب آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ کہیں جانا نہیں۔ یہ دنیا میں میرا آخری وقت ہے اور جب میں مر جاؤں تو مجھے دفن کر دینا اور پھر اس نے وہ خط نکال کر انہیں سنایا۔ ان لوگوں نے وہ خط یاد کر لیا اور اس کے مندرجات سے واقف ہو گئے کنعان نے کہا کہ یہ خط میرے لئے اللہ تعالیٰ نے نام ذوالکفل نے لکھا ہے۔ میں اس کے مطابق بدلہ مانگوں گا اس خط کو میری ساتھ دفن کر دینا۔ جب کنعان کی وفات ہو گئی تو انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور وہ خط اس کے سینے پر رکھ کر اسے دفن کر دیا۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اس نے آ کر کہا کہ اے

ذوالکفل! تیرے رب نے کنعان کو تیری ضمانت پر مکمل بدلہ عطا فرمایا ہے۔ اور یہ رہا وہ خط جو تو نے لکھا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہوں۔

جب یہ فرشتہ خط لے کر آیا تو ذوالکفل لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گئے لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے ہمارے بادشاہ کو دھوکہ دیا اور بہکایا تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے نہ اسے دھوکہ دیا اور نہ بہکایا۔ میں نے تو اسے اللہ کی طرف بلایا اور جنت کی ضمانت دی۔ اور تمہارا بادشاہ فلاں جگہ آج فلاں وقت پر وفات پا چکا ہے اور اسے تمہارے اپنے لوگوں نے دفن کیا ہے اور یہ وہ خط ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے بدلے کیلئے لکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا حق عطا فرما دیا ہے اور یہ خط میری بات کی تصدیق ہے۔ تم انتظار کرو حتی کہ تمہارے ساتھی واپس لوٹ آئیں۔

ان لوگوں نے انہیں قید کر لیا۔ اور جب ان کے ساتھی واپس آئے تو انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا تو ان لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اس خط کو تم پہچانتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور پھر انہوں نے یہ خط انہیں سنایا تو وہ بولے کہ یہ خط اس کے پاس تھا اور ہم نے اسے بادشاہ کے ساتھ فلاں دن دفنا دیا تھا۔ تو شہر والے لوگ سوچ میں پڑ گئے کہ "ذوالکفل نے یہ خط انہیں یہاں سنایا اور ان کے بادشاہ کی موت کی خبر بھی انہیں دی اور اسی دن اطلاع دی تو غور و فکر کے بعد یہ سب لوگ ایمان لے آئے اور ذوالکفل کی اتباع کی۔

ایمان لانے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی اور انہوں نے ان تمام لوگوں کو بھی ان کے بادشاہ کی طرح جنت کی ضمانت دی اور ان کے کفیل بنے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام "ذوالکفل ("کفالت کرنے والا) رکھ دیا۔"

گذشتہ اُمتوں کی توبہ کا بیان

(۱۹)

بنی اسرائیل کی توبہ

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کیلئے ان کی توبہ قبول کئے جانے کی، اللہ رب العزت کے حضور درخواست کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ، اے موسیٰ! ان کی توبہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ خود کو قتل کریں تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس لوٹے اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور یہ کہ تمہاری توبہ صرف یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو۔ "اور یہی بہتر ہے تمہارے خالق کے نزدیک" (سورہ البقرہ آیت نمبر ۵۴)

تو قوم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرلیں گے اور حکم سے پہلے آئیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ قتل اور فیصلہ پر صبر کریں گے۔ تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر صبح وہ اپنے گھروں کے قریب جمع ہو گئے ایک باپ کی تمام اولادیں اپنے گروپ کے ساتھ جمع ہو گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو "جنہوں نے اس بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی" حکم دیا کہ تلواریں لے کر جو ملے اسے قتل کر دیں تو ان لوگوں نے پہلے لشکر میں چکر لگا کر اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا جو اپنی کمر کے گرد بندھی پگڑی کو نہیں کھولے اور نہ اپنی نظر اٹھائے اور نہ ہاتھ اور پاؤں سے دفاع کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی اس جگہ سے اٹھنے کی کوشش کرے حتیٰ کہ فیصلہ ہو جائے۔

حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے قتل کرنا شروع کیا اور ایک آدمی بنی اسرائیل کا اپنی قوم والوں سے کہتا پھرتا "جو گھروں کے قریب بیٹھے تھے" کہ یہ تمہارے بھائی تلواریں سونتے تمہارے طرف آرہے ہیں، صبر کرو، اور بیشک جو شخص اپنی کمر سے [1] بندھی گرہ کھولے گا یا اس جگہ سے کھڑا ہو یا ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھے

---

[1] یہ اپنی کمر اور پنڈلیاں کڑوں بیٹھ کر باندھ لیتے تھے اور ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹ دیتے تھے

یا ہاتھ پاؤں سے اپنا دفاع کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہو۔ تو دوسرے لوگ آمین کہتے۔

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کو ایک دوسرے کے قتل کا حکم دیا گیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے والدین، بچوں اور بھائیوں کو کس طرح ماریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اندھیرا نازل کیا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں اور پھر انہیں نے قتل کیا۔ اور پوچھنے لگے کہ اے موسیٰ، ہماری توبہ کی قبولیت کی نشانی کیا ہوگی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تلواریں اور دوسرا اسلحہ کر جائے گا اور کوئی قتل نہ کیا جاسکے گا اور یہ اندھیرا ختم ہو جائے گا۔

جب انہوں نے قتل عام شروع کیا اور خوب خون بہہ چکا تو بچے چیخنے لگے اور اے موسیٰ معاف کردو معاف کردو۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے رحمت نازل فرمائی اور اسلحہ رک گیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آواز لگائی کہ اپنے بھائیوں سے دور ہو جاؤ بیشک رحمت نازل ہو چکی ہے اور اندھیرا ختم ہو چکا، اور مقتولین نظر آنے لگے۔

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ اس وقت کے ان کے مقتولین شھداء ٹھہرے اور زندہ بچنے والے معاف کردیئے گئے۔

(۲۰)

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے دعا کی اے میرے رب۔ میری قوم نے سوائے کفر کے ہر چیز کا انکار کردیا، تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم کی طرف عذاب بھیجنے لگا ہوں۔ تو حضرت یونس علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو لے کر وہاں

سے نکل پڑے اور قوم سے تین دن کے بعد "عذاب" کا وعدہ کر لیا انہوں نے اپنی اہلیہ اور دو بیٹوں کے ساتھ وہ بستی چھوڑ دی۔ اور ایک پہاڑ پر جا کر بسیرا کر لیا اور وہاں اہل نینوا پر عذاب کا انتظار کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جھنم کے داروغہ "مالک" کے پاس جا کر کہو کہ جو کی مقدار جھنم کے انگارے نکال دے اور تم انہیں لے کر اہل نینوا کا احاطہ کر لو حضرت جبریل علیہ السلام نے حکم کی بجا آوری کی اور حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق عذاب دیکھ لیا۔

ابوالجلد کہتے ہیں کہ جب قوم یونس پر عذاب اترا تو وہ ان کے سروں پر اندھیری رات کی طرح منڈلانے لگا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں کو عذاب کے آنے کا یقین ہو گیا تو ان کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے اور انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی سچائی کو جان لیا، تو وہ انہیں ڈھونڈنے لگے مگر پا نہ سکے تو آپس میں کہنے لگے کہ "ہم سب جمع ہو کر اللہ سے رجوع کر کے اس سے توبہ کرتے ہیں۔"

اس کے بعد وہ لوگ "تل الرماد، اور تل التوبہ" [۱] نامی جگہ کی طرف نکل پڑے اس جگہ کا نام "، تل الترماد" اس لئے پڑا کہ یہ سب لوگ مرد و عورت اور کنواری لڑکیاں (بچے) وغیرہ اور تمام چوپائے لے کر نکلے اور دودھ پلانے والی عورتیں اور ان کے بچے علیحدہ کر دیئے اور جانوروں کے بھی بچے الگ کر دیئے اور اپنے سروں پر "رماد" (راکھ) ڈال لی اور اچھے کپڑے اپنے پیروں کے نیچے رکھ لئے اور ٹاٹ اور اون کے کپڑے پہنے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے لگے اور زور زور سے رونے اور دعائیں کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انکی دل کی سچائی کو مان لیا۔

اور فرشتے کہنے لگے اے رب! تیری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے یہ اولاد آدم کے بڑے لوگ ہیں جنہیں تو عذآب دے رہا ہے بچوں اور جانوروں کا کیا قصور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جبریل! ان پر سے عذاب اٹھا لو میں نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔

---

[۱] تل توبہ، یہ موصل شہر کے مقابل دجلہ کے شرقی حصہ میں نینوا سے متصل جگہ ہے یہ وہ ٹیلہ ہے یہاں ہر جمعہ کی رات اہل موصل جمع ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسے توبہ کا ٹیلہ اسلئے کہتے ہیں کہ جب اہل نینوا پر عذاب آنے لگا تو وہ اس ٹیلہ کے پاس جمع ہوئے اور توبہ واستغفار کی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر کے ان سے عذاب ہٹالیا۔ (معجم البلدان ص ۴۰۴۔ ۲)

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی اور اس کے ایمان نے انہیں نفع دیا ہو، سوائے قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب ہٹالیا دنیا میں اور انہیں ایک خاص وقت فائدہ دیئے رکھا۔ (یونس آیت نمبر ۹۸)

ابو الجلد کہتے ہیں کہ

جب ان پر عذاب اترنے لگا اور ان کے سروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح منڈلانے لگا تو ان کے کچھ عقلمند لوگ ان کے ایک بچے کھچے عالم کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ یہ جو کچھ ہم پر آرہا ہے آپ دیکھ رہے ہو۔ اب ہمیں ایسی دعا سکھلادو جس کے ذریعے ہم دعا کریں اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دیں اور یہ عذاب اٹھالیں۔ تو اس عالم نے انہیں کہا کہ یوں کہو۔

یاحی حین لا حی یا حی محیی الموتی

اے زندہ اس وقت جب کوئی زندہ نہیں، اے زندہ مردوں کو زندہ کرنے والے۔

ویا حی لا الہ الا انت

اور اے زندہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تو کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب اٹھالیا۔

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے رہائی عطا فرمائی تو یہ لوٹے اور اپنی قوم کے ایک چرواہے کے پاس سے گذرے اس سے پوچھا۔ کہ اے اللہ کے بندے تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں یونس بن متی کی قوم سے ہوں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ یونس نے کیا کیا۔ وہ کہنے لگا ہمیں اس کا حال معلوم نہیں مگر وہ لوگوں میں سب سے بہتر اور سچا انسان تھا اس نے ہمیں عذاب کی خبر دی اور وہ ہم پر اس کے بتائے ہوئے وقت پر آگیا۔ تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، اس نے ہم پر رحم کر دیا۔ اور اب ہم یونس علیہ السلام کو ڈھونڈتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ اور نہ ہی ہم اس کا حال کسی سے سن سکے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس دودھ ہے۔ اس

نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے یونس علیہ السلام کو عزت دی جب سے وہ ہمارے ہاں سے گیا ہے نہ آسمان سے بارش ہوئی ہے اور نہ ہی زمین سے گھاس اگی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ میں تمہیں یونس کے خدا کی قسم کھاتے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہم بغیر یونس کے خدا کے قسم نہیں کھاتے اور جو اس کے علاوہ کی قسم کھاتا اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جاتی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا یہ کب سے۔ اس نے کہا جب سے اللہ نے ہم سے عذاب ہٹایا۔

حضرت یونس علیہ السلان نے اسے کہا ایک بھیڑ لاؤ وہ ایک مسلوب بھیڑ لایا (یعنی جس کا بچہ مر چکا تھا) حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا دودھ بہا، اللہ کے حکم سے۔ تو وہ دودھ دینے لگی حضرت یونس علیہ السلام نے دودھ دوہا اور خود پیا اور راعی نے بھی پیا اس پر راعی کہنے لگا کہ اگر یونس علیہ السلام زندہ ہوتا تو میں ضرور کہتا کہ تو ہی یونس علیہ السلام ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں ہی یونس ہوں اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام عرض کرو۔ تو وہ چرواہا کہنے لگا کہ بادشاہ نے اعلان کیا ہے کہ جو میرے پاس آکر یہ کہے کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے اور اس پر دلیل بھی پیش کرے تو میں اپنی بادشاہت اسے دے کر خود حضرت یونس علیہ السلام کے پاس چلا جاؤں گا۔" مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس کے پاس بغیر کسی نشانی کے جاؤں گا تو وہ کہے گا کہ تو بادشاہت کے لالچ میں جھوٹ کہہ رہا ہے اور ہمارے ہاں جھوٹ بولنے والے کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور آپ ان کی نظر میں بڑی شخصیت ہیں بہ نسبت اس کے کہ میں ان کے پاس جا کر جھوٹ کے نتیجے میں قتل کیا جاؤں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بکری جس کا ہم نے دودھ پیا ہے اور یہ جس چٹان سے ٹیک لگا کر کھڑی ہے یہ بکری اور چٹان تیری گواہی دیں گے۔ پھر آپ علیہ السلام نے چٹان کو کہا جا اس کی گواہی دے۔

ابن سمعان کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے چرواہے کو کہا کہ اپنی قوم میں جا کر انہیں میرا سلام پہنچا دے اور بتا دے کہ تو نے مجھے دیکھا ہے۔ تو وہ چرواہا چلا گیا اور اس نے انہیں یہ بات بتلائی تو انہوں نے اسے جھٹلایا اور جب اس چٹان اور بکری کو دیکھا تو وہ سب جمع ہو گئے اور حضرت یونس علیہ السلام کو یاد کر کے رونے لگے۔ یہ لوگ انہیں دیکھ نہ سکے۔ انہوں نے چرواہے کو کہا کہ تو ہم میں بہتر ہے اور ہمارا سردار ہے جب سے تو نے

حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہمارا سردار بن گیا۔ پھر اسے بادشاہ بنادیا گیا۔ اور اسے کہا یہ اس لئے ہے کہ تجھ سے زیادہ بلند مرتبہ پر اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ اور اب ہم اس کے بعد تیری نافرمانی نہیں کریں گے کہ تو نے اللہ کے رسول حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

یہ حضرت یونس علیہ السلام کی ان سے آخری ملاقات تھی۔ ابن سمعان کہتے ہیں کہ اس چرواہے نے ان پر چالیس سال حکومت کی۔

(۲۱)

بنی اسرائیل کے ایک نبی کی قوم کی توبہ

سعید بن سنان الحمصی کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کو وحی کی کہ آپ کی قوم پر عذاب آنے والا ہے۔ تو نبی نے اپنی قوم کو یہ بات بتائی اور حکم دیا کہ اپنی قوم کے افضل ترین افراد کو لاؤ تاکہ وہ توبہ کریں۔ تو چند لوگ نکلے۔

نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ تین افراد اللہ تعالیٰ کی طرف وفد کے طور پر نکلیں تو تین افراد قوم کے سامنے نکلے۔ ان میں سے ایک نے کہا، کہ اے اللہ تو نے تورات میں جو تو نے اپنے بندے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری، حکم دیا کہ جب کوئی سائل ہمارے دروازے پر آجائے تو اسے واپس نہ کرنا۔ اب میں سائلین میں سے ایک سائل ہوں جو تیرے دروازے پر آئے ہیں اب تو اپنے سائلین کو واپس مت کرنا۔ دوسرے نے کہا کہ اے اللہ تو نے تورات میں "جو تو نے اپنے بندے موسیٰ پر اتاری ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کردیں اور ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے لہٰذا ہمیں معاف فرما۔ تیسرے نے کہا کہ اے اللہ! تو نے ہمیں تورات میں "جو تو نے اپنے بندے موسیٰ پر اتاری ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے غلاموں کو آزاد کردیں۔ اور ہم تیرے بندے اور غلام ہیں تو ہماری آزادی کو واجب کردے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کی کہ اس نے ان کی توبہ قبول کر کے انہیں معاف کردیا ہے۔

گذشتہ امتوں کے مختلف لوگوں کی توبہ کا ذکر

(۲۲)

غار میں پناہ لینے والوں کی توبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی راستے پر چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش آگئی اور انہوں نے ایک پہاڑ میں موجود غار میں پناہ لے لی۔ اور غار کے دروازے پر ایک چٹان گر گئی جس سے غار کا دروازہ بن ہو گیا۔

ان میں سے ایک نے کہا اپنے نیک اعمال پر غور کرو اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔

اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ ہیں اور بیوی بچے ہیں میں بکریاں چراتا تھا اور جب میں واپس آتا تو بکری کا دودھ نکال کر پہلے اپنے والدین کو پلاتا قبل اس کے کہ اپنے بچوں کو پلاؤں۔ ایک دن میں بکریاں چراتا دور نکل گیا واپس میں دیر ہو گئی جب آیا تو والدین سو چکے تھے تو میں نے دودھ نکالا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور میں نے ناپسند جانا کہ انہیں نیند سے اٹھاؤں حالانکہ میرے معصوم بچے میرے پاؤں سے لپٹ کر بھوک کے مارے رو رہے تھے طلوع فجر تک وہ سوتے رہے اور میں یونہی کھڑا رہا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ صرف تیری رضاء کیلئے کیا تھا تو ہمارے لئے کچھ راستہ کھول دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا شگاف کھول دیا۔

دوسرے نے کہا کہ اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے بہت زیادہ پسند تھی جس طرح مرد عورت کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اس سے اس کا نفس مانگا تو اس نے انکار کر دیا مگر یہ کہ جب میں سو دینار اس کو لا کر دوں تو۔ میں نے محنت کی اور سو دینار جمع کر کے اسے لا کر دیئے اور جب میں اپنا مقصد پورا کرنے کیلئے اس کی ٹانگوں میں بیٹھا تو اس نے کہا کہ، اے اللہ کے بندے، اللہ سے ڈر اور مہر کو اس کے حق کے بغیر مت توڑ۔ تو میں وہاں سے اٹھ گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں یہ عمل محض تیری رضاء کی خاطر کیا تھا تو ہمارے لئے راستہ کھول دے تاکہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ تو اللہ نے اس شگاف کو اور بڑا کر دیا۔

تیسرے نے کہا۔ کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور کرائے پر رکھا جب اس نے اپنا کام نمٹادیا اور اس نے مزدوری مانگی تو میں نے اس سے اعراض کیا تو وہ اجرت چھوڑ کر چلا گیا اس کی اجرت بڑھ گئی اور پھر میں نے اس سے ایک گائے خریدی اور ان کے بچے بھی ہوئے۔ وہ کافی عرصے کے بعد میرے پاس آیا تو اس نے مجھے کہا کہ اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر میرا حق دے دے تو میں نے اسے کہا کہ یہ گائے اور اس کے بچے لے جا۔ تو وہ کہنے لگا مجھ سے مذاق مت کر اور اللہ سے ڈر۔ تو میں نے پھر کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا یہ گائے اور اس کے بچے لے جا۔ وہ اسے لے کر چلا گیا۔ پھر اگر تو جانتا ہے کہ میں یہ سب کچھ محض تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو باقی شگاف بھی کھول دے تو اللہ تعالیٰ نے (شگاف بڑا کر کے) راستہ کھول دیا۔

(۲۴)

کفل اسرائیلی کی توبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے کہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص "کفل" تھا وہ کوئی گناہ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے کہ وہ اس سے بدکاری کرے۔ تو جب یہ مقصد پورا کرنے کیلئے بیٹھا تو وہ عورت کپکپانے لگی اور رو دی۔ اس نے کہا کہ تو کیوں روتی ہے۔ کہا میں نے کوئی زبردستی کی ہے۔ اس نے کہا نہیں لیکن میں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔ تو کفل نے کہا تو پھر یہ کام کرنے کیوں آ گئی حالانکہ تو نے کبھی نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ ایک ضرورت کی بناء پر میں مجبور ہو گئی تو کفل نے اسے چھوڑ دیا اور کہا جا چلی جا اور یہ دینار تیرے ہوئے۔ پھر کہنے لگا۔ واللہ! کفل اب کبھی گناہ نہیں کرے گا۔ اور یہ اسی رات مر گیا۔ صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا "اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت کر دی"

(۲۴)

ایک عابد اور اس سے محبت کرنے والی بدکار عورت کی توبہ

حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک بدکار عورت بہت زیادہ حسین تھی وہ سو دینار لئے بغیر کسی کو خود پر قابو نہیں دیتی تھی۔ اسے ایک عابد نے دیکھ لیا اور یہ اسے بہت اچھی لگی تو اس عابد نے محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے پھر اس کے پاس آیا اور کہا کہ تو مجھے بہت اچھی لگی تھی اس لئے میں نے اپنے ہاتھ سے محنت کر کے سو دینار جمع کئے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا اندر آجاؤ۔ یہ اندر آیا وہاں اس عورت کی سونے سے بنی ہوئی چارپائی تھی وہ اس پر بیٹھ گئی اور بولی اپنا کام کرو۔ تو جب یہ اپنا مقصد پورا کرنے اس کے پاس بیٹھ گیا تو اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری یاد آگئی اور اس پر کپکپی طاری ہوگئی یہ اس عورت کو کہنے لگا کہ مجھے جانے دے اور یہ سو دینار تیرے ہیں۔ وہ عورت کہنے لگی کہ تجھے اچانک کیا سوجھی حالانکہ تو سمجھتا ہے کہ تو نے مجھے دیکھا اور میں تجھے اچھی لگی اور تو نے محنت مزدوری کر کے تکلیفیں اٹھا کر سو دینار جمع کئے اور اب جب کہ تو مجھ پر قابو پاچکا ہے تو ایسا کیوں کر رہا ہے۔ عابد نے کہا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس کے ہاں حاضری کے ڈر سے اور اب تو مجھے ناپسند ہوگئی ہے اور دنیا میں مجھے تجھ سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں ہے۔

تو اس عورت نے کہا کہ اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو تیرے علاوہ میرا شوہر کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ عابد بولا مجھے جانے دے۔ اس عورت نے کہا نہیں۔ مگر ایک شرط پر کہ تو مجھ سے شادی کرے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ جب تک یہاں سے چلا نہ جاؤں تو اس عورت نے کہا کہ پھر مجھ سے ایک وعدہ کر کہ اگر میں تیرے پاس خود آجاؤں تو تو مجھ سے شادی کرے گا۔ عابد نے کہا شاید۔ اور پھر اپنے کپڑے پہن کر نکل گیا اور اپنے شہر چلا گیا اور پھر اس عورت نے بھی رخت سفر باندھا اور تائب اور نادم ہو کر وہاں سے نکل پڑی اور

عابد کے شہر پہنچ گئی وہاں اس کا نام و پتہ ڈھونڈنے لگی کسی نے اس کو عابد کا پتہ بتادیا۔ جب یہ اس کے ہاں پہنچی تو کسی نے عابد کو کہا کہ تیرے پاس ملکہ آئی ہے، اور پھر جب عابد نے اسے دیکھا تو ایک زبردست چیخ ماری اور یوں مر گیا اور اس عورت کے ہاتھوں میں گر گیا۔

پھر اس عورت نے کہا کہ یہ تو مجھے نہ مل سکا کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے۔ کسی نے کہا کہ اس کا ایک غریب مسکین بھائی ہے۔ تو اس عورت نے کہا میں اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے شادی کروں گی۔ اور پھر اس نے عابد کے بھائی سے شادی کر لی اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء پیدا فرمائے۔

(۲۵)

ایک قصاب کی توبہ

بکر بن عبد اللہ المزنی سے روایت ہے کہ ایک قصاب کو اپنے ایک پڑوسی کی لونڈی پسند آگئی۔ اس لونڈی کو ایک مرتبہ اس کے مالک نے کسی کام سے دوسری بستی میں بھیجا تو قصاب نے اس کا پیچھا کیا اور لونڈی کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی۔ تو اس نے کہا کہ ایسا مت کر! اس لئے کہ میں خود بھی تیری محبت میں مبتلا ہوں اور محبت میں تجھ سے زیادہ شدت رکھتی ہوں۔ مگر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں۔ تو قصاب نے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اور کیا میں نہیں ڈرتا۔ یہ کہہ کر اس نے توبہ کی اور لوٹ گیا پھر اس کو پیاس لگ گئی اور اس کی شدت اس قدر تھی کہ اس کی گردن کٹ جاتی کہ اچانک اس کا سامنا بنی اسرائیل کے اس وقت کے نبی سے ہو گیا۔ نبی نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا پیاس لگی ہے۔ نبی نے کہا کہ آ، ہم دونوں مل کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے اوپر بادل کا سایہ کر دے اور ہم تیری بستی میں پہنچ جائیں۔ قصاب نے کہا کہ میرے تو نیک اعمال بھی نہیں (تو میں دعا کیسے کروں۔) تو نبی نے کہا کہ میں دعا کروں گا اور تو آمین کہے۔ یہ کہہ کر نبی نے دعا کی اور قصاب نے آمین کہی اور پھر ان پر بادل کے ٹکڑے نے سایہ کر دیا اور یہ قصاب کی بستی جا پہنچے قصاب اپنے گھر کی طرف مڑ گیا تو بادل بھی مڑ

گئے اور اسی کی طرف چلے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ نبی اس کے پیچھے واپس آئے اور اسے کہا کہ تو تو کہتا تھا کہ تیرا کوئی نیک عمل نہیں۔ اور میں نے دعا کی تو نے آمین کہی اور ہم پر بادل نے سایہ کر لیا اور پھر بادل تیرے پیچھے ہی جا رہے ہیں۔ اب تو مجھ کو ضرور اپنا معاملہ بتائیگا۔ تو پھر اس قصاب نے سارا واقعہ انہیں سنایا تو وہ نبی کہنے لگے کہ اللہ سے توبہ کرنے والا اس مقام پر ہوتا ہے جہاں لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔

(۲۶)

روٹی والے عابد کی توبہ

ابو بردہ سے منقول ہے کہ جب ابو موسیٰ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا کہ میرے بچو! روٹی والے کا تذکرہ سنو۔

ایک شخص اپنے گرجے میں عبادت کیا کرتا تھا اور اسے وہاں تقریباً ستر سال ہو گئے تھے اور سال میں ایک مرتبہ نیچے اترتا تھا۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس کی آنکھ میں کسی عورت کو بسا دیا اور یہ اس عورت کے ساتھ سات دن یا سات راتیں رہا پھر جب آنکھ سے پردہ ہٹا تو یہ توبہ تائب ہو کر وہاں سے نکل پڑا اور ہر قدم پر نماز پڑھتا سجدے کرتا حتیٰ کہ اسے رات ہو گئی اور ایک دکان پر پہنچا جہاں بارہ مسکین تھے یہاں اسے تھکاوٹ طاری ہو گئی اور یہ ان میں سے دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ گیا۔

وہاں ایک راہب تھا جو ان مسکینوں کیلئے روزانہ بارہ روٹیاں بھیجتا تھا اور ہر ایک کو ایک روٹی تقسیم ہو جاتی تھی۔ روٹی والا روٹی لے کر آیا اور ہر آدمی کو ایک روٹی دینا شروع کی اور جب اس توبہ کرنے والے کے پاس سے گذرا تو اسے انہی مسکینوں میں سے سمجھ کر روٹی دے دی۔ اب ان بارہ میں سے ایک رہ گیا تو اس نے کہا، ارے بھائی میری روٹی تو دے دے۔ تو اس نے کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نے وہ روٹی چھپا لی ہے۔ اپنے ساتھیوں سے پوچھ کہ کسی کو دو روٹیاں تو نہیں مل گئیں۔ تو ان مساکین نے کہا نہیں کسی کو دو نہیں ملیں۔ تو اس روٹی لانے والے نے کہا کہ واللہ اب میں تجھے رات میں کچھ نہیں

دوں گا۔ تواس توبہ کرنے والے نے وہ روٹی باقی رہ جانے والے مسکین کو دے دی اور صبح تک بھوک کے مارے مر گیا۔

ابو بردہ کہتے ہیں کہ

اس کے ستر سال کو ان سات راتوں سے وزن کیا گیا تو سات راتوں کا وزن بڑھ گیا اور جب اس روٹی کو ان سات راتوں سے تولا گیا تو روٹی کا وزن بڑھ گیا۔ تو ابو موسی کہنے لگے میرے بچو! روٹی والے کا قصہ یاد کرو۔

(۲۷)

اس راہب کی توبہ جسے روٹی عطا کی گئی تھی

مغیث بن سمی سے منقول ہے کہ۔

بنی اسرائیل کے ایک راہب نے اپنے گرجے میں ساٹھ سال عبادت کی ،ایک مرتبہ بادل والے دن میں اس نے باہر نظر دوڑائی تو اسے زمین بہت اچھی لگی۔ تو یہ کہنے لگا کہ زمین پر اتر کر اس پر چلنا اور اس دیکھنا چاہیئے۔ مغیث کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ آسمان سے ایک روٹی بھی اتری۔ یہ زمین پر چل رہا تھا کہ اس کے سامنے ایک عورت آگئی اور اس نے اپنی زینت اس کے سامنے کھول دی تو یہ راہب خود کو اس عورت سے ملوث ہونے سے باز نہیں رکھ سکا۔ اور اسی حال میں اس کی موت کا وقت آگیا اور اسی وقت ایک سائل بھی آگیا راہب نے وہ روٹی اسے دے دی اور اس کی موت واقع ہو گئی۔

پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور اس کی اس ایک غلطی کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو غلطی والا پلڑا بھاری رہا۔ اور پھر اس روٹی کو لایا گیا اور اس کے اعمال کے ساتھ رکھ دیا گیا تو وہ غلطی پر بھاری ہو گئی۔

(۲۸)

ایک عابد کی توبہ

ابراہیم سے مروی ہے کہ عابدین میں سے ایک شخص نے کسی عورت سے گفتگو کی اور دوران گفتگو اس عورت کی ران پر ہاتھ رکھ دیا۔ (پھر نادم ہوکر) گیا اور اپنے ہاتھ کو آگ میں ڈال دیا حتیٰ کہ وہ جل گیا۔

(۲۹)

ذی الرجل اسرائیلی کی توبہ

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا اور وہاں کافی عرصہ رہا۔ ایک مرتبہ وہاں سے نکلا تو ایک عورت نظر آئی اور یہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اپنی خواہش پوری کرنے کی طلب کی اور اپنے پاؤں کو روک لیا تو یہ خود سے کہنے لگا۔ کہ میں یہ کیا کرنے جارہا ہوں۔ اور یہ ہوش میں آگیا اور اسے حیا آگئی تو اسے ندامت محسوس ہوئی پھر جب اس نے چاہا کہ یہ اپنا پاؤں دوبارہ گرجے میں لے آئے تو کہنے لگا۔ دور ہو دور ہو۔ ایسا پاؤں جس نے اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کیا ہو وہ میرے ساتھ دوبارہ گرجے میں نہیں آسکتا۔ نہیں واللہ یہ نہیں ہو سکتا۔

تو اس نے اس پاؤں کو وہیں معلق چھوڑ دیا اور اسے ہوائیں، بارش، سورج کی تپش، برف باری سب ہی لگتی رہیں (مگر اس نے اندر نہ لیا) حتیٰ کہ وہ پاؤں (سوکھ کر) کٹ کے گر گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس کا تذکرہ بعض کتب میں "ذوالرجل، پاؤں والا" کے تذکرے سے نازل ہوا اور یہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

(۳۰)

عابد برخ اعور کی توبہ

علامہ ابن البراء نے اپنی کتاب "الروضۃ" میں لکھا ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرتبہ بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ سے بارش مانگو۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ساتھ پہاڑ پر چلو۔ تو لوگ آپ کے ساتھ نکلے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہوا ہے تو وہ میرے ساتھ نہ آئے یہ سن کر آدھے لوگ واپس چلے گئے پھر آپ نے دوبارہ فرمایا کہ میرے ساتھ گناہ کرنے والا نہ آئے۔ یہ سن کر سب کے سب واپس چلے گئے مگر ایک شخص جس کی ایک آنکھ نکلی ہوئی تھی اسے برخ عابد کہا جاتا تھا وہ رہ گیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے میری بات نہیں سنی۔ اس نے کہا کہ کیوں نہیں سنی۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تو نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ اس نے کہا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ ایک بات ہے اگر وہ گناہ ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ تو اس نے بتایا کہ۔

ایک مرتبہ میں راستے پر چلا جا رہا تھا کہ میں نے ایک گھر کا دروازہ کھلا دیکھا تو میں نے اپنی اس آنکھ کے گوشے سے اس میں ایک شخص کو دیکھا جسے میں نہیں جانتا تو میں نے اپنی آنکھ کو کہا کہ تو میرے بدن کا حصہ ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتی ہے۔ آج کے بعد تو میرے ساتھ نہیں رہے گی۔" اور پھر میں نے اپنی آنکھ میں انگلی ڈال کر آنکھ باہر نکالی دی۔ اگر یہ گناہ ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، نہیں یہ گناہ نہیں ہے "اور پھر فرمایا کہ "اے برخ اللہ سے بارش کی دعا کرو۔ تو برخ نے کہا۔

قدوس قدوس۔ جو کچھ تیرے پاس ہے باقی رہے گا اور تیرے خزانے ختم نہ ہوں گے اور بخل کے ساتھ تجھے الزام نہیں دیا جاتا۔ پھر یہ سب کیا ہے جس سے تو نہیں جانا

جاتا۔ ہمیں بارش عطا فرما! بھی اور اسی وقت۔

حضرت کعب کہتے ہیں کہ یہ دونوں جب لوٹے تو کیچڑ میں ان کے پاؤں دھنسے جاتے تھے۔

(۳۱)

بنی اسرائیل کے ایک غلام کی توبہ

مروی ہے کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ایک مرتبہ قحط لاحق ہوا تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ "اے کلیم اللہ" اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ تو حضرت موسیٰ ان لوگوں کو لے کر صحراء کی طرف نکل پڑے حاضرین کی تعداد ستر ہزار سے زائد تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ۔

"ہمیں بارش عطا فرما، اور ہم پر اپنی رحمت کھول دے ہم پر شیر خوار بچوں کے واسطے رحم فرما، اور ہم پر چرنے والے جانوروں۔ اور راکعین بزرگوں کے واسطے رحم فرما، مگر آسمان پر سوائے تقشع (آسمان کھلنے) اور سورج میں سوائے حرارت و تپش کے کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے اللہ! اگر میرا مرتبہ اور وجاہت ترے نزدیک بوسیدہ ہو چکے ہیں تو نبی الامی محمد ﷺ کی وجاہت کی بدولت۔ جنہیں تو آخری زمانے میں مبعوث فرمائے گا" ہم پر رحم فرما۔

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی کہ اے موسیٰ تری وجاہت و مرتبہ ہمارے ہاں بوسیدہ نہیں ہوا تو میرے نزدیک وجیہ ہے۔ لیکن تمہارے درمیان ایک بندہ ہے جو مجھ سے چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ جنگ کر رہا ہے۔ لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ تمہارے سامنے نکل آئے۔ میں نے اس کی وجہ سے تمہاری بارش روکی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے خدا میرے آقا۔ میں کمزور بندہ

ہوں اور میری آواز بھی کمزور ہے، یہ لوگ ستر ہزار سے زائد ہیں میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آواز لگانا تمہاری اور ان سب تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔

تو حضرت موسیٰؑ نے آواز لگائی اے اللہ کے گناہگار بندے! جو اللہ تعالیٰ سے چالیس سال سے گناہوں کے ذریعے مقابلہ کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل آ تیری وجہ سے ہماری بارش روک دیگئی ہے۔ "وہ گناہگار بندہ تیار ہو گیا" اور اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ تو اسے کوئی اور باہر نکلتا نظر نہ آیا تو یہ سمجھ گیا کہ میں ہی مطلوب ہوں۔ پھر یہ دل میں کہنے لگا کہ اگر میں اتنی ساری خلقت کے درمیان سے نکلوں گا تو رسوا ہو جاؤں گا اور اگر بیٹھا رہوں گا تو میری وجہ سے ان کی بارش رک جائے گی تو اس نے نادم ہو کر اپنا سر اپنے کپڑوں میں چھپا لیا اور کہنے لگا۔

اے میرے خدا ! میرے آقا میں نے چالیس سال تیری نافرمانی کی ہے اور تو نے مجھے مہلت دی اب میں مطیع ہو کر تیرے سامنے حاضر ہوں مجھے قبول فرمالے۔

ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سفید بادل بلند ہوئے اس طرح برسے جیسے مشکیزوں کے منہ کھل گئے ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے خدا میرے آقا۔ تو نے ہمیں بارش کس وجہ سے عطا فرمائی ہے باوجود اس کے کہ ایک گناہ گار ہم میں موجود ہے۔ تو ارشاد ربانی ہوا کہ اے موسیٰ میں نے اس شخص کی وجہ سے تمہیں بارش دی ہے جس کی وجہ سے روکی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے اللہ مجھے وہ مطیع بندہ دکھلادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ جب اس نے میری اطاعت کر لی ہے تو میں اسے رسوا نہیں کروں گا۔ اے موسیٰ میں چغلخوروں کو مبغوض رکھتا ہوں تو کیا خود کسی کا راز افشا کروں۔

(۳۲)

بنی اسرائیل کے ایک فاسق کی توبہ

حضرت وھب بن منبہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں بگڑا ہو نوجوان تھا اور نفسانی خواہشات میں بہت آگے تھا۔ اس کے برے افعال کی وجہ سے وہاں کے لوگوں نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ ویرانوں میں ہی اسے موت آگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے ایک دوست کی وفات ہو گئی ہے تو وہاں جا کر اسے غسل دے کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ اور جن لوگوں کے بہت گناہ ہیں ان سے کہو کہ اس کے جنازے میں شریک ہوں تاکہ ان سب کی مغفرت کر دوں۔ جب بنی اسرائیل کے لوگ وہاں پہنچے تو اسے پہچان گئے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! یہ تو وہی شخص ہے جسے ہم نے اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں اور میرے گواہ ہیں مگر جب اس نوجوان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اس ویرانے میں دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی دوست اور غمگسار کو نہ پایا اور خود کو اجنبی اکیلا اور بے بس محسوس کیا تو اس نے اپنی نظر میری طرف اٹھائی اور کہا۔

اے میرے خدا! تیرے بندوں میں سے ایک بندہ تیرے شہر میں اجنبی ہے اگر میں یہ سمجھتا کہ مجھے تکلیف دینا تیری بادشاہت کو بڑھا دے گا یا مجھے معاف کر دینا تیری بادشاہت میں کمی کر دے گا تو میں تجھ سے مغفرت کی دعا نہ مانگتا۔ اور میری کوئی پناہ گاہ اور امید نہیں سوائے تیرے اور تیری نازل کردہ کتاب سے میں نے سنا ہے تو نے کہا کہ "میں ہی غفور رحیم" ہوں تو میری امید کو ناکام مت کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام کیا مجھے اچھا لگتا ہے کہ میں اس کو رد کر دوں اور وہ اجنبی اس برے حال میں ہے اور اس نے مجھ سے توسل کیا اور گڑگڑایا میری عزت اور جلال کے سامنے۔ اگر وہ مجھے اہل زمین کے تمام گناہگاروں کی بابت دعا

کرتا تو میں اس کے بے یار و مددگار اور بے بس ہونے کی وجہ سے ان سب کو بخش دیتا۔ اے موسیٰ! میں پردیسی کی پناہ گاہ اس کا دوست اس کا طبیب اور ہمدرد ہوں۔

(۳۳)

دو گناہگار بنی اسرائیلوں کی توبہ

کعب الاحبارؓ سے مروی ہے کہ دو آدمی بنی اسرائیل کے ایک مسجد گئے اور ان میں ایک مسجد میں چلا گیا اور دوسرا باہر بیٹھا رہا اور یہ کہنے لگا کہ میرے جیسے گنہگار آدمی اللہ کے گھر اور اس کی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے اس پر اسے صدیقین میں لکھ دیا گیا۔

ایک اور بنی اسرائیلی سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تو وہ غمگین ہوا اور ٹہلنے لگا کبھی آتا کبھی جاتا اور کہتا جاتا کہ کس طرح اپنے رب کو راضی کروں۔ کس طرح رب کو راضی کروں۔ اس پر اسے صدیق لکھ دیا گیا۔

(۳۴)

ایک گناہگار کی توبہ جس نے شفاعت طلب کی

ربیعہ بن عثمان التیمی سے مروی ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانی کرتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے خیر اور توبہ کا ارادہ کر لیا۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرنے والے کو تلاش کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ صحراء میں نکل گیا اور وہاں چیخنا شروع ہو گیا۔ اے آسمان میری سفارش کر دے۔ اے پہاڑوں میری سفارش کر دو اے زمین میری سفارش کر دے اے فرشتو! میری سفارش کر دو۔ حتی کہ یہ تھک گیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اور اس نے اسے اٹھایا اور اسے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے۔ تو اس شخص نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے اللہ تعالیٰ

سے میری سفارش کس نے کی ہے۔اس نے کہ کہ میں تجھ پر ڈر گیا تو میں نے اللہ سے تیری سفارش کردی۔

(۳۵)

گناہگار بستی سے نکلنے والے کی توبہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دو بستیاں تھیں ان میں سے ایک ظالم (سرکش) اور دوسری صالح تھی، سرکش بستی میں سے ایک شخص نیک بستی کے ارادہ سے نکلا۔ راستے میں جہاں اللہ کی مرضی تھی وہاں فرشتہ اجل نے اسے آن لیا۔ پھر اس کی بابت فرشتوں اور شیطان میں لڑائی ہوئی شیطان نے کہا کہ واللہ اس نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ فرشتے نے کہا کہ یہ توبہ کرنے کے ارادے سے نکلا تھا۔ توان دونوں کے مابین یہ فیصلہ ہوا کہ دیکھا جائے کہ کس بستی سے یہ زیادہ قریب ہے تو نیکوں کی بستی کے ایک بالشت بھر زیادہ قریب نکلا۔ تواس کی مغفرت کردی گئی۔

(۳۶)

سوانسانوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ایک واقعہ سناؤں جسے میرے کانوں نے سنا اور دل نے محفوظ کرلیا۔

ایک بندے نے ننانوے قتل کئے تھے اس نے توبہ کرنا چاہی تو وہاں کے کسی اہل علم سے پوچھا تو اس نے کسی اور شخص کا پتہ بتلادیا۔ یہ اس دوسرے شخص کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میں توبہ کرسکتا ہوں۔ تواس نے کہا۔ کیا ننانوے قتل کے بعد توبہ؟ تواس قاتل نے تلوار نکال کر اسے بھی قتل کردیا۔

اب سو قتل مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد پھر اس نے توبہ کرنا چاہی پھر کسی اہل علم سے پوچھا کہ میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میں توبہ کر سکتا ہوں۔ اس عالم نے جواب دیا کہ توبہ اور تیرے درمیان کیا حائل ہے؟ اس گندی بستی سے نکل کر نیک بستی چلا جا اور وہاں اپنے رب کی عبادت کر۔ تو یہ اس بستی کی طرف چل دیا اور راستے میں اسے موت نے آن لیا۔

اب اس کے بارے میں ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب جھگڑنے لگے تو ابلیس نے کہا کہ میں اس زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ اس لئے کبھی میری نافرمانی نہیں کی تو رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے نکلا تھا۔

حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور انہوں نے اپنا جھگڑا اس کے سامنے پیش کیا۔

"ہم دوبارہ پہلی روایت کی طرف آتے ہیں" اس نے کہا کہ دونوں بستیوں کی طرف دیکھ، جس بستی کے یہ زیادہ قریب ہو اس بستی میں اسے شمار کرنا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اسے موت آنے لگی تو اس نے اپنے آپ کو نیکوں کی بستی کی طرف دھکیلا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نیکوں کی بستی کو اس کے قریب کر دیا۔ اور گندی بستی کو اس سے دور کر دیا۔ تو فرشتوں نے اسے نیکوں کی بستی میں شمار کیا۔

(۳۷)

حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر ایک چور کی توبہ

وھیب بن ورد سے منقول ہے کہ

ہمیں یہ قصہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بنی اسرائیلی حوارین میں سے ایک شخص کہیں چلے جا رہے تھے کہ ان کا گذر ایک چور کے قلعہ کے پاس سے ہوا جب چور نے انہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں توبہ کا جذبہ ڈال

دیا تو وہ دل میں کہنے لگا کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام ہیں روح اللہ اور اللہ کا کلمہ ہیں اور یہ ان کا حواری ہے۔ اور اے بد بخت تو کیا ہے؟ بنی اسرائیل کا چور۔ رہزنی کرتا ہے اور مال چھینتا ہے خون بہاتا ہے۔ پھر یہ کہہ کر تائب اور نادم ہو کر ان کی طرف چل پڑا۔ جب ان کے قریب پہنچا تو دل میں کہنے لگا کہ "کیا تو ان کے ساتھ ساتھ چلنا چاہتا ہے۔ تو اس کا اہل نہیں ہے۔ ان کے پیچھے چل جس طرح ایک گناہگار اور خطاکار چلتا رہے۔ اتنے میں حواری نے مڑ کر اسے دیکھا تو پہچان لیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس خبیث اور بد بخت شخص کی طرف دیکھو اور اس کے ہمارے پیچھے چلنے کو دیکھو۔

اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے دلوں میں پیدا ہونیوالی ندامت اور حقارت اور حواری کے دل میں اپنی بڑائی پر مطلع تو تھا ہی ، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام بن مریم کو وحی کی کہ حواری اور اس چور کو حکم دیں کہ اپنے اعمال کو ابتداء سے بجالائیں چور اس لئے کہ اس کی ندامت اور توبہ کی وجہ اس کی مغفرت کردی گئی اور حواری کے اعمال حبط (باطل) کر لئے گئے ہیں اس لئے کہ وہ خود کو بڑا سمجھ رہا تھا اور اس توبہ کرنے والے کو حقیر سمجھ رہا تھا۔

(۳۸)

ایک بستی کے گمراہوں اور بدکار عورتوں کی حضرت لقمان حبشی کی اطاعت کی وجہ سے توبہ

حسن ابو جعفر کہتے ہیں کہ

حضرت لقمان حبشی ایک شخص کے غلام تھے وہ انہیں لے کر فروخت کرنے بازار آیا تو جب بھی کوئی شخص انہیں خریدنے آتا حضرت لقمان اسے کہتے: کہ تو مجھے لے کر کیا کرے گا؟ وہ بتاتا کہ میں یہ یہ کام کراؤں گا۔ تو حضرت لقمان اسے کہتے کہ میری ضرورت یہ ہے کہ تم مجھے نہ خریدو۔ حتی کہ ایک شخص آیا اور اس سے حضرت لقمان نے پوچھا کہ تو

مجھے لے کر کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ دروازے پر دربان بناؤں گا تو حضرت لقمان نے اسے کہا اس تو خرید لے تو اس شخص نے انہیں خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔

حسن کہتے ہیں کہ اس آقا کی تین لڑکیاں تھیں جو شہر میں بدکاری کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ اس مالک نے اپنی زمینوں پر جانے کا ارادہ کیا اور حضرت لقمان کو کہا کہ میں نے ان کا کھانا اور ان کی ضروریات کا سامان انہیں دے دیا ہے جب میں نکل جاؤں تو دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے بیٹھ جانا اور جب تک میں نہ آجاؤں دروازہ نہ کھولنا۔

مالک کے جانے کے بعد ان لڑکیوں نے حضرت لقمان کو کہا کہ دروازہ کھولو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ تو لڑکیوں نے کسی چیز سے انکا سر زخمی کر دیا حضرت لقمان نے خون دھویا اور بیٹھ گئے جب ان کا مالک واپس آیا تو انہوں نے اسے نہیں بتایا۔ اس کے کافی عرصے کے بعد دوبارہ انکا مالک سفر پر گیا تو یہی بات کہی کہ میں نے ان کی ضروریات کا سامان اور کھانا انہیں دے دیا ہے تم دروازہ نہیں کھولنا۔ جب وہ چلا گیا تو یہ لڑکیاں اس کے پاس آئیں اور کہا کہ دروازہ کھولو! تو حضرت لقمان نے انکار کر دیا۔ ان لڑکیوں نے انہیں پھر زخمی کر دیا اور چلی گئیں حضرت لقمان اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر جب انکا آقا واپس آیا تو انہوں نے اسے پھر بھی کچھ نہیں بتایا۔

حسن کہتے ہیں کہ بڑی لڑکی کہنے لگی کہ اس حبشی غلام کو کیا ہوا یہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مجھ زیادہ آگے ہے۔ خدا کی قسم میں ضرور توبہ کروں گی۔ تو اس نے توبہ کر لی سب سے چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اس حبشی غلام کو اور اس بڑی کو کیا ہوا۔ یہ اللہ کی اطاعت میں مجھ سے آگے نکل گئے۔ واللہ میں ضرور توبہ کروں گی۔ اور یہ بھی تائب ہو گئی۔

منجھلی لڑکی نے کہا کہ ان دونوں لڑکیوں اور حبشی غلام کو کیا ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مجھ سے آگے نکل گئے۔ میں ضرور توبہ کروں گی اور پھر یہ بھی تائب ہو گئی۔

بستی کے گمراہ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ اس حبشی اور فلاں شخص کی لڑکیوں کو کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہم سے آگے نکل گئے تو ان سب لوگوں نے توبہ کر لی اور اس بستی کے عابدین بن گئے۔

(۳۹)

فاحشہ کے پاس آنے والے شخص کی توبہ

کعب الاحبار سے مروی ہے کہ ایک بنی اسرائیل کا شخص ایک فاحشہ عورت کے پاس آیا اور جب وہ غسل کرنے نہر میں اترا تو پانی نے اسے آواز دی۔ اے فلاں! کیا تو حیا نہیں کرتا کیا تو نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی تھی اور کہا تھا کہ اب دوبارہ نہیں کرے گا۔ تو یہ شخص یہ آواز سن کر خوف کے مارے نہر سے نکل گیا اور یہ کہہ رہا تھا۔ میں اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر یہ ایک پہاڑ پر آیا جہاں بارہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے یہ ان کے ساتھ رہا حتی کے وہاں قحط نازل ہو گیا۔ تو یہ لوگ وہاں سے اترے اور جڑی بوٹیاں تلاش کرنے لگے پھر یہ اسی نہر کے پاس سے گذرے تو اس شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا انہوں نے پوچھا کیوں۔ اس نے کہا کہ وہاں کوئی ہے جو میری ایک خطا کو جانتا ہے اور میں شرماتا ہوں کہ وہ مجھے دیکھے۔ تو یہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ تو انہیں نہر نے آواز دی کہ یہاں کوئی ہے جو اس کی غلطی کو جانتا ہے اور وہ شرماتا ہے کہ وہ شخص اسے دیکھے۔ تو نہر نے کہا۔ واہ سبحان اللہ۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے بیٹے یا کسی قریبی عزیز پر غصہ ہو اور وہ توبہ کر کے تمہاری پسندیدہ بات کی طرف لوٹ آئے تو تم اس سے محبت کرنے لگو گے۔ اور تمہارے اس ساتھی نے توبہ کر کے اپنی پسند سے رجوع کر لیا ہے لہذا میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں جاؤ اس کو یہ بات بتا دو۔ اور نہر کے کنارے پر اللہ کی عبادت کرو۔ تو ان لوگوں نے آکر اسے بتلایا اور یہ ان کے ساتھ وہاں آگیا اور ان سب نے وہاں کافی عرصے عبادت کی۔

پھر اس شخص کا جب انتقال ہوا تو اس کے ساتھیوں کو نہر نے آواز دی کہ "اے عبادت گذار و اور زاہد بندو! اسے میری پانی سے غسل دے کر نہر کے کنارے دفن کردو" تاکہ قیامت میں میرے قریب سے اٹھے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور کہنے لگے کہ آج کی رات ہم اس کی قبر پر روتے ہوئے گذاریں گے اور جب صبح ہو گی تو چلے جائیں گے اور پھر یہ لوگ رات بھر اس کی قبر پر روتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو ان پر اونگھ طاری

ہو گئی اور جب انکو ہوش آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر پر بارہ "سرو" کے پودے اگا دیئے تھے اور یہ پہلی مرتبہ تھی کہ زمین پر "سرو" کا درخت لگا۔ یہ لوگ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ سرو کے پودے صرف اس لئے اگائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عبادت کو پسند کیا ہے۔ پھر یہ لوگ اسی کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور جب ان میں سے کوئی مر جاتا یہ اسے اس شخص کے پہلو میں دفن کر دیتے حتی کہ ان سب کا انتقال ہو گیا۔

کعب[1] کہتے ہیں بنی اسرائیل ان کی قبروں پر زیارت کو آتے تھے۔

[1] یہ کعب بن ماتع بن ذوجمن الحمیری ابو اسحاق ہیں، تابعی ہیں، دور جاہلیت میں یمن کے یہود کے بڑے عالم تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اسلام لائے۔ اور دور فاروقی میں مدینہ تشریف لائے صحابہ اور دوسرے حضرات نے ان سے استفادہ کیا اور انہوں نے صحابہ کرام سے قرآن و سنتﷺ کی تعلیم حاصل کی۔ حمص میں سن ۳۲ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۲۲۸۔۵)

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے توبہ کرنے والوں کے واقعات

(۴۰)

صحابی ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ

بنو سالم سے تعلق رکھنے والے صحابی ابو خیثمہ[۲] غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے تو ابو خیثمہ اسی گرم دن میں واپس اپنے گھر آ گئے۔ جب گھر پہنچے تو اپنی دونوں بیویوں کو چھولداری میں بیٹھے دیکھا ہر ایک نے چھولداری کو سجا کر ابو خیثمہ کیلئے ٹھنڈے پانی اور کھانے کا انتظام کیا تھا جب یہ گھر میں داخل ہوئے تو چھولداری کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو دھوپ، لو، اور گرمی میں ہوں اور ابو خیثمہ، چھاؤں پانی اور تیار شدہ کھانوں میں اور خوبصورت عورتوں کے پاس ہو۔ یہ انصاف نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تمہاری چھولداری میں داخل نہیں ہوں گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا رہا ہوں۔ بس میرے لئے زاد سفر لے آؤ۔ بیویاں زاد سفر لے آئیں۔ پھر یہ اپنے بار برداری کے اونٹ پر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنے لگے حتی کہ تبوک میں انہیں جا لیا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو خیثمہ سے عمیر[۱] بن وہب الجمحی کی راستے میں ملاقات بھی ہوئی یہ بھی رسول اللہ ﷺ (کے قافلے) کی تلاش میں تھے پھر یہ دونوں ساتھ رہے حتی کہ تبوک کے قریب پہنچ گئے۔ پھر ابو خیثمہ نے عمیر کو کہا کہ مجھ پر ایک گناہ ہے اس لئے تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم میرے بعد تبوک پہنچو اس لئے پہلے میں وہاں جاؤں گا یہ کہہ

---

[۱] یہ عمیر بن وہب بن خلف الجمحی ہیں۔ حجاز سے تعلق ہے قبول اسلام ذرا دیر سے کیا مشرکین کے ساتھ بدر میں شریک اور غزوہ احد وغیرہ میں مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوئے سن ۲۲ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ [۲] غالباً یہ مخشی بن حمیر ہیں جن کا ذکر ابن حجرؒ نے الاصابہ (ص ۱/۶۰۱) میں کیا ہے کہ ابن اسحاق نے مغازی میں غزوہ تبوک کے مقام پر ان کا تذکرہ کیا ہے۔ تفسیر ابن کلبی میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ بات منقول ہے سورہ توبہ آیت (نمبر ۶۰) کا مصداق جو لوگ ہیں ان میں مخشی بن حمیر بھی ہیں ان کی مغفرت کر دی گئی تھی اور مخشی سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے میرا نام تبدیل کر دیا تھا پھر عبد اللہ بن عبد الرحمن رکھا۔ اور انہوں نے دعا کی (جو اوپر متن میں مذکور ہے)

کرابو خیثمہ رضی اللہ عنہ چلے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے یہ ابو خیثمہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچنے والے تھے تو صحابہ نے ایک سوار کو آتے دیکھا اور کہا یہ کوئی سوار آرہا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا "ابو خیثمہ بن جا۔" اور جب یہ قریب آئے تو صحابہ نے کہا "یارسول اللہ ﷺ" تو واللہ! ابو خیثمہ ہی ہے۔ جب یہ سواری سے اترے تو آنحضرت ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے یہ اچھا کیا۔ ابو خیثمہ! پھر ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ بتلایا آپ ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں اور پھر ان کے کیلئے دعا فرمائی۔

(۴۱)

مخشن بن حمیر منافق کی توبہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ منافقین کی جماعت میں ایک مخشن بن حمیر بھی تھا جس کا تعلق بنو اشجع سے تھا اور یہ قبیلہ بنو سلمہ کا حلیف تھا اور یہ جماعت آنحضرت ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئی تو مخشن نے انہیں کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو الاصفر سے لڑنا دوسروں سے لڑنے کی طرح ہے۔ واللہ کل ہم لوگ رسیوں سے بندھے ہوئے ہوں گے، اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دے دی اور پھر بعد میں یہ لوگ آپ ﷺ سے معذرت کرنے آئے۔

"مخشن بن حمیر نے کہا یارسول اللہ مجھے میرے اور میرے باپ کے نام نے آپ کے ساتھ جانے سے روک دیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی۔ فرمایا "اگر ہم ایک جماعت کو معاف کر دیں الخ" (سورہ توبہ آیت نمبر ۶۸) اور یہ ہی جماعت ہے جس کی مغفرت کر دی گئی۔ اور اس کے بعد ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ انہوں نے دعا کی مجھے شہادت نصیب ہو اور پتہ بھی نہ چلے چنانچہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔

(۴۲)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کے غزوات سے غزوہ تبوک تک کبھی پیچھے نہیں رہا تھا سوائے بدر کے اور بدر سے پیچھے رہنے والوں پر آپ ناراض بھی نہیں ہوئے کیونکہ آپ علیہ السلام تو اس وقت قافلے کے پیچھے تشریف لے گئے تھے اور قریش اپنے قافلے کی مدد کیلئے آئے تھے یوں بغیر کسی تعین وقت کے ان سے مڈ بھیڑ ہو گئی جیسا کہ ارشاد ربانی بھی ہے۔

میری عمر کی قسم! نبی کریم علیہ السلام کے غزوات میں سے غزوہ بدر کے لوگوں میں بہت زیادہ دقعت تھی اور مجھے وہ وقت پسند تھا جب میں نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی اور اسلام کو مان لیا تھا اس کے بعد میں کسی غزوہ میں آنحضرت علیہ السلام سے پیچھے نہیں رہا حتی کہ غزوہ تبوک پیش آگیا یہ آنحضرت کا آخری غزوہ تھا۔

آپ علیہ السلام نے کوچ کی تیاری کا حکم دے دیا اور ارادہ فرمایا کہ لوگ زاد سفر و حرب تیار کرلیں۔ اور اس وقت خوب اچھا موسم تھا اور پھل خوب پیدا ہوئے تھے، اور ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ علیہ السلام کسی غزوہ کا ارادہ کرتے اور اسے پوشیدہ نہ رکھتے کیونکہ آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ "جنگ دھوکے کا نام ہے" مگر غزوہ تبوک میں ایسا نہیں ہوا بلکہ لوگوں کو بات کھلم کھلا بتادی گئی اور آپ علیہ السلام نے چاہا کہ لوگ تیاری کریں۔ اور میں اس وقت بہت خوشحال تھا میں نے دو سواریاں جمع کی تھیں اور جہاد میں ضروری ہر چیز میری دسترس میں تھی اور عیال بھی کم تھے اور اس وقت میرا سائے اور پھلوں کی طرف بہت رجحان تھا اسی دوران نبی کریم علیہ السلام جہاد کے ارادے سے تیار ہو گئے اور یہ جمعرات کا دن تھا آپ علیہ السلام کو جمعرات کے دن نکلنا بہت پسند تھا لہٰذا صبح صبح روانہ ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ کل میں بازار جا کر سامان سفر خرید کر پرسوں تک قافلے میں شریک ہو جاؤں گا تو میں دوسرے دن بازار گیا۔ پھر بعض حالات میں پھنس گیا تو میں نے کہا کہ چلو کل چلا جاؤں گا بس اسی طرح میں گناہ پر گناہ چڑھاتا رہا اور رسول اللہ علیہ السلام سے پیچھے رہ گیا پھر میں

بازاروں میں اور مدینے کی گلیوں میں گھومتا اور مجھے یہ دیکھ کر بہت رنج ہوتا کہ جو لوگ غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے انہیں نفاق کا الزام دیا جا چکا تھا اور ہر پیچھے رہنے والا یہ سمجھ رہا تھا کہ کسی کو پتہ نہ لگے گا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نہ جانے والے اسی ۸۰ سے کچھ زائد افراد تھے۔

نبی کریم ﷺ کو تبوک پہنچ کر میرا خیال آیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا۔ میری قوم کے ایک شخص نے کہا کہ اسے اس کے کپڑوں اور پسندیدہ چیزوں نے روک دیا ہے۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ [1] نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ واللہ! اے اللہ کے نبی ہم نے کعب بن مالک میں خیر ہی دیکھی ہے۔

اسی دوران انہیں کسی سواری سے غبار اٹھتا نظر آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابو خیثمہ بن جا! تو وہ ابو خیثمہ ہی نکلے جب غزوہ تبوک مکمل ہو گیا اور نبی کریم ﷺ واپس لوٹے اور مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو میں یہ سوچنے لگا کہ نبی کریم ﷺ کی ناراضگی سے کس طرح بچا جائے اور اپنے خاندان کے ہر ذی رائے سے میں نے رائے میں مدد لی حتی کہ جب یہ کہا جانے لگا کہ صبح کو نبی کریم ﷺ تشریف لانے والے ہیں تو میرے دل سے ہر غلط بات دور ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ اب سچ کے سوا نجات کہیں نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ دن چڑھے تشریف لے آئے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور سفر سے واپسی پر آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ اس کے بعد پیچھے رہ جانے والے آنا شروع ہوئے اور عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھاتے۔ آپ ﷺ ان کیلئے استغفار فرماتے اور ان کی پیش کردہ، بات کو قبول کر لیتے اور پوشیدہ بات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے۔ پھر میں بھی مسجد میں داخل ہوا آپ ﷺ تشریف فرما تھے انہوں نے غصہ والی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تو نے اپنا اونٹ بیچ نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ!۔ انہوں پھر پوچھا" پھر کیوں پیچھے رہ گئے۔ تو میں نے کہا۔ واللہ اگر آپ کے علاوہ میرے سامنے کوئی اور شخص ہوتا تو میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے نکل جاتا اور مجھے بات بنانا بھی آتی

---

[1] یہ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس انصاری ہیں امت کے بڑے عالم تھے اور ان چھ حضرات میں شامل ہیں جنہوں نے عہد نبوی میں قرآن جمع کر رکھا تھا بہت خوبصورت اور سخی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ "لولا معاذ لھلک عمر۔" ان سے ۱۵۷ احادیث منقول ہیں۔ سن ۱۸ھ میں وفات ہوئی۔ (دیکھئے الاعلام ص ۸/۲۵۸)

ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اگر میں کوئی ایسی بات کہوں جسے آپ میرے حق میں صحیح سمجھ لیں اور وہ سچ ہو مجھے اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کی امید ہے۔ اور اگر جھوٹی بات کہوں اور آپ اسے صحیح سمجھ کر راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بتلادیں گے۔ یا رسول اللہ! واللہ میں اس سے پہلے نہ تو اتنا خوش حال تھا اور نہ ہی فارغ البال تب بھی آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کعب نے سچی بات بتائی ہے۔ کعب اٹھو حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں فیصلہ کردیں۔

میں وہاں سے اٹھا تو لوگ میرے پیچھے پیچھے آئے اور کہنے لگے، کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو نے اس سے پہلے کبھی غلطی نہیں کی۔ پھر عذر پیش کر کے انہیں راضی کیوں نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ کا استغفار تمہارا گناہ معاف کروا دیتا اس طرح تم اس مقام پر نہ کھڑے ہوتے کہ تمہیں خود نہیں معلوم کہ تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائیگا وہ لوگ مجھے سمجھاتے رہے حتی کہ میرا ارادہ ہو گیا کہ میں واپس جا کر کوئی جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑالوں۔ تو میں نے پوچھا کہ مجھ جیسی بات مجھ سے پہلے کسی نے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ ہلال [1] بن امیہ رضی اللہ عنہما اور مرارہ [2] بن ربیعہ رضی اللہ عنہما نے کہی ہے۔ انہوں نے دو نیک بدری صحابہ کے نام لے کر میرے دل کی ڈھارس بندھائی۔ تو میں نے کہا کہ واللہ میں اس بارے میں نہ رجوع کروں گا اور نہ ہی جھوٹ بولوں گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دوران نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بات کرنے سے روک دیا تو جب میں بازار نکلتا تو مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تمام لوگ ہم سے تجاہل برتنے لگے حتی کہ مچھلیاں اور تمام اہل ارض ہمیں بھول گئے۔ میں اپنے دو ساتھیوں سے زیادہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا تو میں وہاں سے نکلتا بازار جاتا، مسجد میں بھی آتا۔ میں مسجد آکر نبی کریم ﷺ کو سلام کرتا اور دیکھتا کہ آپ ﷺ کے لب

---

[1] یہ ہلال بن امیہ بن عامر بن کعب بن واقف انصاری ہیں بدر میں اور دوسرے غزوات میں شریک رہے ہیں یہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ابن شاہین نے ایک لمبا قصہ لکھا ہے جو ان کے لعان کا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس بات کی دلالت ہے کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک موجود تھے۔ الاصابہ (ص ۶/۲۸۹)

[2] صحیح نام مرارہ بن ربیع ہے بنو عمرو بن عرف سے تعلق ہے کہتے ہیں اصل میں ان کا تعلق بنو قضاعہ سے ہے بنو عمرو کے حلیف تھے۔ مشہور صحابی ہیں۔ یہ بھی ان تین میں شامل ہیں۔ (الاصابہ ص ۶/۷۶)

مبارک میرے سلام کے جواب میں ہلے بھی ہیں یا نہیں۔ پھر میں ستون کی آڑ میں نماز پڑھتا اور جب نماز کی طرف متوجہ ہوتا آپ ﷺ میری طرف کنکھیوں سے دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کو دیکھتا تو وہ صرف نظر فرما لیتے۔

میرے دونوں ساتھی تو چھپ گئے اور رات دن روتے رہتے اور کسی کے سامنے نہ آتے۔ ایک دن میں بازار میں تھا تو ایک عیسائی شخص جو بظاہر کھانے پینے کی چیزیں بیچ رہا تھا نظر آیا وہ لوگوں سے میرا پتہ پوچھ رہا تھا لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ میرے پاس غسان [1] کے بادشاہ کی طرف سے پیغام لایا تھا۔ میں نے خط دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

اما بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نے تمہارے ساتھ بیوفائی کی ہے اور تمہیں خود سے دور کر دیا ہے اور تم ضائع کرنے اور ذلیل کرنے کے لائق نہیں ہو۔ ہمارے پاس آجاؤ تمہاری غمگساری کریں گے۔

میں نے یہ پڑھ کر سوچا کہ یہ نئی آزمائش ہے تو وہ خط دیکھتے تنور میں ڈال دیا اسی حال میں چالیس دن گذر گئے پھر آنحضرت ﷺ کا ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ اپنی بیوی سے جدائی اختیار کر لو۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں۔ اس نے کہا نہیں بس اس کے قریب نہ جانا۔ اسی طرح یہ پیغام میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی دیا گیا۔ تو ہلال بن امیہ کی بیوی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا شوہر ہلال بن امیہ کمزور اور بوڑھا شخص ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کی خدمت کروں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے مگر وہ تمہارے قریب نہ آئے اس نے کہا کہ اس میں کسی قسم کی حرکت ہی نہیں ہے وہ تو بس اس وقت سے صبح وشام روتا رہتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھ پر آزمائش طویل ہو گئی تو میں ابو قتادہ [2] کی دیوار پر چڑھا۔

---

[1] شاید یہ جبلہ بن الایہم بن جبلہ الغسانی ہے آل جفنہ سے تعلق ہے یہ غسانی بادشاہوں میں آخری فرمانروا تھا۔ دومۃ الجندل میں اس کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ جنگ یرموک میں بھی شریک تھا روم کے لشکر میں مقدمہ میں تھا۔ بعد میں مسلمان ہوا اور دوبارہ مرتد ہو گیا۔ سن ۲۰ھ میں مر گیا۔ (الاعلام ص ۱۲۰، ۲)

[2] یہ حارث، نعمان، یا عمرو بن ربعی انصاری ہیں کنیت ابو قتادہ ہے کنیت سے زیادہ مشہور ہوئے "انہیں رسول اللہ ﷺ کے بہادر" کہا جاتا تھا۔ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے مدینہ میں سن ۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ (الاعلام سن ۱۵۴۔ ۲)

یہ میرے چچازاد بھائی تھے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا میں نے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ابو قتادہ بتاؤ کہ تم تو جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ چپ رہے میں نے پھر کہا "اے ابو قتادہ کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ وہ پھر بھی چپ رہے میں نے پھر اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ ان کا جواب سن کر میں رونے پر قابو نہیں رکھ سکا پھر میں دیوار سے باہر چلا گیا۔ اسی طرح پچاس دن گذر گئے یعنی جب سے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہم سے گفتگو کرنے سے منع کیا تھا۔ میں نے نماز فجر اپنے گھر کی چھت پر پڑھی اور وہیں بیٹھ گیا اس وقت میری وہ حالت تھی جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے کہ مجھ پر میرا نفس تنگ تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی تھی۔ "اچانک میں پہاڑوں کی بلندی سے کسی کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

اے کعب بن مالک مبارک ہو۔"

یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے کشادگی عطا فرما دی ہے پھر ایک شخص گھوڑے پر سوار تیزی سے آیا اور مجھے خوشخبری سنائی اور اس کی آواز اس کے گھوڑے سے پہلے مجھ تک پہنچی میں نے اسے اپنے کپڑے خوشی میں دے دیئے اور مزید دو کپڑے اور دیئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہماری توبہ نبی کریم ﷺ پر تہائی رات کے وقت نازل ہوئی تھی تو اس وقت ام المومنین [1] ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم ابھی کعب بن مالک کو خوشخبری نہ سنائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح سارے لوگ جمع ہو جائیں گے اور تمہیں ساری رات نیند سے روک دیں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ میرے بارے میں بہت اچھی

---

[1] یہ ام سلمہ، ہند بنت سھیل المعرو ابو امیۃ (یہ بھی ایک قول ہے کہ، ان کا نام حذیفہ تھا اور "زاد الراکب" کے نام سے بھی معروف تھے) ابن المغیرہ القدشیہ المخزومیۃ ہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہجرت کے چوتھے سال آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ خواتین میں عقل اور خلق کے اعتبار سے فائق تھیں بہت پہلے اسلام لے آئی تھیں حدیبیہ میں ان کی رائے بھی مشہور ہوئی جو ان کی عقل و دانش پر دال ہے۔ ان سے سن ۳۸۴ احادیث مروی ہیں مدینہ میں سن ۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۹۷۔ ۸/۹۸)

رائے رکھتی اور میرے معاملے کی وجہ سے بہت رنجیدہ تھیں۔ یہ خوشخبری سن کر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور ان کے اردگرد مسلمان بیٹھے تھے آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا آپ ﷺ جب خوش ہوتے آپ کا چہرہ انور چمکنے لگتا تھا۔ میں وہاں آکر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کعب بن مالک مبارک ہو آج کا دن تمہارے لئے باعث خیر ہے تمہاری پیدائش سے اب تک اتنا مبارک دن تمہاری زندگی میں نہیں آیا۔ میں نے پوچھا اے "اللہ کے نبی" یہ آپ کی طرف سے ہے! اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی طرف سے پھر آپ نے تلاوت فرمائی "لقدتاب الله على النبى والمهاجرين والانصار" سے الرحیمؑ تک (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۷۔۱۱۸) اور یہ آیت دکونوامع الصادقین (آیت نمبر ۱۱۹) بھی ہمارے بارے میں ہی نازل ہوئی۔

میں نے کہا اے اللہ کے نبی میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا مال صدقہ کروں اور سارے مال سے خلاصی حاصل کروں اسے اللہ اور اس کے رسول کیلئے صدقہ کر دوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو اسی میں تمہارے بھلائی ہے میں نے کہا کہ میں اپنے خیبر [1] کے حصہ کے مطابق مال رکھ لیتا ہوں۔ [2]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد اللہ نے جو مجھے نعمتیں عطا کیں ان میں سے میرے دل میں سب سے زیادہ عظمت نبی کریم ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی ہے۔ کہ میں نے اور میرے دو ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ سے سچ بولا اور ہم جھوٹ بول کر ہلاک ہونے سے بچ گئے۔ اور مجھے امید ہے کہ اللہ سچ بولنے پر کسی کو میری طرح آزمائش میں مبتلا نہیں کرے گا۔ اس کے بعد بھی میں نے کوئی جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کی اور امید کرتا ہوں کہ باقی ماندہ زندگی میں اللہ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

---

[1] خیبر۔ شام کے راستے میں ایک قلعہ ہے۔ یہودیوں کی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں سن ۹ھ میں آپ ﷺ نے اسے فتح کیا ایک قول سن ۸ھ کا ہے۔ (معجم البلدان ص ۴۹۵۔۲)

[2] حضرت کعب کا یہ قصہ مکمل مسلم شریف حدیث نمبر ۲۷۶۹ پر ہے۔ بخاری نے متفرق روایت کیا ہے۔ کتاب الوصایا حدیث نمبر ۲۷۵۷۔ کتاب الجہاد حدیث نمبر ۲۹۴۷، نمبر ۲۹۴۸، نمبر ۲۹۴۹، نمبر ۲۹۵۰۔ حدیث نمبر ۳۰۸۸۔ کتب المناقب حدیث نمبر ۳۵۵۶ اور دیگر جگہوں پر بھی ہے۔

(۴۳)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

امام زہری [1] کہتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہیں انہوں نے خود کو ستون سے باندھ لیا تھا اور کہا کہ واللہ میں نہ تو اسے کھولوں گا، نہ ہی کھانا چکھوں گا نہ ہی کچھ پیوں گا حتی کہ میں مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے سات دن اسی حال میں رہے نہ کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ کمزوری کے باعث بے ہوش ہو کر گرنے لگے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ واللہ! میں خود نہیں کھولوں گا حتی کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھ سے آکر میری رسیاں کھولیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے خود تشریف لا کر ان کی رسیاں کھولیں پھر یہ کہنے لگے کہ "یارسول اللہ! میری توبہ اس وقت پوری ہو گی جب میں اپنی قوم کا وہ علاقہ چھوڑ دوں۔

جہاں مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا تھا اور اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے صدقہ کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تہائی مال تک ایسا کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔

سائب بن ابی لبابہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ

جب بنو قریظہ نے حصار سخت ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مجھے بلوانے کی درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ انہوں نے "اوس" میں سے تمہیں بلوایا ہے۔ تو میں ان کے پاس گیا حصار بہت سخت تھا وہ سب میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ساری دنیا میں صرف تم ہمارے دوست ہو۔ کعب بن اسد نے اٹھ کر کہا کہ اے ابوبشیر! تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے اپنا معاملہ کس طرح بگاڑ لیا ہے، اور اپنا تمہارا معاملہ، حدائق، بعاث اور دوسری تمام جنگوں میں (ہمارے رویہ کے باعث) بگڑ چکا ہے۔ اور اب ہم پر حصار بھی بری طرح سخت ہو چکا ہے ہم تمارے

---

[1] یہ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری ہیں۔ حدیث کی تدوین سب سے پہلے انہوں نے کی حفاظ و فقہاء میں سے ہیں تابعی اہل مدینہ ہیں۔ حضرت عمر و بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو لکھا کہ زہری سے فائدہ حاصل کرو کیونکہ سنت ماضیہ کا اس سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ سن ۱۲۴ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۷/۹۷)

گئے۔ اور محمد ﷺ انکار کر رہے ہیں کہ وہ ہمارا حصار ختم کریں حتی کہ ہم ان کے حکم کے مطابق قلعہ سے نیچے آجائیں۔ اگر یہ ہمیں چھوڑ دیں تو ہم شام یا خیبر کی طرف چلے جائیں گے اور آئندہ کبھی ان کے مقابلے میں جمع نہیں ہوں گے تمہاری رائے کیا ہے۔ ہم نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہیں مشورے کیلئے چنا ہے۔ اور محمد ﷺ کہتے ہیں ہم ان کے حکم کے مطابق اتر آئیں۔

حضرت ابو لبابہ نے ان کی بات سن کر کہا کہ ہاں ٹھیک تم اتر آؤ اور یہ کہتے ہوئے اپنے حلق پر چھری پھیرنے کا اشارہ کیا یعنی کہ قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ابو لبابہ ؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نادم ہو گیا اور انا اللہ پڑھی۔ تو کعب نے کہا کہ ابو لبابہ! کیا ہوا۔ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی ہے تو میں وہاں سے اس حال میں اترا کہ میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور نیچے لوگ میرے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے کہ میں نے قلعہ کے پیچھے سے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مسجد آگیا اور وہاں خود کو باندھ دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو میرے جانے اور یہ سب کچھ کرنے کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ اسے اسکے حال پر چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائیں گے۔ اگر ابو لبابہ میرے پاس آجاتے تو اس کیلئے استغفار کرتا اور اب جب کہ وہ خود نہیں آیا اور چلا گیا ہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

معمر زہری سے نقل کرتے ہیں کہ سخت ترین گرمی میں ابو لبابہ سات دن یونہی بندھے رہے کھاتے نہ پیتے۔ اور کہتے کہ میں اسی حال میں رہوں گا حتی کہ میرا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر دیں یا مجھے موت آجائے۔ وہ اسی حال میں رہے حتی کہ نڈھال ہونے سے ان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی اور رسول اللہ ﷺ صبح و شام انکی طرف دیکھتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھیجا کہ ان کی رسی کھول دے مگر ابو لبابہ ؓ نے منع کر دیا اور کہا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی میری رسی نہیں کھولے گا چنانچہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔

---

[1] ابو لبابہ بن عبد المنذر انصاری ہیں ان کے اصل نام میں اختلاف ہے لیلۃ العقبہ کے نقیب ہیں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے ابو لبابہ اور حارث بن حاطب کو واپس کر دیا تھا اور مدینے کا امیر ابو لبابہ کو بنادیا اور بدر کی غنیمت میں ان کا حصہ شمار کیا گیا وفات میں بھی اختلاف ہے۔ (الاصابہ ص ۱۶۵۔۷) [2] یہ کعب بن اسد بن سعید قرظی ہے بنو قریظہ سے تعلق ہے شاعر تھا قیس بن حطیم سے مناقضہ مشہور ہے۔ (الاعلام ص ۲۲۵۔۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابولبابہ کی رسی کھولتے دیکھا وہ اونچی آواز میں اس سے بات کر رہے تھے اور توبہ کی قبولیت کے بارے میں اسے بتا رہے تھے اور کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے ابولبابہ اکثر باتیں سمجھ نہیں رہے تھے۔ اس رسی نے ابولبابہ کی کہنی میں زخم کر دیا اسی بالوں کی بنی ہوئی تھی۔ اور پھر یہ ایک زمانے تک اس کا علاج کرتے رہے۔

(۴۴)

ایک گناہگار عورت کو غلط فتویٰ دینے پر حضرت ابوہریرہ ؓ کی توبہ

میں نے تنبیہ الغافلین میں حضرت ابوہریرہ ؓ کا واقعہ پڑھا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر میں مسجد سے باہر نکلا تو وہاں ایک عورت نقاب اوڑھے کھڑی تھی اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ اے ابوہریرہ! میں نے ایک سنگین گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میری توبہ ہو سکتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تیرا گناہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے زنا کیا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو ہلاک کر دیا۔ تو میں نے کہا "تو خود بھی ہلاک ہوئی اور کو بھی کیا۔ واللہ تیری کوئی توبہ نہیں۔" اس نے یہ سن کر چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی اور بعد میں (ہوش آنے پر) وہاں سے چلی گئی۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں فتویٰ دے رہا ہوں حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں پورا واقعہ گوش گذار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا "اے ابوہریرہ ؓ تو خود ہلاکت میں پڑ گیا اور دوسرے کو بھی ڈال دیا۔ کیا تجھے یہ آیت یاد نہیں "اور وہ لوگ قتل نہیں کرتے کسی نفس کو بغیر حق کے اور زنا نہیں کرتے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دیتے ہیں (سورہ فرقان آیت نمبر ۷۰ ۶۸)

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے نکلا اور مدینے کی گلیوں میں پھر کر

لوگوں سے پوچھتا کہ مجھے اس عورت کا پتہ کون بتلائے گا جس نے کل مجھ سے فتویٰ پوچھا تھا۔ (میری دیوانگی دیکھ کر) بچوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجنوں ہو گیا ہے جب رات ہوئی تو ملاقات اس عورت سے ہو گئی میں نے اسے آنحضرت ﷺ کا ارشاد سنایا اور یہ کہ اس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ وہ عورت یہ سن کر خوشی سے چیخ پڑی اور کہنے لگی میرا ایک باغ ہے وہ میرے گناہ کے کفارے میں مساکین پر صدقہ کرتی ہوں۔

(۴۵)

ثعلبہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی توبہ

جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ

ایک انصاری نوجوان نے اسلام قبول کیا جس کا نام ثعلبہ بن عبدالرحمان تھا یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اسے اپنے کسی کام سے بھیجا۔ اس نے گذرتے ہوئے ایک انصاری کے گھر میں جھانکا تو وہاں ایک عورت غسل کر رہی تھی۔ اب اس کو خوف لاحق ہوا کہ اس کی حرکت پر رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی نازل ہو جائے گی، تو یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا اسے غائب ہوئے چالیس دن گذر گئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت کو عرض کیا، کہ اے محمد ﷺ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہاری امت کا ایک شخص پہاڑوں میں چھپا مجھ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر اور اے سلمان تم دونوں جاؤ اور ثعلبہ کو میرے پاس لے آؤ، تو یہ دونوں حضرات مدینہ کے ان راستوں سے چلے اور ایک چرواہے کے پاس پہنچے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کی موجودگی کا علم ہے۔ جسے ثعلبہ کہا جاتا ہے۔ (چرواہے کا نام ذفافہ تھا) اس نے پوچھا کہ "شاید تم لوگ جہنم سے بھاگنے والے کا پوچھ رہے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ جہنم سے بھاگا ہوا ہے۔ چرواہے نے جواب دیا کہ "وہ اس لئے کہ جب آدھی رات گذرتی ہے تو وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھے

پہاڑوں سے نکلتا ہے اور پکار کر کہتا ہے۔

"اے کاش تو میری روح کو روحوں میں قبض کر لیتا اور جسم کو جسموں میں اور مجھے فیصلہ ہونے کیلئے نہ چھوڑتا"

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں اسی کی تلاش ہے۔ تو یہ چرواہا انہیں لے کر چلا، پھر جب آدھی رات ہوئی تو وہ لڑکا اپنے پیشانی پر ہاتھ رکھے نمودار ہوا اور یہی الفاظ دہرائے حضرت عمر اس پر جھپٹ پڑے اور اسے گود میں اٹھالیا۔ اس نے پوچھا اے عمرؓ کیا رسول اللہ ﷺ کو میرے گناہ کا علم ہو گیا آپ نے جواب دیا" مجھے علم نہیں البتہ انہوں نے کل شام تمہارا تذکرہ کیا اور مجھے اور سلمان کو یہاں بھیج دیا کہ جاؤ اسے ڈھونڈ لاؤ۔ ثعلبہ نے کہا کہ اے عمرؓ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت لے کر جانا جب آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوں۔ اور ایسا ہی ہوا حضرت عمرؓ اور سلمانؓ صف میں کھڑے ہو گئے اور ثعلبہ نے جب آنحضرت ﷺ کی تلاوت سنی تو بے ہوش ہو کر گر گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا "ثعلبہ کا کیا بنا۔ انہوں نے کہا کہ یہ رہا۔ وہ یا رسول اللہ۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے ہلایا جلایا تو وہ ہوش میں آ گیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ میرے پاس سے کس نے تجھے غائب کر دیا۔ اس نے کہا میرے گناہ نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے ایسی آیت نہ بتلاؤں۔ جو گناہوں کو مٹاتی ہے اس نے کہا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (ربنا آتنا فی الدنیا حسنة (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۱) اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا" نہیں اللہ کا کلام بڑا ہے۔ پھر اسے اپنے گھر جانے کا حکم فرمایا۔

یہ لڑکا آٹھ دن بیمار رہا۔ پھر حضرت سلمانؓ آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو ثعلبہؓ کا کچھ پتہ ہے اسے تو اس کی خطا نے مار ڈالا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ چلو میرے ساتھ ثعلبہ کے ہاں۔ آپ ﷺ اس کے ہاں پہنچے اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے آپ ﷺ کی گود سے سر اٹھالیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے سر کیوں ہٹایا۔ اس نے کہا کہ یہ گناہوں سے پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیا تکلیف محسوس کر رہے ہو۔ اس نے کہا میرے گوشت میری کھال اور ہڈیوں میں چیونٹیاں سی کاٹ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہاری خواہش کیا ہے۔ ثعلبہؓ نے

کہا میرے رب کی طرف سے مغفرت۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہو کر کہا کہ اے محمد ﷺ تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور یہ کہ اگر میرا یہ بندہ زمین کی مقدار بھر بھی گناہ کرتا تو میں اس کی خطا کو معاف کرتا ہوں۔ یہ بات آنحضرت ﷺ نے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو بتائی تو اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی موت واقعہ ہو گئی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اس کے غسل و کفن کا حکم فرمایا اور نماز جنازہ کے بعد جب اسے لے کر جا رہے تھے تو آپ ﷺ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ تدفین ہونے کے بعد کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو پنجوں کے بل چلتے دیکھا تھا اس کی وجہ کیا تھی۔ تو آپ! نے جواب دیا کہ "قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا۔ میں اس بات پر قادر نہ تھا کہ فرشتوں کے کثرت سے نزول کی وجہ سے میں پاؤں زمین پر رکھ سکوں۔

(۴۶)

مالک الرؤاسی رضی اللہ عنہ کی توبہ

عمرو بن مالک الرؤاسی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اور بنی کلاب کے کچھ لوگوں نے مل کر بنی اسد کے کچھ لوگوں پر حملہ کیا، وہاں کچھ لوگ قتل کئے اور عورتوں کے ساتھ بد تمیزی کی، یہ بات نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ان پر بددعا کی اور لعنت کی، یہ بات مالک کو پتہ چلی اور ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ پھر یہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گا۔ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا انہوں نے بار بار درخواست کی اور تیسری مرتبہ کہا کہ واللہ! اگر رب تعالیٰ کو منایا جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کہا تم نے اپنے فعل پر توبہ واستغفار کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر نبی کریم ﷺ نے دعا کی کہ "اے اللہ اسے معاف فرما اور اس سے راضی ہو جا۔"

(۴۷)

ایک مالدار صحابی کی توبہ

سعید بن ایمن کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ رسول ﷺ اپنے صحابہ سے گفتگو فرمارہے تھے اتنے میں ایک غریب سا شخص آیا اور ایک مالدار شخص کے برابر میں بیٹھ گیا مالدار شخص نے گویا اپنے کپڑوں کو سمیٹا تو یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اے فلاں کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ تیری مالداری تجھ سے بھاگ جائے گی یا اس کی غریبی تجھ پر طاری ہو جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! اور مالداری کا شر؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں تیری مالداری تجھے جھنم کی طرف بلا رہی ہے اور اس کی غریبی اسے جنت کی طرف بلا رہی ہے۔ مالدار شخص نے کہا کہ مجھے جنہم سے نجات کس طرح ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی دل جوئی کرو تو اس نے کہا ضرور کروں گا۔ اتنے میں دوسرے (غریب) شخص نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے اس بھائی کیلئے استغفار کرو اور دعا کرو۔

(۴۸)

ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کی توبہ [۱]

عبد الرحمٰن بن سابط سے مروی ہے کہ

ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے اور جناب [۱] حلیمہ سعدیہ نے انہیں دودھ پلایا تھا یہ آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتے تھے اور ہم عمر بھی تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے ایسی دشمنی کی جو کسی نے کبھی نہ کی

---

[۱] یہ مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم ابو سفیان ہاشمی ہیں جاہلیت میں بڑے مشہور بہادر (بقیہ اگلے صفحے پر)

ہو گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کی ہجو میں اشعار کہتے، بیس سال تک یہ آپ ﷺ کے دشمن رہے اور مسلمانوں کی ہجو کرتے رہے اور وہ ان کی کرتے رہے اور یہ کسی ایسی جگہ سے پیچھے نہیں رہے جہاں قریش آپ ﷺ کے مقابلے کیلئے نکلتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں اسلام القاء کر دیا۔

ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں کسی کا ساتھی بنوں اور کسی کے ساتھ رہوں اور اسلام اس وقت میری دل میں جم چکا تھا۔ تو میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ آیا اور انہیں کہا کہ نکلنے کی تیاری کرو محمد ﷺ آنے والے ہیں وہ کہنے لگے کہ آپ دیکھ لیں کہ عرب و عجم محمد ﷺ کے متبع ہو چکے ہیں اور تم دشمنی کر کے نقصان میں جا رہے ہو تمہیں تو ان کی مدد میں سب سے آگے ہونا چاہئے تھا۔ تو میں نے اپنے اس لڑکے کو کہا کہ جلدی سے اونٹ اور گھوڑے تیار کرو۔ پھر ہم چلے اور ابواء ۲؎ کے مقام پر اتر گئے۔ وہاں نبی کریم ﷺ کے لشکر کا اگلا حصہ پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ میرے خون کی نذر دے چکے تھے میں نے قتل ہونے کو پسند نہ کیا اور خوفزدہ ہو گیا۔ تو میں وہاں سے پیدل چل کر تقریباً ایک میل دور چلا گیا۔ اب ان کے ساتھی آہستہ آہستہ آنا شروع ہوئے میں ان کے ساتھیوں کے خوف سے ایک طرف ہو کر چلتا رہا۔ جب آنحضرت ﷺ نظر آئے تو میں ان کی نظر کی سیدھ میں آگیا، جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے منہ دوسری طرف پھیر لیا میں دوسری طرف سے ان کے سامنے آگیا انہوں نے وہاں سے بھی منہ پھیر لیا اس طرح کئی مرتبہ ہوا تو دور اور قریب کے اندیشوں نے مجھے گھیر لیا اور میں نے کہا کہ میں محمد ﷺ تک

(گذشتہ سے پیوستہ) اور شاعر تھے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے اور بعثت کے بعد آپ ﷺ کے خلاف ہو گئے بعد میں یہ اسلام لائے اور آپ ﷺ ان سے راضی ہو گئے اور فرمایا کہ ابو سفیان میرا بھائی اور میرے خاندان کا اچھا شخص ہے اللہ نے حمزہ کا بدل ابو سفیان کی صورت میں دیا ہے، اس کے بعد انہیں۔ "اسد اللہ اور اسد الرسول" کہا جانے لگا۔ سن ۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۲۷۶-۷) ۲؎ "ابواء" مدینہ کے مضافات میں ایک بستی ہے اس کے اور جحفہ کے مابین ۲۳ میل کا فاصلہ ہے بعض نے کہا کہ یہ ایک پہاڑ ہے آرہ کے دائیں طرف منہ سے مدینے کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف واقع ہے اور یہیں والدہ رسول ﷺ حضرت آمنہ کی قبر ہے (معجم البلدان ص ۹۲-۱) ا؎ حضرت حلیمہ کا پورا نام حلیمہ بنت ابوذؤیب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر سعدی البکری الھوازنی ہے۔ آپ ﷺ کی رضاعی ماں تھیں بعد میں یہ حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح ہونے کے بعد آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ اور اس کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ آکر اسلام قبول کر لیا۔ سن ۸ھ میں ان کا انتقال ہوا (الاعلام ص ۲۷۱-۲)

پہنچنے سے پہلے ہی مار اجاؤں گا اور ان کے برور حم کا تذکرہ کر کے بچاؤ حاصل نہیں کر سکوں گا، اور مجھے اس بات میں بھی کوئی شک نہیں تھا آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب میری آنحضرت ﷺ سے قرابت کی وجہ سے میرے مسلمان ہونے پر بہت ہی خوش ہوں گے جب مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے مجھ سے اعراض کو دیکھا تو ان سب نے مجھ سے منہ پھیر لیا، مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی منہ پھیرے ہوئے نظر آئے پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ ایک انصاری شخص کو میرے خلاف ابھار رہے تھے انہوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے۔ "اللہ کے دشمن! تو ہے وہ شخص جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب کو تکلیف دیتا تھا اور تو نے ان کی دشمنی میں مشرق و مغرب ایک کر دیئے تو بعض باتوں کا میں نے خود سے دفاع کیا۔ لیکن انہوں نے بات لمبی کر دی اور ان کی آواز بلند ہو گئی اور انہوں نے مجھے مقام حرج میں لا کھڑا کیا اور لوگ میرے ساتھ ہونے والا معاملہ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ پھر میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے پاس پہنچا اور کہا کہ چچا جان۔ "میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ میری قرابت اور شرف کی وجہ سے میرے اسلام لانے سے خوش ہوں گے اور ان کا رویہ آپ دیکھ رہے ہیں آپ ان سے میرے بارے میں بات کریں تاکہ وہ مجھ سے راضی ہو جائیں انہوں نے جواب دیا کہ واللہ یہ دیکھنے کے بعد میں ایک لفظ بھی نہیں بولوں گا مگر یہ کہ کوئی صورت دیکھ لوں کیونکہ میں آپ ﷺ کو بڑا سمجھتا ہوں اور ان سے ڈرتا ہوں۔ میں نے کہا چچا جان میں کس کے پاس جاؤں؟

انہوں نے کہا وہ رہا شخص! میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ تو میں دوبارہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ چچا جان ایک شخص مجھے گالیاں دے رہا ہے اسے روکیے انہوں نے پوچھا وہ کیسا آدمی ہے۔ میں نے بتایا کہ چھوٹے قد کا موٹا گندمی رنگت والا شخص ہے انہوں نے کہا اچھا تو وہ نعمان بن حارث ہے [1] انہوں نے اسے بلوا کر کہا کہ نعمان! یہ ابو سفیان رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی اور میرا بھتیجا ہے اگر رسول اللہ ﷺ ان سے ناراض ہیں تو تھوڑی دیر بعد راضی ہو جائیں گے۔ تم باز رہو تھوڑی سی سختی کے بعد وہ رک گئے اور کہا کہ میں اسے مزاحمت نہیں کروں گا۔

---

[1] یہ نعمان بن عمرو بن رفاعہ بخاری ہیں۔ بہت خوش طبع گابی تھے مدینے کے باسی تھے آنحضرت ﷺ کو اپنی ہنسی کی باتوں سے محظوظ کیا کرتے تھے بڑے بہادر تھے تمام جنگوں میں شریک تھے بن ۱۴۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۱۴۱-۸)

ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں وہاں سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کی جائے قیام کے دروازے پر بیٹھ گیا حتی کہ وہ وہاں سے جحفہ [۱] تشریف لے گئے نہ وہ مجھ سے بات کرتے اور نہ ہی کوئی مسلمان بیٹا جعفر کھڑا ہوتا۔ آنحضرت ﷺ جب مجھے دیکھتے منہ پھیر لیتے۔ میں اسی حالت میں وہاں سے نکلا اور فتح مکہ میں شریک ہوا اور میں مسلسل آپ ﷺ کے قریب رہتا حتی کہ وہ ابطح [۲] نامی مقام پر اترے، تو میں ان کے خیمے کے دروازے کے قریب ہو گیا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور یہ نظر پہلی نظر سے نرم تھی میں امید کر رہا تھا کہ آپ ﷺ مسکرائیں اتنے میں آپ ﷺ کے پاس بنی عبدالمطلب کی عورتیں آئیں اور ان کے ساتھ میری بیوی بھی تھی اس منظر نے مجھ پر رقت طاری کر دی۔ آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے۔ اور میں ان کے نزدیک ہی تھا میں انہیں کسی طرح نہیں چھوڑ رہا تھا۔ حتی کہ آپ ﷺ ہوازن [۳] سے مقابلے کیلئے نکلے۔ عرب نے آپ ﷺ کے مقابلے میں بڑا لشکر جمع کیا تھا حتی کہ وہ اپنے ساتھ اپنی بیوی بچوں اور جانوروں تک کو لے آئے تھے جب میں ان کے سامنے ہوا تو میں نے کہا کہ آج رسول اللہ ﷺ میرا کردار دیکھیں گے انشاء اللہ۔

جب حملہ ہوا تو اللہ نے جیسا ذکر کیا مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے آپ ﷺ اپنے چتکبرے خچر پر سوار تھے اور اپنی جگہ ثابت قدم تھے ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار سونتی اس کے نیام کو میں نے توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں ان کے مقابلے میں موت کا شکار ہونا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے حضرت عباس خچر کی لگام پکڑے کھڑے تھے۔ میں دوسری طرف آگیا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کا چچازاد بھائی ابو سفیان بن حارث ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! اس سے راضی ہو جائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کی مجھ سے کی جانے والی ہر عداوت کو معاف فرمائے پھر آپ ﷺ نے رکاب میں پاؤں ڈالے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے بھائی ہمیشہ کے ہو۔

---

[۱] مدینے کے راستے میں ایک بستی ہے اہل مصر و شام کیلئے جب وہ مدینے سے نہ گذریں تو میقات بھی ہے۔ (معجم البلدان ص ۶۳۔۳) [۲] ابطح۔ ہر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں برساتی نالے میں کنکریاں ہوں، مکہ اور منی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (معجم البلدان ص ۸۵۔۱)
[۳] ھوازن۔ قیس کا ایک قبیلہ ہے۔ (لسان العرب مادہ ھزن)

پھر آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ آواز لگاؤ۔ اے سورہ بقرہ والوا ے اصحاب شجرہ اے مہاجرین، اے انصار اے خزرج۔ جب آواز لگائی گئی تو انہوں نے جواب دیا لبیک اے اللہ کے داعی! اور انہوں نے یکجان ہو کر حملہ کیا اور انہوں نے نیام سنبھالے اور تیر اٹھائے اور نیزے کے پھل جھکائے اور گھوڑوں کی طرح سرپٹ بھاگے تو میں نے خود کو دیکھا اور میں نبی کریم ﷺ کیلئے ان کے نیزوں کے پھلوں سے ڈر رہا تھا (کہ کہیں کوئی نیزہ تکلیف نہ دے جائے۔) مجھے رسول اللہ! نے فرمایا کہ آگے آؤ اور ان لوگوں کو دور کرو تب میں نے ان لوگوں کو وہاں سے ہٹایا اور آپ ﷺ لوگوں کے درمیان آگے بڑھے اور میں نے لوگوں کو آپ ﷺ سے تقریباً ایک فرسخ تک دور کر دیا اور وہ منتشر ہو گئے۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ میں نے اس دن نبی کریم ﷺ کو دیکھا ان کے پاس ابوسفیان بن حارث کے سوا کوئی نہ تھا تو میں وہاں آیا اور آپ کے خچر کی لگام سنبھالی میری آواز بہت بلند تھی آپ ﷺ نے مجھے لوگوں کو زور دار آواز لگانے کا حکم دیا۔ کہ اے انصار کی جماعت! اے اصحاب شجرہ! جب میں نے آواز لگائی تو وہ لوگ اونٹ کی طرح واپس لوٹے جب وہ اپنے بچوں کی محبت میں بھاگتا ہے اور وہ یہ کہہ رہے تھے۔ یا لبیک یا لبیک۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ اس دن ابوسفیان بن حارث کی طرف متوجہ ہوئے وہ لوہے کا نقاب پہنے ہوئے نبی کریم ﷺ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے آپ ﷺ نے پوچھا "یہ کون ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ آپ کی والدہ کا بیٹا ہے یارسول اللہ ﷺ! (ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے کہا کہ یہ آپ کا بھائی ہے آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ ابوسفیان بن حارث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میرے بھائی مجھے زمین سے کچھ کنکریاں اٹھا کر دو! انہوں نے اٹھا کر دیں آپ ﷺ نے وہ دشمن کی طرف پھینک کر فرمایا "تمہارے چہرے بگڑ جائیں" وہ کنکریاں گویا بادلوں کی طرح اڑتی ہوئی دشمنوں کی آنکھوں میں پڑ گئیں اور وہ شکست کھا گئے۔"

علامہ ابن عبد البرؒ نے حضرت عائشہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ ہمارے پاس سے سفیان بن حارث گذرے تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا آؤ عائشہ میں تمہیں اپنا چچازاد شاعر بھائی دکھاتا ہوں جو میری ہجو کرتا تھا۔ اور اب سب سے پہلے مسجد جاتا ہے اور سب سے آخر میں نکلتا ہے۔ اور اس کی آنکھ جوتی کے تسمے کے برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتی۔

مروی ہے کہ ابوسفیان، نبی کریم ﷺ کے سامنے حیا کی وجہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ یہ اپنی موت کے وقت کہنے لگے کہ مجھ پر نہ روؤ کیونکہ جب سے میں اسلام لایا ہوں میں کسی گناہ میں ملوث نہیں ہوا۔ یہ نبی کریم ﷺ کیلئے بہت زیادہ روتے تھے اور آپ ﷺ کیلئے ایک قصیدہ بھی کہا۔

ارقت وبات لیلی لایزول
ولیل اخی المصیبته فیه طول

میں رات کو نہ سویا اور میری رات ختم نہیں ہوئی میری رات مصیبت کی بہن ہے جس میں طوالت ہے۔

واسعدنی البکاء وذاك فیما
اصیب المسلمون به قلیل

مجھے رونے نے نیک بخت کیا اور یہ رونا مسلمانوں کو ہونے والی تکلیف پر تھا اور کم تھا۔

لقد عظمت مصیبتاو جلت
عشیة قیل قد قبض الوصول

ہماری مصیبت عظیم ہے اور وہ رات بھی بہت بڑی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کو اٹھا لیا گیا۔

فاضحت ارضا مماعراها
تکاد بنا جوا تبها تمیل

پس ہماری زمین اپنے ڈھانپنے والے سے ایسی ہو گئی۔ کہ اس کے جوانب گرنے لگے۔

فقدنا الوحی والتنزیل فینا
یروح به ویغدو جبرئیل

ہم سے وحی اور تنزیل جس میں صبح وشام جبریل آیا کرتے تھے، گم ہو گئی۔

وذاك احق ماسالت علیه
نفوس الناس اوکادت تسیل

اور یہ بات رونے کے زیادہ لائق تھی جس پر لوگوں کے نفس بہہ گئے یا بہنے کے قریب ہو گئے۔

نبی کان یجلو الشك عنا
بما یوحی الیه وما یقول

نبی علیہ السلام ہم سے شک کو دور کرتے تھے اپنی وحی اور ارشاد کے ذریعے۔

ویھدینا فلا یخشی علینا
ضلالا والرسول لنا دلیل

اور ہمیں راہ ہدایت دکھاتے تو ہم پر گمراہی کا ڈر نہ تھا (کیونکہ) رسول علیہ السلام ہمارے لئے مشعل راہ تھے۔

افاطم ان جزعت فذاك عذر
وان لم تجزعی فھوا لسبیل

اے فاطمہ! اگر تو روئے تو یہ عذر ہے اور اگر نہ روئے تو (آخر کار) راستہ یہی ہے۔

فقبر ابیك سید كل قبر
وفیه سیدالناس الرسول

تیرے والد کی قبر تمام قبور کی سردار ہے اور اس میں لوگوں کے سردار رسول اللہ علیہ السلام (مدفون) ہیں۔

(۴۹)

شاعر صحابی عبداللہ بن الزبعی رضی اللہ عنہ کی توبہ

فتح مکہ کے دن ھبیرہ بن ابی وھب مخزومی جو ام ھانی بنت ابی طالب کے شوہر تھے اور عبداللہ بن الزبری فرار ہو کر نجران چلے گئے یہ دونوں شاعر تھے مسلمانوں کی ہجو کیا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ ابن زبعری قریش کے سب سے بڑے شاعر تھے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ اشعار بھیجے جن کا موضوع ابن زبعری تھے۔ یہ مجھے ابن

ابی الزناد نے بتائے۔

لا تعد من رجلا احلك بغضه
نجران في عيش احذ لئيم

اس شخص کو معدوم مت شمار کر جس کے بغض نے تجھے نجران میں کمینے سے بھی بدتر زندگی میں دھکیل دیا ہے۔

بليت قناتك في الحروب فالفيت
خمانه جو فاء ذات و صوم

تیرا نیزہ جنگوں میں بوسیدہ ہو گیا اور تجھے کمزور ساپھٹا ہوا عار والا نیزہ مل گیا۔

غضب الاله على الزبعي وابنه
وعذاب سوء في الحياه مقيم

اللہ زبعی اور اس کے بیٹے پر غضب نازل کرے اور اس کی زندگی میں برا عذاب لائے۔

جب حضرت حسان ؓ کے اشعار ان تک پہنچے تو انہوں نے نکلنے کی تیاری کی تو ہبیرہ نے ان سے پوچھا چچا کے بیٹے! کہاں کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ واللہ محمد ﷺ کے پاس جانے کا ہے۔ ھبیرہ نے کہا کیا ان کی پیروری کرنے کا ارادہ ہے۔ ابن زبعری نے کہا ہاں واللہ میرا یہی ارادہ ہے۔ ھبیرہ نے کہا کہ کاش میں : تیرے علاوہ کسی اور کے ساتھ رہتا۔ واللہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تو محمد ﷺ کی اتباع کرے گا ابن زبعری ؓ نے کہا پھر تو کس بنیاد پر بنو حارث بن کعب کے ساتھ رہتا ہے۔ اور میں اپنے چچا کے بیٹے اور لوگوں میں سب سے بہتر اور نیک شخص اور اپنی قوم اور علاقے سے دور کیوں رہوں۔

ابن زبعری چلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ یہ ابن زبعری ہے اور اس کے ساتھ اس کے چہرے میں اسلام کا نور چمک رہا ہے۔

جب یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے تو کہا اے اللہ کے رسول تم پر سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ میں نے

آپ سے دشمنی کی اور آپ کے خلاف کام کیا۔ اور اونٹوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اور پیدل بھی آپ کی دشمنی میں چلا۔ پھر آپ سے دور نجران بھاگ گیا اور میں چاہتا تھا کہ اسلام کے قریب کبھی بھی نہ آؤں پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا اور میرے دل میں اسلام القاء کر دیا اس کی محبت دل میں ڈال دی اور مجھے اپنی گمراہی کا احساس ہو گیا ہے غیر نافع چیز کی اتباع عقلمندی نہیں۔ پتھر کون ہوتا ہے کہ جس کی عبادت کی جائے اور اس کیلئے قربانی دی جائے اسے تو خود پتہ نہیں کہ اس کی کون عبادت کر رہا ہے کون نہیں کر رہا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تجھے اسلام کیلئے ہدایت دی اور اسلام تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

ابن زبعری رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد یہ اشعار کہے۔

منع الرقاد بلابل وهموم
والليل معتلج الرواق بهيم

شدت غم نے نیند کو روک دیا اور رات بڑی کالی اور دردناک تھی۔

مما اتاني ان احمد لا مني
فيه فبت كانني محموم

اس لئے کہ احمد ﷺ نے مجھے ملامت کی اور اسی میں میں نے بخار زدہ کی طرح رات گذاری۔

يا خير من حملت على اوصالها
عيرانته سرح اليدين غشوم

اے بہتر ہے وہ اونٹنی جو اپنے کندھوں پر تیزی سے لوگوں کے بوجھ اٹھا لیتی ہے۔

انی لمعتذر اليك من الذی
اسديت اذا نافی الضلال اهيم

میں تجھ سے معذرت کرتا ہوں ان اعمال کی جو میں نے کئے اور اس وقت میں گمراہی میں پڑا تھا۔

فاليوم آمن بالنبی محمد
قلبی و مخطی هذه محروم

آج میرا دل نبی محمد ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس سے خطا کرنے والا محروم ہے۔

مضت العداوة وانقضت اسبابها

ودعت اواصر بيننا وحلوم

دشمنی چلی گئی اور اس کے اسباب منقطع ہو گئے اور ہمارے درمیان عہد و پہچان و عقل، آ گئے۔

فاغفر فدى لك والدى كلا هما

زللى فانك راحم مرحوم

میری لغزشوں کو معاف کر دے میرے ماں باپ تجھ پر قربان اس لئے کہ تو رحم کرنے والا اور رحم کیا جانے والا ہے۔

وعليك من علم المليك علامته

نوراغرو خاتم مختوم

اور بادشاہ (ذوالجلال) کے ہاں علم سے تیرے پاس نور کی چمکتی علامت اور مہر ہے۔

اعطاك بعد محبة برهانه

شرفا و برهان الا له عظيم

اس نے تجھے محبت کے بعد شرف کے طور پر اس کی دلیل عطا کی ہے اور خدا کی دلیل عظیم ہوتی ہے۔

ولقد شهدت بان دينك صادق

حقا وانك فى العباد جسيم

میں نے گواہی دی ہے کہ تیرا دین سچا اور حق ہے اور تو بندوں میں بڑا ہے۔

والله يشهدان احمد مصطفى

متقبل فى الصالحات كريم

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ نیکوں میں احمد مصطفیٰ ﷺ جو کریم ہیں قبول کئے گئے ہیں۔

قرم تفرع فى الذرى من هاشم

فرع تمکن فی الذری وأروم

یہ سردار ہیں جو ہاشم کی اولاد میں سے ہیں اور ایسی اولاد ہیں جو اولاد اور اصل میں جڑ پکڑ چکے۔

(۵۰)

ھبار بن اسود رضی اللہ عنہ کی توبہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے جب بھی آنحضرت ﷺ کو ھبار کا تذکرہ کرتے دیکھا ، ہمیشہ غیظ و غضب کے ساتھ دیکھا۔ اور جب بھی آپ ﷺ کوئی سریہ روانہ فرماتے تو انہیں کہتے کہ اگر تمہیں راستے میں ھبار بن اسود مل جائے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کی گردن اڑا دینا۔ اور واللہ ! میں بھی اسے ڈھونڈتا رہتا اور اس کی پوچھ تاچھ کرتا رہتا تھا اور اللہ جانتا ہے کہ اگر میں اسے پالیتا تو اس کے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اسے قتل کر دیتا۔

پھر ایک مرتبہ وہ اچانک رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ ﷺ سے معذرت کرنے لگے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے صحابہ کے درمیان بیٹھا تھا ہم جعرانہ سے واپس آئے تھے اتنے میں ھبار بن اسود آئے اور جیسے ہی صحابہ کی نظر اس پر پڑی تو انہوں نے کہا "یا رسول اللہ ! ھبار بن اسود ! تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے اسے دیکھ لیا ہے بعض لوگ ان کی طرف بڑھے تو آپ ﷺ نے انہیں اشارے سے روک دیا ھبار آپ ﷺ کے پاس آکر کھڑا ہو گئے اور کہا۔ اے اللہ کے رسول ! آپ پر سلامتی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں تو آپ سے بھاگ کر دور شہروں میں چلا گیا تھا اور عجموں سے مل جانے کا ارادہ تھا پھر مجھے آپ کا لطف و کرم فضیلت ، نیکی اور آپ کو نہ پہنچانے والوں سے آپ کا در گذر یاد آیا۔ اے اللہ کے رسول ! ہم اہل شرک تھے اللہ نے آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت دی اور آپ کے ذریعے ہمیں ہلاکت سے نکالا۔ آپ میری جہالت

پر درگذر فرمائیں اور میری طرف سے جو تکلیف آپ کو پہنچی ہے میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں اور گناہ کا معترف ہوں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ھبار کہہ رہے تھے کہ میں آپ کو برا بھلا کہتے اور تکلیف دیتیں بہت آگے تھا اور میں ذلیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بصارت عطا فرمائی اور اسلام کی طرف ہدایت دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا آپ ھبار کی باتوں پر سر ہلا رہے تھے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانا شروع کیا کہ "میں نے تجھے معاف کر دیا ہے اور اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

ھبار زبان کے بہت پکے تھے اسلام نے کے بعد انہیں گالیاں دی جاتیں اور انہیں معلوم ہو جاتا مگر یہ اس کا جواب نہ دیتے۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے ھبار جو کوئی تمہیں برا بھلا کہے تو اسے مناسب جواب دے دیا کرو۔

(۵۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل کی توبہ [۱]

ابو اسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو عکرمہ بن ابو جہل نے کہا کہ میں ایسی سر زمین میں نہیں رہوں گا۔ جہاں میں ابو الحکم [۲] کے قاتل کو دیکھوں پھر یہ سمندر کے راستے روانہ ہونے کیلئے چلے اور اپنے سسر کے پاس گئے اور اپنی بیوی کو تیاری کا حکم دیا پھر ان کی بیوی ان سے ملی اور کہا کہ قریش کے نوجوانوں کے سردار تم کہاں جا رہے ہو۔ تم ایسی جگہ جا رہے ہو جہاں تمہاری کوئی پہچان نہیں۔ مگر عکرمہ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا

---

[۱] یہ عکرمہ بن ابی جہل عمرو ہشام ہیں مخزومی قریشی نسب ہے جاہلیت اور اسلام میں قریش کے سردار تھے۔ یہ اور ان کے والد دونوں ہی اسلام سے بہت زیادہ عداوت رکھتے تھے فتح مکہ کے بعد اسلام لائے جنگ یرموک میں شہید ہوئے یہ سن ۱۳ھ تھا۔ (الاعلام ص ۲۴۴۔۴)

[۲] یہ عمر بن ہشام بن مغیرہ مخزومی ہے قریش کا سردار اور نہایت ذہین انسان تھا۔ عیون الاخبار

(بقیہ اگلے صفحے پر)

حضرت عبداللہ بن زبیر[۱] فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو ھند بنت عتبہ[۳] ام حکیم بنت حارث بن ہشام[۲] جو عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اسلام لانے والی دس عورتوں میں شامل تھیں یہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں آپ ﷺ اس وقت ابطح میں تشریف رکھتے تھے انہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ ہند بنت عتبہ نے گفتگو شروع کی اور کہا یارسول اللہ ﷺ! اللہ کا شکر ہے جس نے اس دین کو غلبہ عطا فرمایا جسے میں اپنے لئے اختیار کر رہی ہوں تا کہ آپ کا رحم ہمیں ملے۔ "اے محمد ﷺ میں اللہ پر ایمان لانے والی اور آپ کی تصدیق کرنے والی عورت ہوں پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا اور کہا میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خوش آمدید۔ اس نے کہا واللہ۔ اے اللہ کے رسول۔ دنیا کے جتنے اہل خیمہ ہیں مجھے پسند تھا کہ وہ آپ کے خیمہ سے ذلیل ہوں اور اب یہ حال ہے کہ دنیا کے جتنے اہل خیمہ ہیں مجھے پسند ہے کہ وہ آپ کے خیمہ سے عزت پائیں آپ ﷺ نے فرمایا اور بھی زیادہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے تلاوت فرمائی اور ان سے بیعت لی۔

پھر ام حکیم،[۳] عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کہا کہ "یارسول اللہ ﷺ! عکرمہ آپ سے بھاگ کر یمن جا رہا ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ شاید آپ اسے قتل کر دیں گے۔ آپ اسے امان دے دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے امان ہے" پھر ام حکیم رضی اللہ عنہما اپنے

(گذشتہ سے پیوستہ) میں لکھا ہے کہ اس کو جس وقت سردار بنا کر دار الندوہ میں شامل کیا گیا اس وقت اس کی مونچھیں بھی نہیں آئی تھیں یہ اسلام کا بڑا شدید دشمن تھا اسے ابو الحکم کہا جاتا تھا مسلمانوں نے ابو جہل کہنا شروع کیا۔ بدر میں قتل ہوا۔ (الاعلام ص ۸۷۔۵)

[۱] یہ عبداللہ بن زبیر بن عوام ہیں اپنے زمانے کے مشہور شہسوار تھے اور ہجرت کے بعد مدینے کے پہلے مولود ٹھہرے۔ سن ۶۴ھ میں خلافت کی بیعت لی قریش کے گنے چنے خطیبوں میں سے تھے کتب میں ۳۳ احادیث ان سے مروی ہیں سن ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کے مقابلے میں شہید ہوئے۔ (الاعلام ص ۸۷۔۴) [۲] یہ ہند بنت عتبہ ہیں ابو سفیان کی بیوی۔ اور حضرت معاویہ کی والدہ ہیں۔ فتح مکہ میں اسلام لائیں یرموک میں شریک تھیں اور لڑائی پر ابھارتی تھیں یہاں کسی نے ان کے بیٹے معاویہ کو دیکھ کر کہا کہ اگر یہ زندہ رہا تو سردار بنے گا۔ ان کا انتقال س ۱۴ھ میں ہوا۔ (الاعلام ص ۹۸۔۸) [۳] یہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام ہیں بڑی بہادر صحابیہ ہیں غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئیں اور فتح مکہ میں مسلمان ہوئیں۔ غزوہ روم میں عکرمہ کے ساتھ شریک ہوئیں عکرمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے خالد بن سعید بن العاص سے نکاح کیا پھر روم ہی میں ایک جنگ میں خالد بھی شہید ہوئے اور پھر یہ گھمسان کی لڑائی میں شریک ہو کر لڑنے لگیں حتی کہ شہید ہو گئیں۔ یہ سن ۱۴ھ تھا۔ (الاعلام ص ۲۶۹۔۲)

شوہر عکرمہ کی تلاش میں نکلیں اور انہیں "تہامہ" [1] کو ساحل پر جالیا۔ وہاں کشتی کا ملاح حضرت عکرمہ سے کہنے لگا کہ خلوص سے کہو۔ عکرمہ نے پوچھا کیا کہوں۔ ملاح نے کہا کہو "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" تو عکرمہ بولے میں اسی سے تو بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ تو ام حکیم اپنی بات پر آئیں اور کہنے لگیں کہ چچا کے بیٹے میں تمہارے پاس لوگوں میں سب افضل نیک اور بہتر شخص کے پاس سے آئی ہوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، ام حکیم نے انہیں بتایا کہ "میں نے تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے امان لے لی ہے۔ تو عکرمہ نے کہا کیا واقعی تم نے ایسا کیا ہے۔ ام حکیم نے کہا کہ ہاں میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے امان دے دی" یہ سن کر عکرمہ اس کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔

عکرمہ نے اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کی خواہش کی تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ "تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں" تو عکرمہ بولے کہ ایک شخص نے تمہیں مجھ سے روک دیا یہ بڑی بات ہے۔

(پھر یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے) جب آپ ﷺ نے عکرمہ کو دیکھا تو تیزی سے آگے بڑھے اور عکرمہ کو دیکھ کر اتنے خوش ہوئے کہ بدن کی چادر (قمیض) بھی نہیں تھی پھر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے عکرمہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے ان کے ساتھ ان کی بیوی نقاب باندھے کھڑی تھیں۔ عکرمہ بولے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں" یہ سن کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ بولے کہ مجھے کوئی اچھی سی بات بتایئے جسے میں کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ "عکرمہ نے یہ کہہ کر کہا کہ اس کے بعد پھر کیا کہوں۔ فرمایا کہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف آتا ہوں "عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ دہرائے تو رسول اللہ نے فرمایا" کہ آج تم جو مانگو گے اس سے جو ہم دوسروں کو دیتے ہیں آج تمہیں بھی دیں گے۔

تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ میرے لئے میری ہر عداوت پر مغفرت کی دعا کریں۔

اور میں نے کوئی بھی مخالفت کی اور کوشش کی، یا آپ سے لڑائی کی یا میں نے کوئی

---

[1] تہامہ یہ سے سمندر چلتا ہے۔ ساحل۔ تہامہ اور نجد کے درمیان کے علاقے کو حجاز کہتے ہیں۔ معجم البلدان (ص ۶۳۴۔۲)

گستاخی کی ہو سب سے میری مغفرت کی دعا فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔
کہ "اے اللہ اس کی مجھ سے ہر عداوت کو معاف کر دے اور میری مخالفت میں جتنا یہ
چلا، تیرے نور کو بجھانے کیلئے اور میری موجودگی یا غیوبت میں جو کچھ اس نے کہا وہ سب
بھی معاف فرمادے۔ عکرمہ ؓ نے کہا میں دعا سے خوش ہوں یا رسول اللہ ﷺ اور اے
اللہ کے رسول! واللہ! جتنا مال میں اللہ کے راستے سے روکنے کیلئے خرچ کرتا تھا اس سے
دگناہ مال میں اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ اور جتنا میں اللہ کے راستے سے روکنے
کیلئے لڑا اس سے دگنا اللہ کے راستے میں لڑوں گا اور قتال میں بہت محنت کروں گا حتی کہ
خود قتل ہو جاؤں۔ ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ عکرمہ ؓ اس کے بعد اللہ کے راستے میں جہاد
کرتے رہے اور حتی کہ شہید ہو گئے۔)

مروی ہے کہ جب "یرموک" کی لڑائی تھی [1] اس دن عکرمہ نے کنگھی کی
(یعنی شہادت کی نیت سے لڑائی کی تیاری کی) تو [2] حضرت خالد بن ولید ؓ نے انہیں کہا کہ
ایسا نہ کرو اس لئے کہ تمہاری شہادت مسلمانوں پر سخت تکلیف دہ ہوگی۔ عکرمہ ؓ نے
کہا خالد مجھے چھوڑ دو۔ تمہارا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماضی موجود ہے۔ یہ کہہ کر وہ
جنگ میں شریک ہو گئے اور خوب زبردست لڑائی کے بعد شہید ہو گئے، شہادت کے بعد
ان کے جسم پر ستر سے زائد نیزوں اور تلواروں کے زخم پائے گئے۔

عبد اللہ بن مصعب کہتے ہیں کہ جنگ یرموک میں [3] حارث بن ہشام، عکرمہ
بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو شہید ہوئے۔ جب یہ زخمی میدان میں پڑے تھے تو ان

---

[1] یرموک۔ شام کے قریب "غور" کی جانب ایک وادی ہے یہ نہر اردن میں سے بہتی ہوئی بحر مردار میں چل جاتی ہے۔ یہاں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دور میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ ہوا تھا۔ (معجم البلدان ص ۵۱۴۔ ۸) [2] یہ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی ہیں بڑے فاتح اور اللہ کے تلوار جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں شامل تھے حدیبیہ تک مشرکین کی طرف سے جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ فتح مکہ سے پہلے عمرو بن عاص کے ساتھ اسلام قبول کیا یہ سن ۷ھ تھا۔ فتوحات اسلامیہ میں انہیں ید طولی حاصل ہے۔ عورتیں خالد جیسا بیٹا پیدا کرنے سے عاجز ہیں ان سے ۱۸ احادیث مروی ہیں سن ۲۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ [3] یہ حارث بن ہشام ہیں ابو جہل کے بھائی ہیں۔ صحابی ہیں اسلام اور جاہلیت میں معززین میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی بیٹیوں کے حسن شرف اور مہر کی زیادتی کی مثال دی جاتی تھی فتح مکہ میں اسلام لائے۔ بعد میں یہ شام چلے گئے اور وہاں جہاد میں شریک رہے طاعون عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۱۵۸۔ ۲)

کے پاس پانی لایا گیا اور یہ اسے ایک دوسرے کیلئے کہتے رہے حتیٰ کے تینوں شہید ہو گئے اور پانی کسی نے نہیں پیا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا جب انہیں پانی دیا گیا تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو دیکھا وہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے تو انہوں نے پانی ان کے پاس بھیج دیا جب سہیل پینے لگے تو حارث کو دیکھا کہ وہ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں تو پانی ان کی طرف بھیج دیا جب پانی لانے والا حارث تک پہنچا تو وہ شہید ہو گئے تھے حتیٰ کہ تینوں بغیر پانی پئے شہید ہو گئے۔ اللہ ان سب پر رحمت فرمائے۔

(۵۲)

حضرت سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کی توبہ[۱]

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ

کچھ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوئے ان میں سہیل بن عمرو۔ ابوسفیان بن حارث بھی شامل تھے اور یہ سب بزرگ حضرات تھے۔ حضرت عمر کا خادم آیا اور اس نے سب سے پہلے بدری حضرات کو اندر آنے کی اجازت سنائی یہ حضرت صہیب[۲] حضرت بلال[۳] اور دوسرے حضرات اہل بدر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[۱] یہ سہیل بن عمرو بن عبد شمس العامری ہیں لوئی سے تعلق ہے قریش کے خطیب اور سردار تھے مسلمانوں نے انہیں بدر میں قید کر لیا تھا پھر یہ فدیہ دے کر آزاد ہوئے۔ پھر یہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ یہ وہ سہیل بن عمرو ہیں جو قریش کی طرف سے حدیبیہ میں صلح کے متول بنے تھے یہ شام میں سن ۱۸ھ میں طاعون میں فوت ہوئے۔ (الاعلام ص ۱۴۴۔ ۳) [۲] یہ صہیب بن سنان بن مالک ہیں بنو عمر بن قاسط سے تعلق ہے۔ تیر اندازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا سابقین اسلام میں سے ہیں۔ بچپن میں رومیوں نے قید کر لیا تھا اور پھر ان کی نشوونما وہیں ہوئی اسی لئے زبان میں لکنت بھی تھی بنو کلب کے ایک شخص انہیں خرید لیا اور عبدالقدر بن جدعان کو فروخت کر دیا عبداللہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ تمام جنگوں میں شریک رہے صہیب رومی سے معروف ہوئے۔ ۳۰۷ احادیث مروی ہیں سن ۳۸ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۲۱۰۔ ۳)
[۳] یہ حضرت بلال بن رباح الحبشی ہیں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اور بیت المال کے نگران۔ بہت پہلے مسلمان ہوئے بخاری و مسلم میں ان کی ۴۴ احادیث ہیں دمشق میں سن ۲۰ھ میں انتقال ہوا

کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کیلئے خیر کی تلقین فرماتے تھے۔ یہ دیکھ کر ابو سفیان بن حارث نے کہا کہ آج جیسا منظر میں نے نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو اندر آنے کی اجازت دے دی ہے اور ہم یونہی بیٹھے ہیں ہماری طرف دیکھا بھی نہیں۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ اسی طرح کہا۔

حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک عقلمند شخص نے ان سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہارے چہروں کے تاثرات دیکھ رہا ہوں اگر تم ناراض ہو تو اپنے اوپر ناراضگی ظاہر کرو۔ جب لوگوں کو دعوت دی گئی تو تمہیں بھی دی گئی یہ لوگ دوڑتے ہوئے پہلے آگئے اور تم نے ان سنی کی۔ واللہ یہ لوگ جس فضیلت میں تم سے آگے ہیں وہ اس دروازے سے زیادہ اہم ہے جس پر تم سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے ہو۔ اس جہاد پر غور کرو اور اس میں شامل ہو جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمادے۔ سن کر حضرت سہیل نے اپنے کپڑے جھاڑے اور کھڑے ہو گئے اور سیدھے اپنے اہل و عیال کے ساتھ شام چلے گئے صرف اپنی بیٹی ہند کو چھوڑ گئے۔ وہاں ان سب کی وفات ہوئی سوائے ہند اور فاختہ بنت عتبہ بن سہیل کے۔ اور حضرت سہیل یرموک میں شہید ہو گئے حضرت فاختہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ حارث بن ہشام بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ چلے گئے اور پھر ان میں سے سوائے ان کے بیٹے عبدالرحمن [1] کے کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بچنے والے کا بچنے والی سے نکاح کر دو (یعنی فاختہ سے) ان کا نکاح ہوا اور انہیں موتی[2] زمین کا ایک ٹکڑا دیا گیا۔ کسی نے کہا کہ آپ نے انہیں بہت زیادہ دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان دونوں سے بہت سارے مرد و عورت پیدا کرے۔ چنانچہ ان کے ہاں اولاد ہوئی جن کے نام۔ ابو بکر، عمر، عثمان، عکرمہ، خالد، مخلد، ہیں اور ابو بکر مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں اور انہیں "قریش کا راھب" کہا جاتا تھا۔

---

[1] یہ عبدالرحمن ان چار حضرات میں شامل ہیں جنہیں قرآن کریم کے نسخے تیار کرنے کا حکم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ مدینہ میں سن ۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۳۰۳۔۳)

[2] موتی زمین وہ زمین ہے جہاں کوئی کنواں وغیرہ ذریعہ سیرابی نہ ہو اور اس سے پہلے وہاں کوئی آکر نہ بسا ہو۔ (القاموس المحیط ص ۳۱۶۔۱) [3] یہ ابو بکر بن عبدالرحمن فقہائے سبعہ میں سے ہیں مدینہ میں سات فقیہ مشہور ہیں۔ عروہ بن زبیر۔ قاسم بن محمد۔ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ۔ خارجہ بن زید۔ سعید بن مسیب۔ سلیمان بن یسار اور ابو بکر بن عبدالرحمن۔ ابو بکر قریش کے سادات میں سے تھے مدینہ میں سن ۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ الاعلام (ص ۶۵۔۲)

نوفل بن ابی عقرب سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام جب مکہ سے جانے لگے تو اہل مکہ بہت رنجیدہ ہوئے اور کسی نے کھانا نہیں کھایا اور انکے ساتھ ساتھ انہیں رخصت کرنے گئے جب بطحاء کے اوپر پہنچے تو حارث رکے اور سب لوگ رک گئے پھر حارث نے انہیں کہا کہ

واللہ میں اپنے نفس کی خواہش یا شہر بدلنے کی خواہش پر یہاں سے نہیں جا رہا، لیکن یہ بات ایسی ہے کہ اس میں قریش کے بڑے لوگ نکلے ہیں واللہ وہ لوگ نسب اور علاقے کی اعتبار سے اتنے بڑے نہ تھے۔ اور ہم ان کے مقابلے میں ایسے ہوگئے ہیں کہ اگر ہم مکہ کے پہاڑوں جتنا سونا اللہ کی راہ میں خرچ کردیں تو بھی ان کے ایک دن کے برابر نہیں ہوسکتے۔ واللہ اگر وہ ہم سے اس دنیا میں آگے نکل چکے ہیں تو ہم آخرت میں ضرور ان کے شریک بن جائیں گے (یعنی جہاد میں شریک ہوکر)

پھر یہ شام چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی۔ کہا جاتا ہے کہ حارث بن ہشام جنگ یرموک میں شہید ہوگئے۔

(۵۳)

انصاری صحابہ کی توبہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے مکہ فتح کیا پھر اس کے بعد حنین میں لڑائی ہوئی تو مشرکین بڑی بہترین صفوں میں نظر آئے اور تھوڑی دیر بعد ہی ہمارے سوار منتشر ہوگئے اور دیہاتی فرار ہوگئے اور کچھ اور لوگ بھی۔ پھر آپ ﷺ نے آواز دی اے مہاجرین اے انصار تو ہم نے لبیک کہا اور واپس آگئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ اللہ کی عزت کی قسم جیسے ہی ہم آئے اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست سے دوچار کردیا۔ پھر ہم نے مال پر قبضہ کیا اور واپس آئے پھر آپ ﷺ نے غنیمت کی تقسیم شروع کی۔

اسی دوران انصار کے مابین یہ بات چل پڑی کہ جس نے لڑائی میں حصہ لیا ہے

اسے ملے گا اور جو نہیں تھا اسے نہیں ملے گا (یعنی فرار سے واپسی کے بعد)۔ یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے سرداروں کو بلولیا پھر فرمایا کہ میرے پاس صرف انصاری آجائیں۔ ہم سب آگئے حتی کہ خیمہ بھر گیا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے انصار کی جماعت۔ یہ کیا بات مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا بات پہنچی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں کو مال و دولت لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھر لے جاؤ۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم اس پر راضی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا واللہ اگر لوگ ایک راستے کو اختیار کریں اور انصار دوسرے راستے کو تو میں انصار کے ساتھ چلنا پسند کروں گا۔ انصار نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم راضی ہیں۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کو بلوا کر فرمایا کہ کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت عطا فرمائی۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا۔ کیا تم نادار نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے مالدار بنا دیا۔ انصار نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا کیا میں نے تمہیں آپس میں دشمن نہیں پایا پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو میرے ذریعے جوڑ دیا۔ انصار نے کہا کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ تم بے سہارا آئے تھے ہم نے تمہیں پناہ دی انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو تم ہارے ہوئے آئے ہم نے تمہاری مدد کی انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول احسان والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہہ سکتے ہو کہ تم لوگ نادار آئے تھے ہم نے خیر سگالی کی۔ انصار نے کہا اللہ اور رسول ﷺ احسان والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا پھر تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر لوٹیں اور تم اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کو لے کر واپس جاؤ۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم اس پر راضی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ واللہ اگر انصار ایک گھاٹی پر چلیں اور دوسرے لوگ دوسری گھاٹی پر تو میں انصار کی گھاٹی پر چلوں گا۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ انصار اندر کا لباس اور دوسرے لوگ باہر کا لباس ہیں۔

(۵۴)

شاعر صحابی ابو محجن ثقفی کی توبہ[1]

سیف بن عمر تمیمی، محمد، طلحہ، ابن مخراق اور زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل سواد[2] سے لڑائی زوروں پر ہو گئی (یعنی قادسیہ میں[3]) اس وقت ابو محجن زنجیروں سے بندھے قید میں تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے محل میں تھے۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمی بنت خصفہ[4] کے پاس آئے اور کہا کیا تم نیک کام کرنا چاہتی ہو؟ سلمی نے پوچھا وہ کیا؟ ابو محجن بولے کہ مجھے آزاد کر دو اور (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا گھوڑا[5] بلقاء[6] مجھے عاریت پر دے دو اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا تو میں واپس آکر خود بیڑیاں پہن لوں گا اور اگر مارا گیا تو کئی ایک کو مار کر جاؤں گا۔ حضرت سلمی نے کہا میں یہ کام نہیں کر سکتی تو وہ اپنی زنجیروں میں لڑکھڑاتے اپنی جگہ پہنچ گئے اور یہ اشعار کہے۔

كفى حزنا ان تردى الخيل بالقنا
واترك مشدو داعلى وثاقيا

غم کیلئے یہی کافی ہے کہ گھوڑے نیزوں سے مر رہے ہوں اور مجھے

---

[1] یہ عمرو بن حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف ابو محجن ثقفی ہیں جو جاہلیت اور اسلام میں مشہور بہادر شاعر اور سخی تھے سن ۹ھ میں اسلام لائے قادسیہ کے دن ان کا قصہ بہت مشہور ہے۔ آذر بائی جان یا جرجان میں ان کا انتقال سن ۳۰ھ میں ہوا۔ (الاعلام ص ۷۶۔۵)

[2] سواد سے مراد عراق کے مضافات اور اس کی زمین ہے یہاں بہت زیادہ سبزہ ہوتا تھا اس لئے اس کو سواد کہا گیا ہے (معجم البلدان ص ۱۵۹۔۵) [3] قادسیہ اور کوفہ کے درمیان پندرہ فرسخ کا فاصلہ ہے اس کے اور عذیب کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے۔ (معجن البلدان ص ۶۔۷)

[4] یہ سلمی بنت خصفہ ہیں یہ مثنی بن حارثہ سیبانی کی بیوی تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص سے ان کا نکاح ہوا قادسیہ سمیت کئی معرکوں میں ان کے ساتھ شریک رہیں سن ۶۰ھ کے قریب انتقال ہوا الاعلام میں ۱۱۴/۳) [5] یہ سعد بن ابی وقاص، مالک بن اھیب بن عبد مناف القرشی ہیں امیر لشکر، فاتح عراق، ومدائن کسریٰ ان چھ افراد میں شامل تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کیلئے نامزد کیا تھا عشرہ مبشرہ میں سے تھے سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ ۱۷۲ احادیث ان سے مروی ہیں سن ۶۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۸۷۔۳) [6] بلقاء گھوڑے کا نام ہے۔ مشہور یہ ہے کہ بلقاء احوص بن جعفر اور عیزارہ کے گھوڑوں کے نام تھے (القاموس ص ۲۲۲۔۳)

زنجیروں میں باندھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اذا قمت عناني الحديد و غلقت
مصاريع دوني قد تصم المناديا

جب میں اپنی لوہے کی رسی سے نکل جاؤں یا میرے سامنے اکھاڑے بند کر دیئے جائیں تو آواز دینے والے بہرے ہو جائیں۔

وقد كنت ذامال كثير واخوة
فقد تر كوني واحد لا اخاليا

اور میں تو بہت مال اور بہن بھائی رکھنے والا شخص ہوں لیکن انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا میرا کوئی بھائی نہیں۔

ولله عهد لا اخيس بعهده
لئن فرجت ان لا ازورالحوانيا

اور میرا اللہ سے عہد ہے اور میں عہد فراموش نہیں کروں گا اگر مجھے کھول دیا گیا تو میں پھر کبھی پیالوں کو نہیں دیکھوں گا۔

سلمی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اللہ سے استخارہ کیا ہے اور تیرے وعدے سے راضی ہوں، یہ کہہ کر انہیں آزاد کر دیا۔ ابو محجن نے گھوڑا کھولا اور اسے محل کے دروازے سے نکال کر اس پر سوار ہوئے جب یہ میمنہ کے قریب پہنچے تو نعرہ تکبیر لگایا۔ اور پھر میسرہ پر حملہ آور ہوئے اور دونوں صفوں کے درمیان اپنے نیزے اور اسلحہ سے کھیلنے لگے پھر یہ مسلمانوں کی پشت پر آکر میسرہ تک پہنچے اور نعرہ تکبیر لگا کر میمنہ پر حملہ آور ہوئے اور صفوں کے درمیان اپنے نیزے اور اسلحہ سے کھیلنے لگے۔ وہ اس رات لوگوں کے سامنے آئے لوگوں نے چونکہ اس دن میں انہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے بہت حیران ہوئے کہ یہ کون شخص آگیا۔

بعض لوگ کہنے لگے کہ ہاشم کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے یا ہاشم خود ہے۔ بعض کہنے لگے کہ اگر خضر علیہ السلام جنگوں میں آتے ہوتے تو ہم کہتے کہ یہ خضر ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر ملائکہ ظاہر ہوئے تو ہم اسے فرشتہ کہتے۔ لیکن ابو محجن کسی کو یاد نہ آئے کیونکہ سب ہی کو معلوم تھا کہ وہ اس رات قید میں ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ واللہ اگر ابو محجن قید میں نہ ہوتا تو میں کہتا کہ ہو نہ ہو یہ ابو محجن ہے اور یہ بلقاء ہے جب رات

کا آدھا حصہ گذ گیا تو لوگ بھاگ گئے اور مسلمان واپس لوٹ آئے اور ابو محجن بھی جس راستے سے گئے تھے اسی سے لوٹ آئے انہوں نے خود پر سے جنگی لباس اور گھوڑے کی زین وغیرہ اتاری اور بیڑیاں پہن لیں۔

عبدلرزاق [۱] نے لکھا ہے کہ ابو محجن ثقفی کو شراب پینے پر اکثر کوڑے لگتے تھے اور جب بات حد سے بڑھتی انہیں قید کر کے باندھ دیا جاتا تھا اور جب قادسیہ کے دن ابو محجن نے دیکھا کہ مشرکین نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے تو سعد ﷺ کی بیوی جو سعد کے بچے کی ماں بھی تھی، سے انہوں نے درخواست کی کہ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں اور اس گھوڑے پر جانے دیں اور اسلحہ دے دیں تو اگر میں قتل نہ ہوا تو سب سے پہلے واپس آجاؤں گا، اور انہوں نے کفی حزنا ان تلتقی الخیل بالقنا الخ اشعار بھی کہے۔ حضرت سعدؓ کی بیوی نے ابو محجن کو کھول کر انہیں اسلحہ اور گھوڑا دیا پھر وہ اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئے اور جس دشمن پر حملہ کرتے اس کو قتل کرتے اس کی کمر توڑ دیتے۔ حضرت سعد ﷺ نے ان کی طرف حیرت سے دیکھ کر کہا کہ یہ سوار کون ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی دشمن شکست کھا گیا ابو محجن نے واپس آکر جنگی سامان واپس کیا اور پہلے کی طرح بیڑیوں میں جکڑے ہوئے بیٹھ گئے حضرت سعد ﷺ بھی واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ آج کی جنگ کیسی رہی۔ انہوں نے بتایا کہ آج خوب زبردست لڑائی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ایک چتکبرے گھوڑے پر ایک آدمی کو (ہماری مدد کیلئے) بھیج دیا اگر میں ابو محجن کو بندھا نہ چھوڑ کے جاتا تو میں یہ کہتا کہ اس کا کافی انداز ابو محجن ﷺ سے ملتا ہے۔ تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ واللہ وہ ابو محجن ہی تھے اور انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی پھر سارا قصہ انہیں گوش گذار کیا۔

یہ سب واقعہ سن کر حضرت سعد ﷺ نے انہیں بلایا اور انہیں آزاد کر دیا اور کہا کہ اب ہم کبھی تمہیں شراب کی حد نہیں لگائیں گے تو ابو محجن بولے کہ میں بھی واللہ آئندہ شراب نہ پیوں گا اور میں اسے چھوڑنے ہی والا تھا کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی شراب نہیں پی۔

ایک قول یہ ہے کہ ابو محجن نے کہا کہ جب مجھے حد لگائی جاتی اور مجھے پاک کر دیا

---

[۱] یہ عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری ہیں ابو بکر صنعانی لقب ہے حدیث کی ثقہ اور حفاظ میں سے ہیں سترہ ہزار حدیثیں یاد تھیں ان کی حدیث میں ایک کتاب الجامع الکبیر ہے۔ سن ۲۱۱ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ۳/۳۵۳)

جاتا ہے تو میں شراب پیتا ہوں اب جب کہ تم نے مجھے حد لگائے بغیر چھوڑ دیا ہے تو اب میں کبھی بھی نہیں پیوں گا۔ یہ ابو محجن بنو ثقیف کے اسلام لانے کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ سے سنا اور روایت کیا ان کا اصل نام مالک تھا۔ ایک قول کے مطابق عبداللہ بن حبیب اور ایک قول کے مطابق ابو محجن ہی اصل نام ہے۔

(۵۵)

نبوت کا دعوی کرنیوالے طلیحہ بن خویلد کی توبہ [۱]

محمد بن واقدی نے طلیحہ کے دعوی نبوت اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں سے مقابلہ اور اس کے لشکر کی شکست کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

جب طلیحہ نے دیکھا کہ لوگ قتل ہو رہے ہیں اور پکڑے جا رہے ہیں تو اس نے اپنا گھوڑا تیار کیا اپنی بیوی تیار کرائی اور گھوڑے پر اپنی بیوی کو بٹھا کر بچ کر نکل گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ گیا کہ جو شخص بھی میری طرح بھاگ سکتا ہے وہ بھاگ جائے پھر یہ بھاگ کر شام پہنچ گیا اور بنو جفنہ غسانی قبیلہ کے ہاں مقیم ہو گیا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اجنادین [۲] پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد طلیحہ خلافت فاروقی میں مکہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا کہ طلیحہ دو نیک آدمیوں عکاشہ اور ثابت بن اقرم کو قتل کرنے کے بعد ہم تجھے پسند نہیں کرتے ان دونوں حضرات کو طلیحہ اور اس کے بھائی نے قتل کر دیا تھا۔ طلیحہ نے یہ سن کر کہا اے

---

[۱] یہ طلیحہ بن خویلد ہے بنو اسد خزیمہ سے تعلق ہے بڑا بہادر اور فصیح شخص تھا دعوائے نبوت بھی کیا سن ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر بنو اسد کے ساتھ مسلمان ہوا واپس آنے کے بعد مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعوی حیات رسول ﷺ ہی میں کر دیا، اس کے متبعین بھی بہت ہو گئے۔ جن کا تعلق غطفان اسد اور طے سے تھا۔ یہ دعوی کرتا تھا کہ جبریل علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں مسجع اشعار سناتا اور نماز میں سجدے نہ کرنے کا حکم دیتا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کے خلاف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا یہ شام بھاگ گیا بعد میں حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور عراق میں جہاد میں شریک رہا۔ اور بالآخر "نہاوند" میں سن ۲۱ھ میں شہید ہوا۔ (الاعلام ص ۲۳۰۔ ۳)

[۲] اجنادین فلسطین کے قریب شام کا مشہور شہر ہے۔ (معجم البلدان ص ۱۲۶۔ ۱)

امیر المومنین ان دو آدمیوں کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے سعادت عطا فرمائی اور ان کے ہاتھوں مجھے ذلیل ہونے سے بچالیا۔ اور بہت سے گھر جن کی تعمیر محبت کی بنیاد پر ہوتی ہے مٹ جاتے ہیں۔ اور لوگ باوجود نفرت کے مصافحہ کر لیتے ہیں۔

پھر یہ طلیحہ اسلام لے آیا اور صحیح لایا کسی نے اس کے اسلام پر شبہ نہیں کیا۔ اپنے اشعار میں اپنی سابقہ حالت پر ندامت کا اظہار کرتا۔

ندمت علی ماکان من قتل ثابت
وعکاشة الغنمی ثم ابن معبد

میں ثابت، عکاشہ غنمی، اور پھر ابن معبد کے قتل پر نادم ہوں۔

واعظم من هاتین عندی مصیبة
رجوعی عن الا سلام فعل التعمد

اور ان قتلوں سے بڑی مصیبت میر اسلام سے جان بوجھ کر پھر جانا ہے۔

وترکی بلادی والحوادث جمة
طریدا وقدماکنت وغیر مطرد

اور شہروں کو چھوڑنا، اور مصیبتیں بہت ہے نئی اور پرانی اور میں دھتکارا ہوا نہیں تھا۔

هل یقبل الصدیق انی مراجع
ومعط بما احدثت من حدث یدی

کیا صدیق اکبر قبول کریں گے کہ میں واپس آگیا ہوں اور جو میں نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے دیں گے۔

وانی من بعد الضلالة شاهد
شهادة حق لست فیها لملحد

میں گمراہی کے بعد حق کی گواہی دیتا ہوں اور اس میں غلط بیان نہیں ہوں۔

بان اله الناس ربی واننی
ذلیل وان الدین دین محمد

کہ لوگوں کا خدا ہی میرا رب ہے اور میں ہیچ ہوں اور اصل دین صرف

محمد ﷺ کا دین ہے۔

واقدی کہتے ہیں ۱؎ کہ (مسلمان ہونے کے بعد) طلیحہ اور کچھ ساتھی روم کی طرف عازم سفر ہوئے لڑائی کی نیت سے۔ یہ سمندر میں چلے جارہے تھے کہ انہیں ایک بحری جہاز والوں نے آواز دی کہ سنو! یا تو تم ہمارے جہاز میں کود جاؤ یا ہم تمہارے جہاز میں آتے ہیں (اطاعت کرلو یا لڑلو) تو اس نے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا کہتا ہے اسے بتلایا گیا تو اس نے کہا کہ اپنے جہاز ان لوگوں کی قریب کردو ورنہ میں تلوار سے تمہیں ماروں گا اس کے ساتھی مل کر کھڑے ہوگئے اور پھر اس نے کہا کہ مجھے رومیوں کے جہاز میں پھینک دو۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے رومیوں کو اپنی تلوار پر رکھ لیا وہ جہاز چھوڑ کر بھاگے بعض بچ گئے بعض غرق ہوگئے۔ یہ بات حضرت عمر ؓ کو پتہ چلی تو وہ بہت حیران ہوئے۔

ابو عثمان نہدی سے مروی ہے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے طلیحہ ؓ اور عمرو بن معدی ؓ کرب کو پانچ پانچ کا گروپ دیکر بھیجا صبح کو رستم جالینوس اور ذوالحاجب اپنے لشکر سمیت پہنچے عمرو بن معدی ؓ کرب اور طلیحہ ؓ کے ساتھیوں نے جب ان کی کثیر تعداد کو دیکھا تو واپس ہوئے مگر طلیحہ ؓ رستم کے لشکر میں جاسوسی کیلئے گھس گئے اور پوری رات ان کا جائزہ لیا جب رات چھٹنے لگی تو یہ اس لشکر کے اہم ترین شخص کے خیمہ کے قریب آئے اور اس کا بے نظیر گھوڑا لے کر سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔

اس شخص کو معلوم ہوگیا تو وہ اور کچھ ان کی تلاش میں نکلے صبح کے وقت ایک سوار طلیحہ ؓ کے قریب پہنچ گیا اور اس نے مارنے کیلئے اپنا نیزہ تیار کرلیا تھا کہ اچانک طلیحہ نے اپنا گھوڑا موڑا اور فارسی کے سامنے آکر اس پر زوردار حملہ کیا اور نیزے سے اس کی کمر توڑ دی اسی طرح وہ دوسرے کے پاس پہنچے اور اسے بھی ماردیا حتی کہ آخری شخص کو جب مارنے لگے اور اسے یقین ہوگیا کہ وہ مارا جائے گا تو اس نے رحم کی درخواست کی تو طلیحہ ؓ نے اسے کہا کہ میرے آگے آگے چلو، طلیحہ اسے دوڑاتے ہوئے اپنے لشکر میں لے آئے یہ لوگ طلیحہ کے منتظر تھے۔ انہیں دیکھ کر فوراً حضرت سعد ؓ کے پاس لے گئے طلیحہ ؓ نے انہیں پوری بات بتائی، اور پھر اس فارسی کو ایک ترجمان کے سامنے کھڑا کر کے پوچھ گچھ شروع کی۔

۱؎ یہ محمد بن عمرو بن واقد السہمی الاسلمی ہیں۔ ابو عبد اللہ الواقدی کہلاتے ہیں۔ اسلام کے قدیم مؤرخین میں سے ہیں حافظ الحدیث ہیں۔ سن ۱۸۰ھ میں بغداد آگئے اور قضاء پر مامور ہوئے حتی کہ سن ۲۰۷ھ میں انتقال ہوگیا۔ (الاعلام ص ۳۱۱-۶)

اس نے کہنا شروع کیا کہ "میں اس سے پہلے کہ اپنے بارے میں بتاؤں اس شخص (طلیحہ) کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں چھوٹا سا تھا جب سے ہی میں نے جنگوں میں شرکت کی ہے۔ بڑے بڑے بہادروں کو دیکھا ہے میں نے اس شخص جیسا کوئی نہیں دیکھا کہ وہ دو ایسے لشکروں کو پار کر کے آیا ہے جس کے پاس بڑے بہادر نہیں جا سکتے ہر لشکر میں ستر ہزار آدمی ہیں ہر آدمی کی پانچ آدمی خدمت کر رہے ہیں اور یہ اس پر ہی نہیں راضی ہوا بلکہ ہمارے ایک بہادر لشکر کا گھوڑا چھین کر اس کے خیمہ کی طنابیں توڑ کر نکل آیا۔ ہم نے اس کا پیچھا کیا ایک بہادر جو ہزار پر بھاری تھا اسے اس نے قتل کر دیا اور اس کے جیسے دوسرے کو بھی مار ڈالا اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد کون آتا مگر میں دو آدمیوں کے قتل کا بدلہ لینے والا ہوں وہ میرے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن جب میں نے موت کو دیکھا تو رحم کی درخواست کی۔

پھر اس شخص نے بتایا کہ فارسی لشکر ایک لاکھ بیس ہزار پر مشتمل ہے اور یہ شخص مسلمان ہو اور طلیحہ واپس آگئے اور مسلمانوں سے کہا کہ واللہ! جب تم وفا اور سچائی کے اسی جذبہ پر کار بند رہو تو تم مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس دن طلیحہ نے بہت بہادری سے جنگ کی۔

اس اُمّت کے بادشاہوں کی توبہ کا ذکر

(۵۶)

ذوالکلاع حمیری کی توبہ

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ

مجھے میرے گھر والوں نے ذوالکلاع [۱] کیلئے ہدیہ دے کر بھیجا میں ایک سال تک اس کے دروازے پر رہا مگر اس تک پہنچ نہیں سکا۔ پھر وہ اپنے محل سے نکلا تو خود وہاں جتنے لوگ تھے وہ سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ پھر اس نے ہدیہ قبول کیا پھر اسلام کے دور میں میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے ایک درہم کا گوشت خرید اور اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا لیا اور یہ شعر کہتا ہوا چلا۔

اف للدنیا اذا کانت کذا
کل یوم انا منها فی اذی

اف ہے ایسی دنیا پر کہ جب وہ ایسی ہو کہ ہر دن میں اس میں تکلیف میں ہوں۔

ولقد کنت اذا ماقیل امن
انعم الناس معاشا. قیل ذا

اور میں ایسا تھا کہ جب کہا جاتا کہ بہترین روزی والا کون ہے۔ تو کہا جاتا کہ وہ

ثم بدلت بعیشی شقوة
حبذا هذا شقاء حبذا

پھر میں نے اپنی زندگی کو بد بختی میں بدل دیا اور یہ بد بختی کیا ہی اچھی ہے۔

ابن درید [۲] کہتے ہیں کہ

---

[۱] یہ ذوالکلاع اصغر ہے اس کا نام سمیفع بن ناکور بن عمرو بن یعفور بن ذوالکلاع اکبر تھا۔ اس کو ابو شراحیل حمیر کہا جاتا ہے۔ اذواء میں یمن کے مشہور بادشاہوں میں سے ہے جاہلیت کے آخری دور میں تھا۔ اسلام کے ظہور کے بعد اسلام لایا مگر آپ ﷺ کی زیارت نہیں کر سکا۔ حضرت عمر ؓ کے وقت میں مدینہ آیا اور ان سے روایت بھی کی۔ پھر حمص میں مقیم ہوا اور جنگ صفین میں لشکر معاویہ ؓ میں اپنے خاندان کا امیر تھا اور یہیں ۳۸ھ میں قتل ہوا۔ (الاعلام ص ۱۴۰۔ ۳)

[۲] یہ محمد بن حسن بن درید ازدی ہیں۔ قحطان عمان کے ازد سے تعلق ہے۔ لغت اور ادب کے ائمہ میں سے ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ ابن درید علماء میں بڑے شاعر اور شعراء میں بڑے عالم تھے۔ ۳۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۶/۸۰)

اصمعی ؎۱ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالکلاع کو بھی دعوت اسلام کا خط بھیجا اور جریر بن عبداللہ ؓ خط لے کر گئے اور اس وقت اس کی حکومت بہت طاقتور تھی حتی کہ اس نے خدا ہونے کا دعوی کر دیا اور اس کے متبعین بھی تھے۔ حضرت جریر ؓ کی واپسی سے قبل رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے اور ذوالکلاع اپنی گمراہی پر حضرت عمر ؓ کے دور تک قائم رہا پھر اسلام کی طرف مائل ہو کر حضرت عمر ؓ کے پاس وفد لے کر آیا اور اس کے ساتھ آٹھ ہزار غلام بھی تھے۔ یہ اس وقت حضرت عمر ؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور چار ہزار غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ذوالکلاع اپنے بقیہ غلام مجھے بیچ دے۔ میں ان کی تہائی قیمت ابھی، تہائی قیمت یمن میں اور تہائی قیمت شام میں لوا کر دوں گا۔ تو ذوالکلاع نے کہا میں آپ کی بات پر غور کروں گا۔ آج کی مہلت دے دیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جائے قیام چلا گیا اور وہاں بقیہ سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ دوسرے دن جب حضرت عمر ؓ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ میری پیشکش پر تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور میرے لئے خیر کا انتخاب فرمایا ہے۔ میں نے ان سب کو اللہ کی رضا کیلئے آزاد کر دیا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا واللہ تم نے صحیح کام کیا ہے ذوالکلاع! پھر اس نے کہا کہ امیر المومنین! مجھ پر ایک ایسا گناہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کرے گا۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے بتلایا کہ میں اپنی عبادت کرنے والوں سے چھپ جاتا اور پھر ان پر اونچی جگہ میں ظاہر ہوتا تو ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع مجھے سجدہ کرتا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا اخلاص کے ساتھ توبہ اور گناہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔" (سورہ زمر آیت نمبر ۵۳)

؎۱ یہ عبدالملک بن قریب بن علی بن اصمع الباہلی ہیں۔ عرب کے راوی اور نصف شعر اور جغرافیہ کے ماہر۔ سیاحت بھی بہت کی اور وہاں ان کے علوم اور حالات سے باخبر ہوئے۔ خلفاء کو تحفے دیئے اور جواباً انہیں تحائف ملتے۔ ہارون رشید انہیں "شعر کا شیطان" کہتے تھے۔ بصرہ میں ۲۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۱۶۲۔۴)

(۵۷)

ایک امیر، ایک تاجر اور اس کے بیٹے کی توبہ

عبید اللہ بن صدقہ بن مرداس البکری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے انطاکیہ کے قریب ایک جگہ پر تین قبریں دیکھیں جن میں سے ایک پر لکھا تھا۔

وکیف یلذ العیش من ھو عالم
بان الہ الخلق لابد سائلہ

زندگی کے مزے کیسے لے گا وہ شخص جو جانتا ہے کہ مخلوق کا خدا مانگنے والے کی سنتا ہے۔

فیاخذمنہ ظلمہ لعبادہ
ویجزیہ بالخیر الذی ھوفاعلہ

اور اس کے بندوں پر ظلم کرنے والے کو پکڑتا ہے اور اچھائی کرنے والے کو اس کا بدلہ دیتا ہے

اور دوسری قبر پر لکھا تھا

وکیف یلذالعیش من کان موقنا
بان المنایا بغتۃ ستعاجلہ

اور وہ شخص کس طرح زندگی لذت میں گذارتا ہے جسے یقین ہے کہ موت اچانک اور جلدی آنے والی ہے،

فتسلبہ ملکا عظیما ونخوۃ
وتسکنہ البیت الذی ھو آھلہ

اور وہ اس کی عظیم مملکت اور نخوت چھین کر اسے اس گھر میں ٹھہرا دے گی جہاں کا وہ رہنے والا ہے،

اور تیسری قبر پر لکھا تھا۔

وکیف یلذا العیش من کان صائرا
الی جدث تبلی الشباب مناھلہ

اور وہ شخص کس طرح زندگی لذت میں گذارتا ہے جسے ایسی قبر میں آنا ہے،، جس کی منزل جوانی کی بوسیدہ کاری ہے۔

اور یہ قبریں اونچائی میں برابر تھیں تو میں نے وہاں ایک شیخ سے پوچھا کہ میں نے آپ کی بستی میں بڑی عجیب چیز دیکھی ہے۔ اس نے کہا کیا دیکھا۔ تو میں نے پورا واقعہ بتلایا۔ تو وہ شیخ کہنے لگا کہ ان کا قصہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے جو تو نے ان کی قبر پر دیکھا۔ میں نے کہا کہ مجھے وہ قصہ بتاؤ اس شخص نے کہا کہ

یہ تین بھائی تھے ایک امیر تھا جو سلطان کا مصاحب تھا اور مدائن اور لشکروں کا امیر تھا، دوسرا ایک مالدار تاجر تھا اور تیسرا زاہد تھا جو عیادت کیلئے سب سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ ان کے عابد بھائی کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے بھائی اس کے گرد جمع ہو گئے وہ بھائی جو سلطان کا مصاحب تھا وہ ہمارے ان شہروں کا والی تھا اس کو عبد الملک بن مروان نے مقرر کیا تھا۔ یہ بھائی بڑا ظالم و جابر تھا۔ بہر حال دونوں بھائی اس کے پاس جمع ہوئے مجھ پر کسی کا قرض ہے جس کی ادائیگی کی وصیت کروں اور نہ دنیا کی کوئی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے ٹھکانے لگاؤں اس کے "بادشاہ کے مصاحب" بھائی نے کہا کہ میرے بھائی! جو تم چاہو مجھے کہو میرا مال تمہارے سامنے ہے جس کیلئے چاہو وصیت کرو اور جہاں چاہے خرچ کرو اور مجھ سے جو چاہو وعدہ لے لو۔ یہ سن کر "عابد" بھائی خاموش ہو گیا۔ پھر اس کے تاجر بھائی نے کہا میرے بھائی! تمہیں میری کمائی اور دولت کی کثرت کا علم ہے شاید تمہارے دل میں کسی اور بھلائی کی طلب ہو جہاں تم اللہ کی راہ میں خرچ کئے بغیر نہیں پہنچ سکتے ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے جس طرح پسند کرو حکم دو تمہارا بھائی اسے خرید کرے گا۔

ان دونوں کی باتیں سننے کے بعد وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک وعدہ لیتا ہوں اسے پورا کرنا۔ انہوں نے کہا کہو۔ عابد نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل و کفن دے کر اونچی جگہ میں دفن کرنا اور میری قبر پر لکھ دینا۔"

وکیف یلذمن ھو عالم الخ۔ اور جب یہ سب کچھ تم کرلو تو روزانہ میری قبر پر آتے رہنا شاید تمہیں کوئی نصیحت حاصل ہو جائے۔ ان دونوں نے اس کہنے کے مطابق ایسا ہی کیا اور اس کا بھائی روزانہ سوار ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ آتا اس کی قبر پر اترتا اور اس پر لکھا ہوا شعر پڑھ کر روتا۔ جب وہ تیسرے دن حاضر ہوا اور شعر پڑھ کر رویا۔ جب واپس جانے لگا تو قبر میں سے زور دار آواز سنی قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جاتا تو وہاں سے خوفزدہ سا واپس لوٹا۔ رات کو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری قبر سے آنے والی آواز کیسی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ آواز کوڑے برسنے کی تھی۔ مجھے کہا گیا کہ تو نے ایک مظلوم کو دیکھا مگر اس کی مدد نہیں کی۔ یہ امیر بھائی صبح کو غمگین اٹھا اور اس نے اپنے بھائی اور گھر والوں کو بلا کر کہا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی نے اپنی قبر پر وہ شعر میرے لئے لکھوایا تھا اب میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔ پھر اس نے امارت چھوڑی اور عبادت میں لگ گیا اور عبدالملک کو لکھ بھیجا اور عبدالملک کو اپنی دستبرداری اور عبادت کے بارے میں آگاہ کر دیا پھر یہ پہاڑوں اور بیابانوں میں چلا گیا۔ حتی کہ اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے قریب چند چرواہے تھے انہوں نے کسی طرح اس کے بھائی کو اطلاع کر دی وہ آیا اور اس نے کہا کہ کوئی وصیت کرو" اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں جس کی وصیت کروں۔ ہاں البتہ ایک وعدہ لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میرے بھائی کے برابر بنا کر مجھے وہاں دفن کرنا اور میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا۔

وکیف یلذا لعیش من کان موقنا الخ

اور میرے لئے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

پھر تین دن تک میری قبر پر آنا۔

پھر اس کا انتقال ہو گیا اس کے بھائی نے اس سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا اور اس کی قبر پر آتا۔ جب تیسرے دن آیا اور دعا کے بعد رونے لگا۔ پھر جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو قبر میں کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی جس سے اس کے ہوش و حواس خطا ہو گئے اور یہ نہایت مضطرب ہو کر واپس ہوا۔ جب رات ہوئی تو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور اس شخص نے اپنی کیفیت بتاتے ہوئے کہا کہ جب میں نے اپنے بھائی کو دیکھا تو

تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور کہا اے بھائی! تم ہم سے ملنے آئے ہو۔ تو اس کے بھائی نے کہا کہ چھوڑ دبھائی کہاں کی زیارت۔ ہم اپنے گھروں سے مطمئن ہیں۔ میں نے پوچھا اُے بھائی! تم کیسے ہو۔ اس نے کہا خیریت ہے۔ میں ہر خیر کیلئے توبہ جمع رکھتا تھا۔ پھر میں نے کہا میرے بھائی! پھر کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ اس کی وجہ سے نیکوں کے ائمہ کے ساتھ ہوں۔ میں نے پوچھا کہ ہمارے لئے تمہارا کیا پیغام ہے۔ اس نے کہا، جو کوئی دنیا و آخرت کی چیزوں میں سے کچھ بھی آگے بھیجے گا وہ پائے گا۔ لہذا موجود کو گم ہونے سے پہلے غنیمت جان۔"

شیخ کہہ رہا تھا کہ جب صبح ہوئی تو اس کا بھائی دنیا سے الگ ہو چکا تھا اس نے اپنا مال خود سے جدا کیا اور اپنی جائیداد تقسیم کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ ہو گیا اس کا ایک بیٹا جو خوبصورتی اور جاہت میں بے مثال تھا بڑا ہو گیا تھا وہ تجارت میں مصروف ہو گیا اور خوب کامیابی حاصل کی۔ پھر اس کے باپ کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ اس کے بیٹے نے کہا کہ اباجان! آپ وصیت نہیں کریں گے۔ اس نے کہا واللہ! میرے بیٹے! تیرے باپ کے پاس کوئی مال نہیں جس کی وصیت کرے لیکن میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں وہ یہ کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اپنے چچاؤں کے قریب دفن کرنا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھوا دینا۔

وکیف یلذ العیش من ھو صائر الخ

پھر تین دن تک میری قبر پر آنا اور دعا کرنا۔ اس کے بیٹے نے ایسا ہی کیا اور تیسرے دن اس نے قبر سے ایک آواز سنی جس سے اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر یہ وہاں سے بخار کی حالت میں واپس آیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں اسے اپنا باپ نظر آیا اور اس نے کہا کہ میرے بیٹے! تھوڑے عرصے بعد تم ہمارے پاس ہو گے اور ہر کام میں انجام دیکھا جاتا ہے اور موت بہت قریب ہے سفر کیلئے تیار ہو جا سواری اور سامان سفر تیار کر لے اس منزل سے جہاں سے تجھے واپس جانا ہے اس منزل کیلئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ جس چیز سے پہلے والے لوگ دھوکے میں پڑے تو دھوکے میں مت پڑنا انہوں نے لمبی امیدیں باندھیں اور آخرت کی بات کو جھوٹا سمجھے پھر موت کے وقت شدید نادم ہوئے اور عمر ضائع ہو جانے پر شدید نادم ہوئے مگر ندامت

موت کے وقت فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی کوتاہی پر تاسف کرنا، خود کو دھوکے میں ڈالنے والوں کو ان کے کیے ہوئے شر سے ان کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے ہاں بچا سکتا ہے۔ میرے بیٹے جلدی کر۔ جلدی کر، جلدی کر۔

عبید اللہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ جس شیخ نے ہمیں یہ واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ یہ خواب دیکھنے والی صبح کو میں اس لڑکے کے پاس پہنچا اس نے ہمیں یہ واقعہ بتایا میں موت کو منڈلاتے دیکھ رہا ہوں۔" پھر اس نے اپنے مال کو الگ کرنا شروع کیا اپنے قرض ادا کیے اپنے شریکوں کے معاملات کو نمٹایا ان کی امانتیں لوٹائیں اور اپنی امانتیں واپس لیں۔ یہ اس طرح سے انجام دے رہا تھا جیسے کسی کو ایک بات سے ڈرلیا جائے اور اسے اس کے وقوع کا اندیشہ ہو جائے۔ اور وہ یہ کہتا جاتا کہ میرے والد نے کہا تھا کہ جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر اور یہ تین مرتبہ کہا تھا یا تو یہ تین ساعتیں تھیں جو گذر چکیں یا تین دن ہیں اور ان میں بھی کتنا وقت باقی رہ گیا ہے یا تین مہینے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ میں تین مہینے پا سکوں گا۔ یا تین سال ہیں اور یا اس سے بھی زیادہ ہیں اور مجھے پسند نہیں کہ اس سے مراد تین سال ہوں۔

شیخ نے کہا کہ وہ تین دن تک اپنا مال و دولت اور جائیداد لوگوں میں تقسیم کرتا رہا۔ حتی کہ جب اس خواب کو دیکھے تیسرا دن تھا تو اس نے اور اس دن کے آخری حصہ میں اپنے گھر والوں اور اولاد وغیرہ کو بلایا اور انہیں یہ سب کچھ حوالے کیا انہیں سلام کیا اور قبلہ رخ ہو کر سانس کھینچا اور آنکھیں بند کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

پھر ایک زمانے تک لوگ اس کی قبر پر مختلف شہروں سے حاضر ہوتے اور وہاں آ کر نمازیں ادا کرتے۔

(۵۸)

بصرہ کے ایک حکمران کی توبہ

عباد بن عباد مہلبی کہتے ہیں کہ

اہل بصرہ میں سے ایک بادشاہ نے درویشی اختیار کی پھر اس کے بعد وہ دنیا اور مملکت کی طرف مائل ہو گیا اس نے ایک عمارت بنوائی اور اس پر خوب بہترین کام کروایا اور اس کے حکم پر بہترین قالین وغیرہ بچھائے گئے پھر اس نے عالیشان دعوت کا اہتمام کیا، تو لوگ جوق در جوق آتے کھاتے پیتے اور اس عمارت کو دیکھ کر متعجب ہوتے اور چلے جاتے یہ سلسلہ کئی دن چلتا رہا۔ عام لوگوں سے فارغ ہونے کے بعد یہ اپنے گھر والوں اور بھائیوں کے ہمراہ بیٹھا تھا کہ کہنے لگا۔ تم اس گھر کی وجہ سے میری خوشی دیکھ رہے اور میرے دل میں یہ آرہا ہے کہ میں اپنے ہر بیٹے کیلئے ایک ایسا ہی گھر بناؤں! تم لوگ کچھ دن میرے پاس قیام کرو تاکہ میں تم سے گفت و شنید کروں اور اپنے مقصد کیلئے مشورے کر سکوں تو یہ سب لوگ کچھ دن اس کے پاس رہے کھیل کود کرتے اور کچھ مشورے ہوتے کہ بیٹوں کیلئے کس طرح بنایا جائے اور اس کا کیا ارادہ ہے۔

ایک رات انہوں نے گھر کے کونے سے کسی کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا۔

یا ایھا البانی والناسی منیته
لاتاملن فان الموت مکتوب

اے (عمارت) بنانے والے اور اپنی موت کو بھولنے والے
امید نہ کر بیشک موت لکھی ہوئی ہے۔

علی الخلائق ان سروا وان فرحوا
فالموت حتف لذی الآمال منصوب

مخلوق پر اگر وہ خوش ہوں اور فروخت میں ہوں
بس موت امید والوں کو کاٹنے کھڑی ہے۔

لاتبنین دیارا لست تسکنها
وراجع النسک کیما یغفر الحوب

ایسے گھر مت بنا جس میں تجھے نہیں رہنا
اور درویشی کی طرف لوٹ جا تاکہ، معاف کیا جائے۔

یہ آواز سن کر وہ اور اس کے ساتھ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے اور جو کچھ سنا اس سے ڈر گئے تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ "جو آواز میں نے سنی ہے کیا تم نے بھی سنی۔ انہوں نے کہا جی ہاں! اس نے پھر پوچھا کیا تم بھی وہی محسوس کر رہے ہو جو میں محسوس کر رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ تجھے کیا محسوس ہو رہا ہے۔ اس نے کہا واللہ! میں دل پر ایک بوجھ محسوس کر رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ موت کی علامت ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے "ہر گز نہیں بلکہ بقاء اور عافیت رہے گی۔"

اس کے بعد یہ خوب رویا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ تم میرے دوست اور بھائی ہو تمہارے پاس میرے لئے کیا ہے۔ انہوں نے کہا "جو تو پسند کرے وہ حکم کر۔ تو اس نے شراب پھینکنے کا حکم دیا" پھر کھیل کود کی چیزیں باہر نکلوا دیں پھر کہنے لگا اے اللہ میں تجھے اور تیرے ان حاضر بندوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام گناہوں سے تائب ہوں اور مہلت کے ایام سے اپنے کیئے پر نادم ہوں "اور میں تجھ سے خود پر تیری نعمتوں کا اتمام "بواسطہ تیری طاعت پر رجوع کے" مانگتا ہوں۔ اور اگر تو مجھے اٹھائے تو اپنے فضل سے میرے گناہ معاف کر کے اٹھا۔ پھر اس کی تکلیف بڑھ گئی اور یہ برابر یہی کہتا رہا واللہ! موت ہے واللہ یہ موت ہے حتی کہ اس کی جان نکل گئی۔ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ توبہ پر مرا ہے۔

(۵۹)

بصرہ کے ایک حکمران اور اس کی باندی کی توبہ

مالک بن دینارؒ سے مروی ہے کہ

ایک دن وہ بصرہ کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک حاکم

کی باندی گذری وہ سواری پر تھی اور ساتھ خدام بھی تھے مالک نے اسے دیکھ کر آواز لگائی کہ "اے لڑکی کیا تیرا مالک تجھے بیچے گا؟ باندی نے کہا" کیا کہہ رہے ہو بڑے میاں! حضرت مالکؒ نے پھر کہا کہ کیا تیرا مالک تجھے بیچے گا۔ اس نے کہا" اگر بیچے بھی تو کیا تجھ جیسا آدمی خریدے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ ہاں اور تجھ سے اچھی بھی خرید سکتا ہے۔ وہ یہ سن کر ہنسی اور حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر گھر لے چلو پھر اس نے اپنے مالک کو آکر بتلایا تو وہ بھی ہنسا اور حکم دیا کہ اس بوڑھے کو لے کر آؤ۔"

جب اس نے مالکؒ بن دینار کو دیکھا تو اس کے دل پر رعب طاری ہو گیا اس نے پوچھا" کیا چاہتے ہو؟ مالکؒ نے کہا کہ اپنی باندی مجھے بیچ دو! اس نے پوچھا کہ کیا تم اس کی قیمت ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ میرے نزدیک اس باندی کی قیمت دو گھن لگی کھجور کی کھٹلیاں ہیں۔ یہ سن کر لوگ ہنسنے لگے اور کہا کہ اس کی تمہارے نزدیک کس طرح سے یہ قیمت ہے۔ مالک بن دینارؒ بولے کہ اس کے عیوب کی کثرت کی وجہ سے۔ پوچھا گیا کہ اس کے کیا عیوب ہیں۔ فرمایا کہ "اگر یہ باندی خوشبو نہ لگائے تو بغل سے بو آئے۔ اور اگر مسواک نہ کرے تو منہ سے بدبو آئے۔ اگر تیل لگا کر کنگھی نہ کرے تو جوئیں پڑ جائیں اور بال پراگندہ ہو جائیں۔ اور تھوڑی عمر کے بعد یہ بوڑھی ہو جائے گی۔ حیض کا گندا خون اور پیشاب پاخانہ اس سے نکلتا ہے۔ اور شاید تجھے صرف اپنی وجہ سے چاہتی ہے اور اپنی محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت کرتی ہے اپنے عہد کو پورا نہیں کرے گی اور نہ تیری چاہت کی تصدیق کرے گی اور یہ صفات تیری باندی کی بتائی ہیں، دوسری ایسی باندی لے سکتا ہوں جو کافور کے خلاصے سے بنی ہے۔ اگر کڑوے پانی میں اس کا تھوک ملا دیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے اور اگر اس کی آواز سے مردے کو پکارے تو وہ اٹھ بیٹھے۔ اگر وہ اپنی کلائی سورج کے سامنے کر دے تو اس کے ماسوا اندھیرا ہو جائے اگر وہ رات میں نکلے تو چمکنے لگے اور اگر آفاق کے سامنے اپنا زیور کر دے تو وہ منور ہو جائے۔ اس کی پرورش مشک و زعفران کے باغوں میں ہوئی ہے وہ نعمتوں کے گھر میں رہتی ہے اور تسنیم کا پانی پیتی ہے تو اس کے عہد سے پیچھے نہیں رہ سکتا اور نہ کوئی اس کی محبت بدل سکتا ہے۔ اب بتاؤ کہ قیمت کے زیادہ ہونے کے کوئی لائق ہے۔...... اس نے کہا کہ وہ جس کے اوصاف تو نے بیان کئے۔ تو حضرت مالکؒ نے کہا کہ یہ قیمتاً ارزاں ہے اور آسانی

سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ حضرت مالک نے کہا کہ انتہائی آسان اور مناسب ہے وہ یہ کہ تو اپنی رات کا کچھ حصہ فارغ کر کے دو رکعت نماز خلوص سے اپنے رب کیلئے ادا کرے گا اور راستے سے پتھر اور تکلیف دہ چیزیں ہٹا دیا کر۔ اور زندگی میں تھوڑے پر گذر بسر کر اور غفلت کے گھر سے اپنی ہمت کو بلند کر۔ تو بہترین زندگی میں آجائے گا اور کل کو مامون ہو کر عزت کی جگہ میں آئے گا۔ اور جنت میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جائے گا۔

یہ سب سننے کے بعد اس شخص نے اپنی باندی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے لڑکی! تو نے ہمارے اس شیخ کی بات سنی۔ اس نے کہا ہاں سنی۔ اس نے پوچھا "اس نے سچ کہا یا جھوٹ۔ تو باندی بولی کہ سچ کہا، اچھی اور نصیحت کی بات کہی، تو یہ شخص بولا "پھر تو اللہ کی رضا کیلئے آزاد ہے اور میری فلاں فلاں زمین تیری ہے۔ اور خادموں سے مخاطب ہو کر بولا کہ "اے خدام تم سب آزاد ہو اور فلاں زمین فلاں کی ہے اور فلاں زمین فلاں کی ہے۔ اور میرا یہ گھر مع تمام ساز و سامان کے اللہ کی راہ میں صدقہ ہے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کا ایک کھردرا پردہ لیا اور اسے پہن کر اپنے اچھے کپڑے اتار پھینکے۔

باندی یہ دیکھ کر کہنے لگی "آقا آپ کے بعد میری کوئی زندگی نہیں اس نے بھی اپنے اچھے کپڑے چھوڑ کر ایک کھردرا موٹا کپڑا زیب تن کر لیا اور اپنے آقا کے ساتھ نکل پڑی۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے انہیں رخصت کیا اور ان کے حق میں دعا کی پھر مالک بن دینارؒ اپنے راستے اور یہ دونوں دوسرے راستے پر چل پڑے پھر ان دونوں نے خوب عبادت کی حتی کہ عبادت کی حالت ہی میں انہیں موت آگئی۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔"

(۶۰)

حضرت ام البنین [1] حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بہن کی توبہ

مروان بن محمد سے مروی ہے کہ عزہ [2] جو کثیر شاعر [3] کی بیوی تھی ام البنین کے پاس آئی تو ام البنین نے اس سے پوچھا کہ اے عزہ! کثیر کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

قضی کل ذی دین علمت غریمه
وعزه ممطول معنی غریمها

"ہر قرض والے نے اپنا قرض ادا کیا مجھے پتہ ہے اور عزہ ٹالتی رہی اس کا قرض خواہ تھک گیا"۔

ام البنین نے پوچھا کہ اس میں قرض کیا ہے۔ عزہ بولی مجھ سے مت پوچھو! ام البنین نے کہا کہ تم یہ مجھے ضرور بتاؤ گی۔ عزہ کہنے لگی کہ اس سے میں نے بوسہ دینے کا

---

[1] یہ ام البنین ہیں جو ولید بن عبدالملک کی بیوی، عمر بن عبدالعزیز کی بہن۔ اور عبدالعزیز بن مروان کی بیٹی ہیں فصاحت وبلاغت میں ماہر تھیں حجاج بن یوسف کو ایک مرتبہ خوب ذلیل کیا حتی کہ وہ ولید کو کہنے لگا کہ وہ بالکل عاجز نہ ہوئی حتی کہ زمین کی پشت سے زیادہ اس کا پیٹ مجھے بہتر لگنے لگا۔ ولید ہنسی کے مارے اپنی ٹانگیں زمین پر مارنے لگا اور کہا کہ ابو محمد یہ عبدالعزیز کی بیٹی ہے (مزید تفصیل ہماری کتاب "دور تابعین کی نامور خواتین" میں دیکھئے)

[2] یہ عزہ بنت جمیل بن حفص بن ایاس الحاجبیہ غفاریہ ہے کثیر شاعر کے ساتھ اس کے واقعات مشہور ہیں ادب کی ماہر اور گفتگو میں رفیق تھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مصر منتقل ہوئی عبدالملک نے اسے اپنے حرم میں منتقل کیا تاکہ حرم کی خواتین اس سے ادب سیکھیں۔ مصر میں سن ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۲۳۰۔۴)

[3] یہ کثیر بن عبدالرحمن بن اسود بن عامر خزاعی ہے ابو صخر کنیت ہے، مشہور شاعر ہے۔ اہل مدینہ میں سے ہے زیادہ تر مصر میں رہا۔ عبدالملک بن مروان کے پاس وفد لے کر گیا اس نے اس کو برا جانا مگر جب اس کے علم وادب کا معلوم ہوا تو اس نے مجلس کو بہت رفعت دی اور بنی مروان میں اسے خصوصیت حاصل ہو گئی۔ اس کو ابن ابی جمعہ، عزہ والا کثیر اور مجلی بھی کہا جاتا تھا۔ مرزبانی نے لکھا ہے دور اسلام میں اہل حجاز کا شاعر تھا وہ اس پر کسی کو آگے نہیں مانتے۔ مدینے میں ۱۰۵ھ میں انتقال ہوا (الاعلام ص ۲۱۹۔۵)

وعدہ کیا تھا جب وہ وعدے ایفاء کیلئے آیا تو میں نے انکار کر دیا اور وعدہ پورا نہیں کیا۔ ام البنین نے کہا اپنا وعدہ پورا کر اور اس کا گناہ مجھ پر ہے۔ پھر ام البنین کو خیال آیا تو اللہ سے استغفار کیا اور صرف اس جملے کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کئے ام البنین کو جب بھی یہ بات یاد آجاتی تو وہ اتنا روتی کہ چادر گیلی ہو جاتی اور یہ کہتی کہ کاش یہ جملہ کہتے وقت میری زبان گونگی ہو جاتی اور یہ اپنے وقت میں بہت ہی زیادہ عبادت کرتی مملکت کے بستر کو چھوڑ کر رات کو جاگتی اور عبادت کرتی ہر جمعہ کو ایک گھوڑا جہاد کیلئے صدقہ کرتی۔ اور یہ عبادت گذار عورتوں کے اپنے گھر باتیں کرنے بلواتی۔ یہ انہیں کہتی کہ مجھے تم سے گفتگو کرنا اچھا لگتا ہے مگر جب میں نماز کیلئے کھڑی ہو جاتی ہوں تو تمہیں بھول جاتی ہوں۔ ام البنین یہ بھی کہتی کہ سب سے بڑا بخیل وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر جنت کا بخل کرے۔ اور یہ بھی کہتی کہ ہر انسان کی خوشی کسی نہ کسی چیز میں رکھی گئی ہے اور میری خوشی خرچ کرنے اور عطیات دینے میں رکھی گئی ہے۔ واللہ۔ عطیہ دینا، صلہ کرنا، اور اللہ کی راہ میں مواصلت میرے نزدیک شدید بھوک میں کھانے اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ کیا بغیر خرچ کئے بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ اسی خوبصورت طریقے پر کاربند رہی حتیٰ کہ وفات ہو گئی۔ (رحمہا اللہ تعالیٰ)

(۶۱)

ہشام بن عبدالملک کی باندی عضیض کی توبہ

سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ ہشام [۱] بن عبدالملک کو کوفہ کی ایک بوڑھی عورت کی لے پالک لڑکی کے بارے میں بتایا گیا (جو کہ غلام تھی) جو اپنی بے پناہ خوبصورتی، حسن و کمال میں فائق تھی کتاب اللہ کی پڑھنے والی، عقل و ادب کے ساتھ

---

[۱] یہ ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم اموی ہے۔ شام میں اموی خلفاء میں سے تھا۔ اپنے بھائی یزید کی وفات کے بعد خلیفہ بنا ۱۰۵ھ میں۔ بہت اچھا مدبر اور معاملات میں چست تھا، کاموں کی خود نگرانی کرتا۔ اس کے دور میں خزانہ سب سے زیادہ جمع ہوا۔ ۱۲۶ھ میں انتقال ہوا (الاعلام ص ۸۶۔۸)

ساتھ اشعار کی راوی تھی تو اس نے حکم دیا کہ والی کوفہ کو خط لکھا جائے کہ اس لڑکی کو اس کی مالکن کی اجازت سے فوراً خرید کر میرے پاس بھیج دیا جائے اور اس سلسلے میں ایک خادم بھی بھیجا۔ جب والی کو حکم نامہ ملا تو اس نے بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس لڑکی کو دو لاکھ درہم اور کھجور کے ایک باغ کے بدلے خرید لیا۔ جس سے ہر سال پانچ سو مثقال کھجور پیدا ہوتی تھی اور باندی کو تیار کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا۔ ہشام نے اس کیلئے ایک علیحدہ جگہ کا انتظام کیا اور اسے اس کے خادمین سمیت اس جگہ اتارا اور اس کیلئے کئی طرح کے لباسوں، زیورات اور بستر مہیا کئے جانے کا حکم دیا۔ ایک دن وہ اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا تھا۔ جس میں بستر اور خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں اور یہ آپس میں دلچسپ قصے اور بلاغت بھری باتیں کر رہے تھے اور ہشام بہت خوش تھا اور وہ خوشیاں بکھیر رہی تھی کہ اتنے میں چیخوں کی آواز آئی۔ ہشام اس طرف متوجہ ہوا تو دیکھا ایک جنازہ کا جلوس ہے اور اس کے پیچھے عورتیں چلا رہی ہیں اور ندبہ کہنے والی عورت کہہ رہی تھی۔

میرا باپ کندھوں پر سوار مردوں کے پاس لے جایا جا رہا ہے۔ اسے قبر میں اکیلا چھوڑ دیا جائے گا اور لحد میں اجنبی مسافر بنا دیا جائے گا۔ اے منتقل کئے جانے والے کیا تو ان لوگوں میں سے ہے جو کہتے ہیں کہ مجھے جلدی لے جاؤ۔ یا ان لوگوں میں سے ہے جو کہتے ہیں کہ مجھے واپس لے جاؤ کہاں لے جا رہے ہو۔

اس کی چیخ و پکار سن کر ہشام کی آنکھیں بھر آئیں۔ آنسو ٹپکنے لگے وہ اپنی لذت بھول گیا اور کہنے لگا موت نصیحت کیلئے کافی ہے۔ عضیض کہنے لگی کہ اس نوحہ کرنے والی نے میرے دل کی شریان کاٹ کر رکھ دی ہے۔ ہشام نے کہا معاملہ واقعی ایسا ہے۔ پھر اس نے خادم کو آواز دی اور بالا خانے سے اتر آیا اور عضیض اسی جگہ بیٹھی بیٹھی سو گئی۔ اتنے میں اسے خواب میں ایک شخص نظر آیا اور اس نے کہا کہ تو اپنی خوبصورتی سے فتنہ میں ڈالتی ہے اور اپنی انداز سے غفلت میں ڈال دیتی ہے۔ جب صور پھونکا جائے گا تو کیا ہو گا اور جب قبریں پھٹیں گی اور لوگ اس سے نکلیں گے اور اپنے کئے ہوئے اعمال کی طرف انہیں لایا جائے گا۔ تو عضیض گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہوئی اور پانی پی کر گلا تر کیا۔ پھر اپنے خادم کو آواز دے کر پانی منگوایا اور اس سے غسل کیا پھر اپنا خوبصورت لباس اور زیور چھوڑ کر اون کا ایک کپڑا پہن لیا اور درمیان سے اسے باندھ لیا۔ ایک ڈنڈا ہاتھ میں

لے کر اپنی گردن میں جراب لٹکا لیا اور ہشام کے دربار میں آ گئی۔ ہشام اسے نہیں پہچانا تو اس نے کہا کہ میں تیری باندی عضیض ہوں۔ ایک ڈرانے والے نے اپنی وعید سے میری سماعت کو کھٹکھٹایا ہے۔ اور تو اپنی خواہش مجھ سے پوری کر چکا ہے۔ میں تیرے پاس اس لئے آئی ہوں کہ تو مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد کر دے۔ ہشام نے کہا دو خوشیوں کے درمیان جلدی کر تو اپنے طرب میں جا تو اللہ کی رضا کیلئے آزاد ہے۔ بتا کس جگہ جائے گی۔ باندی بولی "میں بیت اللہ کا ارادہ رکھتی ہوں۔" ہشام نے کہا جا چلی جا۔ تجھ سے کسی کو کچھ سروکار نہیں۔ تو عضیض دار الخلافہ سے نکل کر دنیا سے تارک اور آخرت میں راغب ہو کر سیدھی مکہ جا پہنچی اور وہاں روزے سے رہتی اور بیت اللہ کے اندر مقیم ہو گئی۔ اپنے کھانے کیلئے سوت کاتتی۔ جب شام ہوتی تو طواف کرتی اور پھر حطیم میں داخل ہو کر کہتی۔ اے میرے ذخیرے۔ تو ہی میرا سہارا ہے۔ میری امید مت توڑنا۔ مجھے صحیح جگہ پہنچانا اور اچھی کروٹ دلانا اور میری عطا کو جزیل کر دے۔ یہ اپنی اسی محنت و ریاضت میں لگی رہی۔ حتیٰ کہ دن اور رات کی محنت اور دھوپ نے اس کی جلد کی رنگت بدل دی۔ نماز میں لمبے قیام نے جسم کی حالت تبدیل کر دی۔ زیادہ رونے سے آنکھیں خراب ہو گئیں اور سوت نے اس کی انگلیوں میں زخم کر دیئے۔ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔ (رحمہا اللہ تعالیٰ)

(۶۲)

مملکت کے ملاھی سے حمید بن جابر کی توبہ

ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابراہیم بن ادھم کے ساتھ صحراء میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک ہم نے ایک قبر دیکھی۔ ابراہیم اس کے پاس آئے اور اس کیلئے رحمت کی دعا کی اور رونے لگے۔ میں نے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ قبر حمید بن ابراہیم کی ہے جو ہمارے ان شہروں کا امیر تھا۔ یہ دنیا کے سمندر میں غرق اللہ تعالیٰ نے اسے اس سمندر سے نکالا اور بچایا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک دن یہ اپنی مملکت کی ملاہی، دنیا، اس کے غرور اور فتنے سے بہت خوش ہوا پھر یہ اپنے گھر والوں کے ساتھ سویا تو اس کے خواب میں ایک شخص آکر اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ حمید بن جابر نے اس سے کتاب لے کر اسے کھولا تو اس میں سنہری حروف سے لکھا تھا کہ فانی کو باقی رہنے والے پر ترجیح نہ دے اور اپنی مملکت قدرت، بادشاہت، خدام، غلام اور اپنی لذات و خواہشات میں مت لگ۔ بے شک تو جس میں پڑا ہے حقیقت میں وہ معدوم ہے جو تیری ملکیت ہے۔ حقیقتاً ہلاکت ہے۔ جو فرح و سرور ہے۔ حقیقت میں لہو غرور ہے۔ جو آج کا دن ہے اس کے کل کا کچھ پتہ نہیں۔ اللہ کے حکم کی طرف جلدی کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جلدی کرو اپنے رب سے مغفرت (حاصل کرنے) کیلئے اور جنت کیلئے۔ جس کا عرض آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے جو متقین کیلئے تیار کی گئی۔ (آل عمران آیت نمبر ۱۳۳)

ابراہیم کہتے ہیں کہ

یہ خوف کے مارے بیدار ہوا اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور نصیحت ہے پھر یہ اپنے ملک سے بغیر بتائے چلا گیا اور کسی کو پتہ نہ چلا پھر یہ ان پہاڑوں میں آگیا جب مجھے اس کا قصہ معلوم ہوا تو میں نے اسے ڈھونڈا اور اس سے پوچھا اس نے اپنا شروع سے واقعہ سنایا اور میں نے بھی اپنا واقعہ شروع سے بتایا اور میں پھر برابر اس کے پاس آتا رہتا تھا۔ حتی کہ اس کی وفات ہو گئی اور یہیں مدفون ہوا یہ اس کی قبر ہے۔ (رحمۃ اللہ)

(۶۳)

درویش ابراہیم [۱] بن ادھمؒ کی توبہ

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے خادم ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادھم سے پوچھا کہ آپ کا شروع سے معاملہ کیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے والد

[۱] یہ ابراہیم بن ادھم بن منصور تمیمی بلخی ہیں ابو اسحاق کنیت ہے۔ مشہور زاہد ہیں ان کے والد بلخ کے مشہور مالدار شخص تھے۔ انہوں نے فقہ حاصل کی اور بغداد چلے گئے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اہل بلخ ۲؎ میں سے تھے اور خراسان ۳؎ کے بادشاہوں میں سے تھے۔ ہمیں شکار بہت پسند تھا ایک مرتبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ میرا کتا بھی میرے ساتھ تھا۔ اسی دوران ایک خرگوش یا لومڑ مجھے نظر آیا۔ میں گھوڑے کو حرکت دی تو مجھے اپنی پشت سے یہ آواز آئی کہ "تو نہ اس کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔" میں نے رک کر دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ ابلیس پر لعنت کرے پھر دوبارہ میں نے گھوڑے کو حرکت دی۔ پھر میں نے وہ آواز ذرا تیز سنی "اے ابراہیم تو نہ اس کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے تو میں رک گیا اور میں نے کہا تو نے متنبہ کر دیا تو نے متنبہ کر دیا۔ میرے پاس رب العالمین کی طرف سے ڈرانے والا پہنچ گیا۔ واللہ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔" پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنے والد کے ایک چرواہے کے پاس گیا۔ اس سے ایک جبہ اور چادر لی اور اپنے کپڑے اسے دے دیئے۔ پھر عراق کی طرف سے چل دیا۔ ایک زمین مجھے اٹھاتی اور دوسری زمین مجھے گراتی۔ یونہی گرتے پڑتے میں عراق پہنچ گیا۔ وہاں چند دن محنت مزدوری کی۔ لیکن وہاں حلال روزی دستیاب نہیں ہو سکی تو میں نے وہاں کے مشائخ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر حلال کمانا چاہتے ہو تو شام چلے جاؤ تو میں شام کی طرف چل دیا وہاں ایک شہر پہنچا جسے "منصورہ" کہتے تھے۔ یہ مصیصہ ۴؎ تھا میں نے چند دن وہاں مزدوری کی۔ مگر وہاں حلال روزی نہیں ملی۔ میں نے وہاں کے ایک شیخ سے پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ اگر حلال روزی چاہتے ہو تو پھر طرطوس ۵؎ چلے جاؤ وہاں بہت کام ہے اور اچھا ہے۔ تو

(بقیہ حاشیہ) اور عراق، شام اور حجاز میں بہت گھوم پھر کر بے شمار علماء سے "جو تینوں قرنوں کے تھے" علم حاصل کیا۔ یہ باغوں کی نگرانی کھیتوں کی کٹائی، بار برداری آٹا پیسنے سے روزی کماتے اور قتال روم میں مجاہدین کے ساتھ شریک رہتے۔ بڑے فصیح عربی بولتے۔ جب حضرت سفیان ثوری کی وعظ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو سفیان غلطی کے ڈر سے کلام مختصر کر دیتے تھے۔ ۱۶۱ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۱-۳۱) ۲؎ بلخ خراسان کا مشہور علاقہ ہے۔ علاقوں، ذکر اور غلہ کی کثرت کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ (معجم البلدان ص ۲-۲۶۳)

۳؎ خراسان کی حدود عراق سے شروع ہو کر ہند تک پہنچتی ہیں۔ یہ بڑے بڑے اور مشہور شہروں مشتمل ہے۔ اس کے اکثر علاقے صلح کے طور پر فتح ہوئے۔ (معجم البلدان ص ۷۰۴-۳)

۴؎ انطاکیہ اور روم کے درمیان شام میں جیمان کا ساحلی شہر ہے اور ایک "مصیصہ" دمشق میں "بیت لھیا" کی قریب ایک بستی کا نام ہے۔

۵؎ طرطوس۔ انطاکیہ حلب اور روم کے مابین شام کا علاقہ ہے۔ معجم البلدان ص ۶-۳۹)

میں طرطوس چلا گیا وہاں محنت مزدوری کی، باغوں کی نگرانی کرتا اور کھیتوں کی کٹائی کرتا۔ ایک مرتبہ میں سمندر کے کنارے بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے اپنے باغ کی نگرانی کیلئے کرائے پر لیا۔ میں کافی دن اس کے باغ میں رہا۔ ایک دن اس کا خادم اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ باغ میں آیا اور مجلس لگا کر بیٹھ گیا اور پھر مجھے بلا کر کہا کہ ہمارے لئے باغ کا سب سے اچھا میٹھا اور بڑا انار لے کر آؤ۔ میں اس کے پاس ایک بڑا انار لے گیا۔ خادم نے انار لے کر توڑا تو اسے کھٹا پایا۔ تو مجھے کہنے لگا اے ناطور! کتنے ہی عرصے سے تم ہمارے باغ میں ہو اور تمہیں اب تک معلوم نہیں کہ میٹھا انار کیسا ہوتا ہے اور کھٹا کیسا؟

ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ واللہ! میں نے آج تک تمہارے پھلوں میں سے کچھ نہیں کھایا اور نہ ہی مجھے کھٹے میٹھے کی پہچان ہے۔ تو خادم نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا کہ اس شخص کی بات سن رہے ہو۔ پھر مجھے کہا کہ تو کیا خود کو ابراہیم بن ادھم سمجھتا ہے جو اس حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے دن اس نے مسجد میں میرا ذکر کیا تو کچھ لوگ مجھے پہچان گئے تو خادم اپنے ساتھ کچھ سرکردہ لوگوں کو لے کر آیا۔ میں انہیں دیکھ کر درخت کے پیچھے چھپ گیا اور لوگ اندر آگئے۔ میں ان کو اندر مل گیا وہ اندر داخل ہو رہے تھے اور میں الٹے پاؤں باہر نکل کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ میرا پہلا واقعہ ہے اور طرطوس سے ریگستانی علاقوں کی طرف نکل آنے کی وجہ ہے۔

عبداللہ بن الفرج کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ادھمؒ نے اپنے نسک کی طرف آنے کی ابتداء بتاتے ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ میں ایسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ راستے کا منظر گھر سے نظر آتا تھا۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو جس نے چادر پہنی ہوئی تھی دیکھا۔ اس دن بہت گرمی تھی وہ بوڑھا شخص میرے محل کے سائے میں آرام کرنے بیٹھ گیا۔ میں نے خادم کو کہا کہ ان بزرگ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور گزارش کرو کہ اندر ہمارے پاس آجائے۔ اس پر میرا دل آگیا۔ وہ خادم جا کر اسے بلا لایا اس نے آکر سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا اور میں نے اس کے اندر آنے پر خوشی کا اظہار کیا اور اسے اپنے برابر میں بیٹھا لیا۔ میں نے اسے کھانا پیش کیا تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے

آئے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ وراء النھر سے۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا حج کرنے کا اور اس دن ذی الحجہ کی پہلی یا دوسری تاریخ تھی۔ میں نے کہا اس وقت کیسے؟ تو اس نے جواب دیا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں نے کہا میں ساتھ چلوں؟ اس نے کہا اگر پسند کرو تو چلو۔ اس کے بعد جب رات ہوئی تو اس نے مجھے کہا چلو۔ میں نے سفر کے مناسب کپڑے پہنے اور وہ میرا ہاتھ پکڑ کر چلا اور ہم بلخ سے نکل گئے۔ حتیٰ کہ ہم ایک بستی سے گذرے تو مجھے وہاں کا ایک کسان ملا۔ میں نے اس سے اپنی بعض ضروریات کی چیزیں مانگیں۔ اس نے ہمیں انڈے اور روٹی دی اور ہمیں کھانے کیلئے کہا۔ ہم نے وہ کھالیا۔ پھر وہ پانی لایا۔ ہم نے پانی پیا۔ پھر اس بوڑھے نے مجھے کہا اللہ کا نام لے کر اٹھ اور میرا ہاتھ پکڑ کر چل۔ ہم چلتے جا رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ زمین ہمارے نیچے سے یوں گذر رہی تھی جیسے وہ کوئی موج ہو۔ ہم ایک کے بعد دوسرے شہر سے گذرتے چلے گئے اور وہ مجھے بتاتا گیا کہ یہ فلاں شہر ہے اور یہ فلاں اور یہ کوفہ ہے۔ پھر کہا تم یہیں ٹھہرو میں رات میں آؤں گا۔ رات کو وہ پھر آیا اور مجھے لے چلا اور راستے بھر جگہوں کے نام بتاتا گیا اور میں نے کہا یہ فید ہے۔ اس کے بعد کہا یہ مدینہ منورہ ہے اور میں زمین کو موج کی طرح اپنے پاؤں سے گذرتے دیکھ رہا تھا۔ پھر ہم روضہ رسول ﷺ پر آئے۔ زیارت کی پھر وہ مجھ سے جدا ہو گیا اور کہا کہ رات نماز کی جگہ ملیں گے وہ مجھے وہاں آکر ملا پھر مجھے لے کر چلا حتیٰ کہ رات ہی میں ہم مکہ پہنچ گئے وہ مجھ سے پھر جدا ہونے لگا تو میں نے کہا میں ساتھ چلوں گا اس نے کہا میں شام جا رہا ہوں۔ میں نے کہا میں ساتھ چلوں گا اس نے کہا چلو حج کے بعد زمزم کے پاس ملیں گے۔ حج کے بعد وہ مجھے مقرر جگہ پر مل گیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر مکہ سے نکل پڑے اس نے پہلے کی طرح کیا۔ ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ جب مسجد میں داخل ہوئے تو اس نے مجھے سلام کیا اور کہا میں فلاں وقت انشاء اللہ تمہیں ملوں گا۔ مگر میں اس کے بعد اسے نہ دیکھ سکا اور نہ ہی اس کا نام مجھے معلوم ہوا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر کمزوروں کی طرح چلتا۔ منزل بہ منزل رکتا ہوا واپس آیا اور بلخ پہنچ گیا۔ یہ میرا پہلے پہل کا واقعہ ہے۔

ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ ہم بحری سفر پر ابراہیم بن ادھم کے ساتھ تھے۔ دوران سفر بڑی اچھی ہوا چل رہی تھی اور سواریاں بہت تھیں۔ اچانک بڑی سخت و تند ہوا

چلی۔ کشتیاں ٹوٹنے لگیں۔ اس وقت ابراہیم عباء میں لپٹے سوئے ہوئے تھے کشتی والے ان کے پاس آئے اور کہا اے بھائی جس مشکل میں ہم پھنسے ہیں تم لیٹے دیکھ رہے ہو اور تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ابراہیمؒ بولے آج جیسے دن کیلئے جس نے تیاری نہیں کی ہوگی وہ کامیاب نہیں ہوگا پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ اچانک پانی کی طرف سے ایک آواز آئی۔ تمہارے درمیان ابراہیم بن ادھم موجود ہے۔ پھر بھی تم ڈر رہے ہو۔ اے ہوا اور اے بے قرار سمندر ٹھہر جاؤ اللہ کے حکم سے۔ سمندر ساکن ہو گیا اور ہوا بھی رک گئی اور سمندر ایسا سپاٹ ہو گیا جیسے کوئی لکڑی کا تختہ ہو۔

(۶۴)

حضرت شقیق بلخی کی توبہ

علی بن محمد بن شقیق بلخی کہتے ہیں کہ میرے دادا کے پاس تین سو گاؤں تھے لیکن جب ان کا انتقال ہوا تو کفن دینے کیلئے کفن کا کپڑا تک موجود نہ تھا۔ انہوں نے اپنا سارا مال اپنے سامنے ہی صدقہ کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ترکی تجارت کی غرض سے چلے گئے۔ اس وقت وہ نوجوان تھے جہاں تجارت کرنے گئے اس قوم کا نام "خلوخیہ" تھا اور وہ بتوں کو پوجتی تھی۔ میرے داد بتوں کے گھر (عبادت خانے) میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کا عالم سر اور داڑھی کے بال مونڈے ہوئے سرخ ارغوانی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے اسے حضرت شقیق نے کہا کہ

جو کچھ تو کر رہا ہے سب باطل ہے ان سب کا تیرا اور ساری مخلوق کا ایک مالک اور صانع ہے اس کے جیسا کوئی نہیں ہے۔ دنیا و آخرت اسی کیلئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر مخلوق کا رازق ہے۔ تو بت کدے کے خادم نے انہیں کہا کہ تیرا اپنا فعل تیرے قول

---

[۱] یہ شقیق بن ابراہیم بن علی ازدی بلخی ہیں مشہور صوفی زاہد ہیں خراسان کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتا ہے۔ شاید یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خراسان کے صوفیوں کے احوال لکھے بڑے مجاہد بھی تھے۔ غزوہ کولان (ماوراء النہر) میں ۱۹۴ھ میں شہید ہوئے۔ (الاعلام ص ۱۷۱۔ ۳)

کے مطابق نہیں ہے تو حضرت شفیق نے کہا وہ کیسے۔ اس نے کہا تیرا خیال ہے کہ تیرا ایک خالق ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ حالانکہ تو خود مشقت برداشت کر کے اتنی دور روزی کمانے آیا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی جو تو نے کہی ہے تو تیرا مالک تجھے وہاں بھی رزق دے سکتا ہے اور تو اتنی مشقت سے بچ جاتا۔

حضرت شفیق کہتے تھے کہ اس ترکی کی یہ بات میرے زہد کا سبب بن گئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا اور علم حاصل کرنے لگ گئے۔

(۶۵)

عبداللہ بن مرزوق اور ان کی باندی کی توبہ

ابو سعید نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مرزوق، مہدی کے ساتھ دنیا میں مشغول تھے۔ ایک دن انہوں نے شراب پی اور لہو اور سماع میں مشغول رہے تو ظہر، عصر اور مغرب کی نماز نہ پڑھ سکے اور ہر نماز کیلئے ان کی باندی انہیں متنبہ کرنے آئی۔ پھر جب عشاء کا وقت نکلنے لگا تو وہ ایک انگارہ لائی اور اس کے پاؤں پر رکھ دیا۔ وہ چیخ مار کر اٹھا اور کہا یہ کیا ہے۔ باندی نے کہا یہ تو دنیا کی آگ کا انگارہ ہے تو آخرت کی آگ کیسے برداشت کرے گا۔ تو عبداللہ بہت روئے پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے اور ان کے دل میں باندی کی بات بیٹھ گئی۔ انہوں نے نجات کیلئے یہی جانا کہ ہر قسم کے مال و دولت سے چھٹکارا حاصل کر لیں تو انہوں نے اپنی باندیاں آزاد کر دیں اور معاملات نمٹائے اور بقیہ مال صدقہ کر دیا اور خود سبزی بیچنے لگے اور باندی نے بھی ان کی پیروی کی۔ ایک مرتبہ ان کے پاس سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض آئے یہ اپنے سر کے نیچے اینٹ لگائے لیٹے تھے تو سفیانؒ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی چیز چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بدل اسے عطا فرماتے ہیں۔ عبداللہ! بتاؤ تمہیں عوض میں کیا ملا۔ تو عبداللہ نے جواب دیا کہ میری اس حالت پر اللہ کی رضامندی ملی ہے۔

(۶۶)

جعفر بن حرب کی توبہ

ابوالقاسم تنوخی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جعفر بن حرب سارے اعمال بادشاہوں کی تقلید میں کیا کرتا۔ اس کے مال و دولت نے اسے وزارت کے عہدے کے قریب کردیا تھا اور وہ اپنی جلالت پر اسی طرح قائم تھا (ظلم کیا کرتا تھا) ایک مرتبہ اس نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔

کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ لوگوں کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھک جائیں۔ (الحدید آیت نمبر ۱۶)

یہ سن کر اس نے چیخ مار کر کہا "اے اللہ کیوں نہیں" اور بار بار یہ جملہ دہراتا رہا اور روتا رہا۔

پھر اپنی سواری سے اترا اپنے کپڑے اتار کر دجلہ میں چھپ گیا اور اس وقت تک باہر نہ نکلا جب تک کہ سرا مال حقداروں کو نہ پہنچوادیا اور بقیہ مال صدقہ کردیا۔ ایک آدمی دجلہ کے پاس سے گذرا تو اسے پانی میں کھڑا دیکھا۔ ان کو اس کا حال معلوم ہوچکا تھا تو اس نے اس کو ایک قمیص اور دھوتی ھبہ کی۔ اس سے جعفر [1] نے اپنا تن ڈھانکا اور پانی سے نکل آیا۔ پھر علم اور عبادت میں مصروف رہا۔ حتی کہ وفات ہوگئی۔

(۶۷)

خلیفہ ہارون رشید [2] کی توبہ

[3] فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ

امیر المومنین ہارون رشید حج کیلئے نکلے۔ ایک دن میں مکہ میں سویا ہوا تھا کہ دروازہ

---

[1] یہ جعفر بن حرب ھمدانی ہیں۔ بغداد میں معتزلہ کا امام تھا۔ ابوالھذیل العلاف سے کلام کا فن سیکھا۔ کئی کتابیں لکھیں۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ یہ متکلمین کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ آواز آئی کہ امیر المومنین! میں نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا اور کہا یا امیر المومنین اگر آپ کسی کو بھیج دیتے تو میں خود حاضر ہو جاتا۔ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی۔ کوئی (دانشور) شخص بتاؤ اس سے پوچھوں گا میں نے کہا کہ یہاں سفیان بن عیینہ ہیں میں ان کے پاس لئے چلتا ہوں۔ میں انہیں لے کر سفیان کے پاس آیا اور انہوں نے کچھ دیر آپس میں بات کی۔ پھر سفیان نے ہارون سے پوچھا کہ آپ پر کوئی قرض ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ سفیانؒ نے کہا کہ اسے ادا کر دیجئے۔

جب ہم وہاں سے نکلے تو امیر المومنین نے کہا تیرے اس دوست سے مجھے تشفی نہیں ہوئی کسی اور کے پاس چلو۔ میں نے کہا یہاں عبدالرزاق بن حمام ہیں۔ میں ان کے پاس گیا انہوں نے بھی سفیان کی طرح کہا کہ اگر آپ کسی کو بھیج دیتے میں آجاتا۔ امیر نے کہا کہ جس لئے ہم آئے ہیں وہ سنو، پھر کچھ دیر آپس میں باتیں کیں۔ پھر عبدالرزاق نے کہا کیا آپ پر کوئی قرض رہے امیر نے کہا ہاں ہے۔ کہا کہ وہ ادا کر دو۔

جب ہم وہاں سے لوٹے تو امیر ہارون رشید نے کہا کہ تیرے اس دوست سے بھی ہمیں تشفی نہیں ہوئی کسی اور کے پاس چلو۔ میں نے کہا یہاں فضیل بن عیاض ہیں۔ امیر نے کہا ان کے پاس چلو۔ ہم گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا آواز آئی، کون ہے۔ ہم نے کہا کہ امیر المومنین آئے ہیں۔ آواز آئی کہ امیر المومنین اور میرا کیا واسطہ ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا تم پر ان کی طاعت فرض نہیں۔ تو یہ سن کر فضیل آئے اور دروازہ

(گذشتہ سے پیوستہ) ہاں معروف ہے اسے خلیفہ واثق عباسی کے ہاں خصوصیت حاصل تھی۔ متوفی ۲۲۶ھ۔ (الاعلام ص ۱۲۳۔ ۲)

۲۔ یہ ہارون بن محمد بن منصور عباسی ہے۔ ابو جعفر کنیت۔ عباسی دور کا پانچواں خلیفہ ہے۔ اپنے بھائی ہادی کی وفات کے بعد خلافت کی بیعت لی۔ اس کے ایام میں مملکت نے بہت ترقی کی۔ ہارون رشید ادب، اخبار العرب، حدیث اور فقہ کا بڑا عالم اور فصیح شخص تھا۔ اسے بنی عباس کا جبار کہا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ سخی خلیفہ نہیں گذرا اور سب سے زیادہ اسی کے دربار میں علماء و شعراء، کاتبین حاضر رہے۔ ۱۹۳ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۶۲۔ ۸)

۳۔ یہ فضل بن ربیع بن یونس ہیں۔ ابو العباس کنیت ہے۔ سمجھدار ادیب اور وزیر تھے۔ ان کے والد منصور کے وزیر تھے اور اس وقت یہ حاجب بنائے گئے بر آمکہ کی معزولی کے بعد وزیر بنے اور امین کے دور میں بھی برقرار رہے اور مامون کے مخالف تھے۔ بعد میں مامون نے انہیں معاف کر دیا تھ۔ ۲۰۸ھ میں طوس میں انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۱۴۸۔ ۵)

کھولا اور پھر دوبارہ اوپر جا کر چراغ بجھا دیا اور گھر کے کسی کونے میں جا بیٹھے۔ ہم اندر داخل ہو کر انہیں ڈھونڈنے لگے۔ اور مجھ سے پہلے امیر المومنین کے ہاتھ اندھیرے میں فضیل کو جا لگے۔ تو فضیل نے کہا یہ ہاتھ کتنے اچھے اور نرم ہیں اگر کل عذاب سے بچے رہیں۔ تو میں نے دل میں سوچا کہ فضیل کو ستھرے دل کے ساتھ اچھی بات کرنی چاہئے۔ تو امیر نے کہا کہ جس وجہ سے ہم آئے ہیں وہ سنو! اللہ آپ پر رحم کرے۔

حضرت فضیلؒ کہنے لگے کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو سالم بن[۱] عبد اللہ محمد بن کعب[۲] القرظی، رجاء[۳] بن حیوۃ کو بلایا اور کہا کہ میں اس مصیبت میں پھنسا دیا گیا۔ مجھے مشورہ دو۔ انہوں نے خلافت کو مصیبت شمار کیا اور تم (ہارون رشید) اور تمہارے ساتھی خلافت کو نعمت سمجھتے ہیں۔ تو انہیں سالم بن عبد اللہ نے کہا کہ اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو دنیا سے روزہ رکھو (کنارہ کش رہو) اور تمہاری افطار تمہاری موت ہو گی۔ محمد بن کعبؒ نے کہا اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو مسلمانوں کے بڑے کو باپ سمجھو، اوسط کو بھائی اور چھوٹے کو بیٹا سمجھو اور باپ کی توقیر کرو۔ بھائی کا اکرام کرو اور بیٹے پر شفقت کرو۔ رجاء بن حیوۃ کہنے لگے کہ اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنا چاہو تو مسلمانوں کیلئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرو اور ان کیلئے وہ ناپسند سمجھو جو اپنے لئے ناپسند سمجھو۔ پھر جب چاہو آرام سے مر جاؤ۔

حضرت فضیلؒ نے کہا کہ میں تمہیں بھی یہی کہتا ہوں اور میں تم پر اس دن سے زیادہ ڈرتا ہوں جس دن قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ کیا تمہارے پاس ان جیسے مشیر اور حکم دینے والے لوگ ہیں۔ یہ سن کر ہارون بہت زیادہ رونے لگے۔ حتی

---

[۱] یہ سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں فقہائے سبعہ میں سے ہیں فقہاء تابعین کے سردار تھے۔ مدینہ میں ۱۰۶ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۷۱۔ ۳)

[۲] یہ محمد بن کعب بن سلیم بن اسد ابو حمزہ القرظی المدنی ہیں کوفہ میں کافی عرصے مقیم رہے۔ تیسرے طبقے کے عالم تھے۔ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دور نبوی ﷺ میں پیدائش کا قول غلط ہے۔ ۱۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۲۰۔ ۹)

[۳] یہ رجاء بن حیوۃ بن جرول الکندی ہیں ابو مقدام کنیت ہے۔ اپنے دور میں اہل شام کے شیخ تھے۔ فصیح عالم اور واعظ تھے۔ عمر بن عبد العزیز کی امارت و خلافت میں ان کے ساتھ رہے۔ یہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سلیمان بن عبد الملک کو عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنانے کا اشارہ دیا تھا۔ ۱۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۱۷۔ ۳)

کہ ان پر غشی طاری ہو گئی میں نے کہا امیر المومنین سے نرمی کرو تو فضیلؒ کہنے لگے۔ اے ابن ام الربیع! قتل تو تم اور تمہارے ساتھی اس کو کر رہے ہیں اور نرمی میں کروں۔ پھر ہارون رشید کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے اور بھی زیادہ بنائیے۔

تو فضیلؒ کہنے لگے۔ "امیر المومنین! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس کسی عامل کی شکایت کی گئی تو آپؒ نے انہیں خط لکھا کہ "میرے بھائی ، جہنم میں جہنمیوں کی بیداری کے طول کو ان کے تا ابد اس میں رہنے کے ساتھ ، یاد رکھو اور خبر دار رہو اس سے کہ تمہیں اللہ کے ہاں سے جہنم کی طرف بھیج دیا تو وہ تمہاری آخری بات اور امیدوں کا انقطاع ہو۔ یہ خط جب اس نے پڑھا تو وہ لمبا سفر طے کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے پوچھا کیوں آئے۔ اس نے کہا آپ کے خط نے میرا دل اڑا کر رکھ دیا۔ میں آپ کی طرف سے والی اس وقت تک نہیں بنا تھا جب تک کہ اللہ نے القاء نہیں کر دیا۔ یہ سن کر ہارون پھر رونے لگے۔ پھر کہا اللہ آپ پر رحم کرے مجھ اور باتیں بتاؤ۔"

فضیلؒ نے کہا کہ امیر المومنین! حضرت عباس، نبی کریم ﷺ کے چچا ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے امیر بنا دیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی کے چچا! ایک سالم جان امارت سے اتنی بہتر ہے جس کا شمار نہیں اور امارت، قیامت میں حسرت اور ندامت کا باعث ہو گی اگر تمہیں استطاعت ہو کہ تم کسی ایک کے امیر بھی نہ بنو تو ایسا ہی کرنا۔ یہ سن کر ہارون بہت زیادہ روئے اور پھر کہا اللہ آپ پر رحم کرے مجھے مزید بیان کرو۔

فضیلؒ نے کہا اے خوبصورت چہرے والے انسان! تو ہی وہ شخص ہے جس سے اللہ اپنی مخلوق کے بارے میں پوچھے گا اگر تجھ میں طاقت ہے کہ اپنے چہرے کو آگ سے بچا سکے تو بچا لے اور خبر دار! ایسا نہ ہو کہ صبح یا شام تیرے دل میں اپنی رعیت کیلئے دھوکہ اور فریب ہو۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ جس نے صبح ان کو دھوکہ دیتے ہوئے کی جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ ہارون بہت زیادہ روئے ، پھر کہنے لگے کیا آپ پر کوئی قرض ہے۔ تو فضیلؒ نے کہا کہ ہاں مجھ پر مرے رب کا قرض ہے اور اس پر وہ حساب نہیں لے رہا ہے۔ اگر حساب لے تو میری ہلاکت ہے اور اگر مواخذہ کر کے تو بھی ہلاکت ہے۔ اگر

مجھے اس کی دلیل الہام نہ کی جائے تب بھی ہلاکت ہے۔ ہارون کہنے لگے کہ میری مراد ہے کہ بندوں کا حق تو نہیں۔ تو فضیلؒ نے جواب دیا کہ میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا مجھے تو یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنا وعدہ سچا کروں اور اس کا حکم مانوں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

"اور میں نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی کہ وہ مجھے کھلائیں۔" الذاریات آیت نمبر ۵۶۔۵۷

ہارون نے انہیں کہا کہ یہ ایک ہزار دینار ہیں۔ انہیں لے لیں اور خرچ کر کے اپنی عبادت پر طاقت حاصل کریں تو فضیلؒ نے کہا سبحان اللہ میں نے تو تمہیں نجات پر رہنمائی کی ہے اور تم مجھے یہ بدلہ دے رہے ہو۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور توفیق عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے پھر ہم سے بات نہیں کی۔ پھر ہم وہاں سے نکل آئے تو مجھے ہارون رشید نے کہا کہ اے عباس! جب تو کسی آدمی کے پاس لے جایا کرے تو اس جیسے آدمی کے پاس لے جانا، یہ شخص آج کے مسلمانوں کا سردار ہے۔

دوسرے طریق سے آنے والی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

ہم وہاں تھے کہ اسی دوران فضیل کی بیوی آئی اور اس نے فضیلؒ کو کہا کہ، ہم تنگی کی وجہ سے برے حال میں ہیں اگر تم یہ مال قبول کر لو تو کچھ خوشحالی ہو جائے گی۔ تو فضیلؒ نے کہا کہ "تمہاری اور میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے اونٹ پالا اور اس کی محنت سے خوب کمایا تھا یا جب وہ بوڑھا ہو جائے تو اسے کاٹ کر کھا جائے۔" جب یہ گفتگو ہارون نے سنی تو کہنے لگے چلو واپس چلیں اب شاید وہ یہ رقم لے لے۔ جب وہاں پہنچے تو فضیل انہیں دیکھ کر نیچے مٹی پر جا بیٹھے اور ہارون ان کے برابر میں بیٹھ گئے۔ ہارون ان سے بات کرتے رہے۔ مگر فضیلؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی دوران اس کی سیاہ فام باندی آئی اور اس نے کہا تم لوگوں نے آج رات ہمارے شیخ کو بہت اذیت دی ہے جاؤ چلے جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ یہ سن کر ہم لوٹ آئے۔

(۶۸)

خلیفہ ہارون رشید کے بیٹے کی توبہ

عبداللہ بن خرج کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ کچھ تعمیر کرانے کی ضرورت ہوئی تو میں یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کی تلاش میں نکلا تو بازار میں سب سے آخر میں ایک نوجوان جس کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا اس کے سامنے ہتھوڑا اور دوسرے آلات تھے۔ اونی جبہ اور اونی تہبند باندھے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا کہ کام کرو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے مزدوری پوچھی تو کہا ایک درہم اور دانق (درہم کا چھٹا حصہ) میں نے کہا چلو کام کرو اس نے کہا میری ایک شرط ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا جب اذان ہو گی تو میں کام چھوڑ کر جماعت سے نماز پڑھنے چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا منظور ہے تو وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اپنے گھر لایا اور اس نے اپنی کمر باندھی اور کام کرنا شروع ہو گیا اور درمیان میں کوئی بات نہ کی۔ جب اذان ہوئی تو کہا اے عبداللہ مؤذن نے اذان دے دی ہے۔ میں نے کہا ہاں جاؤ۔ وہ نماز پڑھ کر واپس آیا پھر اور بہترین کام کیا جب عصر کی اذان ہوئی تو اس نے ویسے ہی کیا اور دوبارہ آکر کام میں مشغول ہو گیا پھر دن چھپنے تک کام کرتا رہا۔ پھر میں نے وزن کر کے اسے اجرت دی پھر وہ چلا گیا۔

پھر کچھ دن کے بعد ہمیں کام کی دوبارہ ضرورت پڑی تو میری بیوی نے مجھے کہا کہ اسی نوجوان مزدور کو لانا اس نے بہت اچھا کام کیا تھا تو میں بازار آیا اور اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ تم اس زرد رنگت والے نوجوان کی بات کر رہے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن بازار آتا ہے اور سب سے آخر میں آکر بیٹھ جاتا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں لوٹ آیا اور ہفتہ کے دن کا انتظار کیا اور ہفتہ کے دن بازار گیا تو مجھے وہ مل گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "کام کرو گے؟" اس نے کہا، ہاں میں نے کہا مجھے تمہاری اجرت اور شرط مجھے معلوم ہے۔ اس نے کہا میں استخارہ کر لوں پھر کچھ دیر بعد وہ چل پڑا اور پہلے کی طرح کام کیا۔ میں نے اس کو اجرت زیادہ دینا چاہی تو اس نے منع کر دیا۔ میں نے ضد کی تو وہ ناراض ہو کر بغیر اجرت لئے چلا گیا مجھے بڑا افسوس ہوا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور اسے ڈھونڈ لیا اسے منایا مگر اس نے صرف مقرر شدہ اجرت لی۔

کچھ دن بعد ہمیں اسکی پھر ضرورت پڑی۔ میں ہفتہ کے دن بازار گیا مگر وہ نہ ملا۔ میں نے ادھر ادھر پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے اور اسی شخص نے جس نے اسکی بیماری کے بارے میں بتایا تھا، مجھے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن کام کرتا ہے اور روزانہ ایک دانق خرچ کر کے غذا کا انتظام کرتا ہے آج کل وہ بیمار ہے اور ایک بوڑھی عورت کے گھر میں ہے میں اس سے ملنے گیا اور اس بوڑھی عورت سے پوچھا کہ وہ یومیہ اجرت والا نوجوان یہاں ہے۔ اس نے کہا ہاں! مگر وہ بیمار ہے۔ میں اندر گیا اور اسے لیٹا دیکھا اسکے سر کے نیچے ایک اینٹ تھی۔ میں نے اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تجھے کوئی ضرورت ہے۔ اس نے کہا اگر تم قبول کرو تو ایک ضرورت ہے۔ میں نے کہا بتاؤ! اس نے کہا جب میں مر جاؤں تو یہ ہتھوڑا بیچ کر میرا جبہ اور تہبند دھلوا کر اس میں مجھے کفن دینا اور میرے جبہ کے گریبان میں ایک انگوٹھی سلی ہوئی ہے وہ نکال لینا اور جس دن ہارون رشید سوار ہو کر نکلیں اسکے سامنے کھڑے ہو کر انہیں یہ انگوٹھی دکھانا۔ وہ تمہیں اپنے پاس بلائیں گے۔ انہیں یہ انگوٹھی دے دینا مگر یہ کام میرے دفن کے بعد کرنا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب اسکا انتقال ہو گیا تو میں نے اسکے کہنے کے مطابق اسے غسل و کفن دیا اور تدفین سے فارغ ہو کر خلیفہ ہارون الرشید کی سواری کا انتظار کیا اور اس دن انکے راستے میں بیٹھ گیا۔ جب وہ میرے قریب سے گذرے تو میں نے انہیں آواز دیکر کہا کہ امیر المومنین آپکی ایک امانت میرے پاس ہے اور انہیں انگوٹھی دکھائی تو انہوں نے خادمین کو میرے لئے حکم دیا وہ مجھے اپنے ساتھ انکے گھر لے گئے۔ پھر انہوں نے مجھے بلایا اور بقیہ سب لوگوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے بتایا "عبداللہ بن الفرج انہوں نے پوچھا کہ یہ انگوٹھی تمہارے پاس کیسے آئی۔ تو میں نے انہیں اس نوجوان کا قصہ پوری طرح بتادیا وہ قصہ سنکر رونے لگے۔ اتنا روئے کہ مجھے ان پر ترس آیا میں نے انہیں تسلی دی جب انکی کچھ ڈھارس بندھی تو میں نے پوچھا امیر المومنین! اسکا آپ سے کیا رشتہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ میرا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ اس حالت تک کیسے پہنچا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ میرے خلافت نشین ہونے سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ جب بڑا ہوا تو علم قرآن حاصل کیا اور جب مجھے خلافت ملی تو وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میری دنیا کی کسی چیز کو حاصل نہیں کیا۔ میں نے یہ انگوٹھی اسکی ماں کو دی (اس میں یاقوت جڑا تھا) اور کہا کہ یہ اپنے بیٹے کو دے دو شاید یہ کبھی اسکے کام آجائے۔ میرا بیٹا اپنی ماں کا بہت خیال کرتا تھا۔ اسلئے لے لی پھر اسکی ماں کا انتقال ہو گیا اسکے بعد مجھے اسکا کچھ پتہ نہ چلا۔ سوائے اسکی اس

خبر کے جو تو لایا ہے پھر مجھے کہا کہ جب رات ہو جائے تو مجھے اسکی قبر پر لے چلنا۔ تو جب رات ہوئی تو وہ اکیلے میرے ساتھ چل پڑے۔ اسکی قبر پر آئے اور وہاں بیٹھ کر بہت روئے جب فجر طلوع ہوئی تو ہم وہاں سے اٹھ آئے وہ جاتے وقت مجھے کہہ گئے کہ میرے پاس آتے رہا کرو تاکہ میں اسکی قبر پر آتار ہوں تو میں انکے پاس رات کو جاتا اور ہم اسکی قبر کی زیارت کرتے پھر لوٹ آتے۔ عبداللہ بن الفرج کہتے ہیں کہ امیر المومنین کے بتانے سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ ان کا بیٹا ہے۔

(۶۹)

علی بن مامون اور اس کے والد مامون کی توبہ

عبدالحمید بن محمد کہتے ہیں کہ

مامون [۱] رشید اپنے بیٹے علی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور اپنی دوسری اولاد پر اسے ترجیح دیتا تھا۔ علی بہت خوبصورت اور ادب و فصاحت میں بھی جمیل تھا۔ عبدالحمید کہتے ہیں کہ میں جب وہاں جاتا تو علی کو سلام کرتا تو اسے حیاء اور بشاشت کا پیکر پاتا تھا۔ اس میں تکبر اور بڑائی نہیں تھی، وہ اپنے خدام سے ہنسی مذاق کرتا اور ہمنشینوں سے دلچسپ باتیں کرتا میری آنکھوں نے جو دیکھا اس کے مطابق وہ بہت سخی، خوش اخلاق اور بہت اچھے دل کا مالک تھا۔ میں جب بھی اسے دیکھتا اسکے حسن و جمال کی وجہ سے نظریں نہ ہٹا پاتا۔ اسکے زاہد بننے کا سبب یہ ہوا کہ اس کا غلام شاکر بتاتا ہے۔

ایک شدید گرم دن میں یہ لشکر کے ایک قبے میں بیٹھا تھا۔ اسکے پاس خادم آیا اور اس نے کہا کہ آپ کو امیر المومنین نے یاد کیا ہے، اور وہ کھانے پر آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ تو اس نے جواباً کہا کہ "تیرا ستیاناس! اتنی شدید گرمی میں تو مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے، جا! جا کر امیر المومنین سے کہہ دے کہ "تو نے مجھے سوتا ہوا پایا ہے۔" خادم چلا گیا مگر فوراً ہی الٹے قدموں واپس آکر بولا کہ امیر المومنین نے کہا ہے کہ "اسے جگا کر لے آؤ

---

[۱] یہ عبداللہ بن ہارون رشید بن محمد مہدی بن ابی جعفر منصور عباسی ہے۔ عباسی دور کا ساتواں خلیفہ ہے۔ اپنے علم، سیرت، علم اور وسعت مملکت کی بناء پر بڑے بڑے بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے بھائی امین کو ہٹا کر اس کی جگہ خلیفہ بنا۔ علماء محدثین، متکلمین، شعراء کے قریب رہا۔ اس کی زندگی کے آخری سال خلق قرآن کا فتنہ اٹھا۔ اس کا انتقال ۲۱۸ھ میں ہوا۔ (الاعلام

اور ایک منٹ بھی انتظار نہیں کر سکتے۔ یہ چاروناچار اٹھا اور وہاں کھانا وغیرہ کھایا تو امیر المومنین اپنے ہمراہیوں کیساتھ پینے پلانے کے شغل میں لگ گئے تو یہ علی اٹھ کر مجلس سے نکل گیا۔ یہ الٹی سیدھی چیزیں نہیں پیتا تھا۔ یہ اپنے محل کی طرف چل دیا اور حکم دیا کہ دجلہ کے کنارے آرام گاہ میں بستر وغیرہ لگا کر اسمیں پانی اور برف کا چھڑکاؤ بھی کر دیا جائے۔ پھر یہ وہاں بیٹھ گیا اور آنے جانے والوں اور دجلہ کا نظارہ کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے دوستوں اور مغنیہ کو بلالیا۔ اسی دوران اسکی نظر ایک مزدور پر پڑی جو زوال کے قریب قریب آیا، اسکے پاس ایک پرانا اونی جبہ پہنا ہوا تھا اور شلوار نہیں تھی اور گرمی کے باعث اس نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ رکھے تھے اور ٹوٹی ہوئی چپلیں پہنی تھیں اور اسی طرح سر پر بھی ایک چیتھڑا پہنا ہوا تھا۔ کندھے پر ہتھوڑا اور مزدوری کے آلات میں سے کچھ تھا۔ یہ دجلہ پر آیا اور ایک کشتی میں بیٹھ گیا۔ امیر علی کی نظر اسی پر تھی اس نے اپنے ہتھوڑے وغیرہ رکھے۔ جوتیاں اتاریں، پاؤں سے چیتھڑے ہٹائے اور دجلہ کے قریب ہو کر ہاتھ اور پاؤں دھوئے پھر قریب کی ایک جگہ میں جا کر بیٹھا اور چند سوکھے ٹکڑے نکالے جو ایک جراب میں تھے ایک لکڑی کا پیالہ نکال کر دھویا اور اس میں پانی بھرا اور ان ٹکڑوں کو پانی میں ڈال دیا اور ایک تھیلی نکال کر اس میں سے نمک نکال کر روٹیوں پر چھڑک دیا۔ پھر ریت پر پالتھی مار کر بیٹھ گیا اور اللہ کا نام لیکر کھانے کی خواہش رکھنے والے شخص کی طرح کھانا شروع کر دیا اور اسکے ساتھ ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتا جاتا۔ امیر کی نظریں مسلسل اسی پر لگی تھیں۔ حتی کہ وہ کھانے سے فارغ ہوا اور پیالہ دھو کر بچنے والے ٹکڑوں کو واپس جراب میں رکھ دیا اور نمک کی تھیلی بھی بند کر کے رکھ دی اور کنارے کے قریب ہو کر چلو میں لیکر پانی پیا اور کہا۔ اے میرے آقا میرے مالک۔ اس نعمت پر جو تو نے مجھے عطا کی، تیرا شکر ہے۔ پھر اپنے ہتھوڑے پر اپنا سر رکھ کر ریت پر ہی دراز ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد کھڑا ہوا اور نماز کی تیاری کر کے ظہر کی نماز پڑھنے لگا۔ امیر علی نے یہ دیکھ کر ایک لڑکے کو کہا کہ جا کر اس کا ہتھوڑا پرات وغیرہ میرے پاس لے آئے اور اسکے رعب میں نہ آئے اور کسی طرح بہلا کر اسی شخص کو بھی میرے پاس لے آ۔ ایک لڑکا چلا گیا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو کچھ سامان امیر کے محل سے اٹھانا ہے۔ اسی نے کہا کسی اور کو لے جا! میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ لڑکے نے کہا کہ جگہ بہت قریب ہے لور سامان بھی ہلکا سا ہے۔ اس نے کہا، میرے دوست! میں سمجھ گیا لیکن تم دوسرے آدمی کو لے لو اور مجھے معاف رکھو۔ میں گھر میں داخل ہونا نہیں چاہتا تو لڑکے

نے کہا اگر تو نہیں جائے گا تو زبردستی لے جایا جائے گا اور تھوڑی سی سخت بات بھی کی۔ تو یہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا اپنی پرات اٹھائی اور ہتھوڑا اپنے کندھے پر رکھ کر چل پڑا اور کہنے لگا، اور شاید کوئی چیز جسے تم ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۶)

"اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں بہت سی خیر رکھی دی ہو۔" (سورہ نساء آیت نمبر ۱۹) یہ لڑکا اسے محل میں لے آیا اور شہزادے علی کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ علی نے اسے بیٹھنے کیلئے کہا تو اسکے ساتھیوں نے کہا کہ امیر صاحب! یہ کون ہوتا ہے جسے اسکی بدحالی اور گندگی کیساتھ آپ بٹھا رہے ہیں۔ اس نے کہا تم چپ رہو! پھر اس سے پوچھا تیرا گھر بار ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! پوچھا کہ کیا کام کرتا ہے۔ اس نے کہا جو آپ دیکھ رہے ہیں بار برداری و مزدوری! شہزادے نے پوچھا تیرے گھر میں کتنے افراد ہیں۔ عیال کتنے ہیں۔ اس نے کہا ہم تو خود عیال اللہ ہیں۔ ایک بوڑھی معذور ماں ہے اور ایک اندھی اور اپاہج بہن ہے۔ پوچھا "بیوی بچے۔" اس نے کہا نہیں ہیں۔ کتنا کما لیتے ہو۔ امیر نے پھر پوچھا۔ اس نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ عطا فرما دے۔ مگر یہ کہ وہ بھوکا نہیں رکھتا۔ شہزادے نے پوچھا۔ "کیا روزانہ مزدوری کی طاقت رکھتے ہو۔" اس نے کہا کہ جب میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں تو رزق کی تلاش میں نکل جاتا ہوں ظہر تک کام کر کے عصر تک فارغ رہ کر کھاتا پیتا اور آرام کرتا ہوں اسکے بعد رات تک کوئی کام نہیں کرتا اپنے کو آرام پہنچاتا ہوں۔ یعنی لیٹتا اور سوتا ہوں۔ شہزادے نے پوچھا کیا رات کو نہیں سوتا۔ اس نے کہا کہ اگر میں رات کو سو جاؤں تو قیامت میں فقیر رہ جاؤں گا۔ یہ بات شہزادے علی کو سمجھ آگئی۔ اس نے پوچھا کہ میں نے دیکھا کہ تو اکیلا کھانا کھا رہا تھا تو اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ نہیں کھاتا۔ اس نے بتایا کہ ان کا دن میں روزہ ہوتا ہے میں رات کا کھانا ان کے ساتھ کھاتا ہوں۔ شہزادے نے کہا کہ وہ ٹکڑے نکالو۔ اس نے وہ ٹکڑے نکالے جو کالے سفید اور لال تھے۔ شہزادے نے کہا ،شاکر! جاؤ اور پانچ ہزار درہم لاؤ تاکہ یہ آدمی اپنی حالت درست کر سکے۔ اس شخص نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ میں صحیح ہوں۔ شہزادے نے بہت کوشش کی مگر اس نے نہیں لئے۔

پھر شہزادے نے اسے کہا کہ مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا کہ کیا مجھ جیسے شخص سے بھی آپ کو کام پڑ سکتا ہے۔ شہزادہ اسے اکیلے میں لے گیا اور اسے کہا کہ دیکھو تم نے میری حالت دیکھ لی ہے کہ میں کس جگہ ،اس بادشاہت ،دنیا کی نعمتوں اور لذتوں میں پڑا ہوں۔ اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے دور کر کے آخرت میں

رغبت دلادے۔ تو مزدور نے کہا "میرے دوست، میرا اللہ تعالی کے ہاں کونسا بڑا مرتبہ ہے جو میں دعا کروں۔ "مگر یہ کہ کسی دانشور نے کہا ہے کہ جو کسی سے ڈرے۔ رات کو سفر شروع کردے تو شہزادے تم بھی اپنے آپ پر روزانہ اچھے کاموں کیلئے کچھ وقت لازم کرلو۔ جب تم یہ کرلوگے اللہ کی طرف سے مدد ہوگی اور عادت بن جائے گی۔ اپنے آج کا کام کل پر مت چھوڑنا، اور جس کی طاقت نہیں وہ کام نہ کرنا، موت کا ذکر کثرت سے کرو، اسلئے کہ اس کا تذکرہ زیادہ کو کم اور کم کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ سے ڈرنا، اسکی اطاعت، اور گناہوں سے اجتناب کو لازم کرلو۔ پھر مزدور نے ہاتھ اٹھا کر سر جھکا کر دعا کی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے کہا،

اے وہ ذات جس نے آسمان اپنی قدرت سے بلند کیا، اے مالک الملک، اے جابروں کے جبار! تمام دنیاؤں کے خدا اور روز جزاء کے مالک، میں تیری رحمت، سخاوت اور قدرت کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ تیرے بندے "عبداللہ علی" کے دل سے دنیا کی محبت نکال دے اور اسے اپنی اطاعت کیلئے ان اعمال کی توفیق عطا فرما جو اسے تیری رضا کے قریب کردیں اور اسے اپنی نافرمانی سے بچا، اس کیلئے اور ہمارے لئے اپنی رضاء اور مغفرت کی مہر ثبت کردے اے ارحم الراحمین۔

شاکر کہتا ہے کہ یہ دعا سن کر علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ بہت رویا پھر مزدور کو کہنے لگا، آپ ہم سے کوئی چیز قبول کرلیں۔ مزدور نے کہا "مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے جانے کی جلد اجازت دے دیں تو شہزادے نے اسے جانے دیا۔ مزدور چلا گیا۔"

شہزادہ وہ اپنی جگہ واپس آگیا۔ اسکی چستی غائب ہو چکی تھی اور وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، شہزادہ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا "دوستو! تم نے امیر المومنین کا کھانا دیکھا ہے کیا کیا چیزیں دستر خوان پر ہوتی ہیں، ایک تو وہ کھانا ہے کہ جسکی سفیدی، عمدگی اور پسپائی میں خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسے پہلے بالوں سے، پھر چھلنی سے اور پھر ریشم سے چھانا جاتا ہے حتی کہ اس کا میدہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی آگ نرکل سے جلائی جاتی ہے پھر جب وہ رک جاتی ہے تو تنور کو قماری لکڑی سے دھکا دیا جاتا ہے اور مختلف کھانے پکائے جاتے ہیں۔ پھر شہزادے نے گرم اور ٹھنڈے کھانوں کی انواع کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ "ایک یہ مزدور ہے جس کا کھانا تم نے دیکھا اس کا دستر خوان اس کی مزدوری کی پرات یا کھجور کے پتے ہیں۔ شہزادے نے یہ کہہ کر سر جھکا لیا اور کچھ دیر اپنی

انگلی سے چارپائی کو کرید تا رہا پھر کہنے لگا۔ اے لڑکے کتب خانے کے نگران کے پاس جاکر اس سے "سیرت عمر فاروق ﷺ" کی کتاب نکلوالاؤ۔ چنانچہ وہ لڑکا کتاب لے آیا۔ اس نے اسے لے کر پڑھا اور کہا۔ "سنو! حضرت عمر فاروق ﷺ کا کھانا اونٹ کی گوشت کھائی ہڈی ہوتی تھی جسے پانی اور نمک میں پکایا جاتا اور بغیر چھنے جو کی روٹی کی چند ٹکڑے ہوتے۔ آپ کو کہا جاتا ہے کہ امیر المومنین! آپ اس کے علاوہ کوئی اچھا کھانا کھائیں تو بہتر ہوگا اللہ تعالی نے اب مسلمانوں کو بہت وسعت عطا فرمادی ہے۔ آپ فرماتے۔ ہاں مگر اللہ تعالی قوم کو انکے کھانے پر عار دلائی ہے۔ فرمایا" کہ تم اپنی حلال اشیاء کو دنیا کی زندگی میں لے گئے۔" (الاحقاف آیت نمبر ۲۰)

شہزادہ انہیں حضرت عمر فاروق ﷺ کی سیرت سناتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو کہنے لگا۔ اے لڑکے جاکر "منیب" کتب خانے کے نگران سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سیرت کی کتاب لاؤ۔ وہ لڑکا کتاب لے آیا۔ شہزادہ اسے پڑھتا جاتا اور اپنے دوستوں کو سناتا جاتا پھر آخر میں کہنے لگا۔

اللہ ایسے پیٹ پر لعنت کرے جو قیامت میں ندامت اور حسرت کا باعث بن جائے۔ یہ عبد اللہ بن عمر ﷺ ہیں جو صحابہ کے بیٹوں کے ہیرو تھے، ایک مرتبہ انگور کی خواہش کی تو چکھ بھی نہ سکے۔ یہ سعید بن مسیب ہیں تابعین کے سردار، کہتے ہیں کہ کاش اللہ تعالی کنکریوں کے چوسنے میں میری غذا رکھ دیتا، میں بار بار گھاس پر آنے جانے سے شرماتا ہوں۔ یہ ربیع [1] بن خیثم ہیں جنہوں نے اچھی چیز کھانا چاہی۔ مگر چکھ بھی نہ سکے یہ مالک بن دینار ہیں، یہ فلاں یہ فلاں ہیں۔ شہزادہ اسی طرح بیان کرتا رہا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ پھر اس نے کہا۔ تم نے ایسی قوم دیکھی جو اچھے کھانے کی خواہش نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے فانی کو چھوڑ کر باقی رہنے والے کو چاہا اور تھوڑے کو زیادہ کے بدلے میں بیچ دیا اور اپنی دنیا کی زندگی میں صبر کیا اور جو چیز چاہی اسے پالیا (یعنی اللہ کی رضا اور جنت) دنیا سے بھوکے پیٹ، ننگے سر، ننگے پاؤں نکلے، اور زمین نے انکی چربی یا گوشت نہیں کھایا انکی کھال ہڈیوں اور رگوں پر سوکھ چکی تھی۔ اس نے اپنی پنڈلی دکھائی جو چاندی کی طرح سفید گوشت اور چربی سے بھرپور تھی، کہنے لگا "یہ پنڈلی اس بدن کے

---

[1] یہ شاید ربیع بن خیثم بن عائذ ثوری ہیں کنیت ابو یزید کوفی ہے۔ عابد، ثقہ تھے اور مخضری ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں فرمایا تھا کہ اگر نبی کریم ﷺ آپ کو دیکھ لیتے تو پسند بہت فرماتے ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ان کے زہد اور عبادت کے قصے بہت مشہور ہیں۔ حضرت حسین ﷺ کی شہادت کے بعد ۶۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۴۲۔ ۳)

ساتھ مختلف کھانوں اور ایسے شربتوں کے ساتھ پرورش پا کر ایسی ہوئی ہے، جن کھانوں کا میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا اور یہ اس بدن کے ساتھ مٹی میں سوکھ جائے گی جیسا کہ مزدور کی ٹانگ سوکھ گئی۔ پھر اسکی آنکھیں بہنے لگیں۔ وہ بہت رویا اور ہم سب اسکے سرہانے کھڑے تھے پھر کہنے لگا۔ اے لڑکے۔ اس ساز کے آلے کو یہاں سے ہٹادے اللہ اسکو بگاڑے یہ دلوں کو مردہ کرنے والا ہے، مضر ہے، اور ذلیل کرنے والا ہے ۔ تمام آسائشیں وہاں سے ہٹادی گئیں اور دوست خادمین اور غلام سب چلے گئے اور یہ اکیلا بیٹھا سوچ بچار کرتا رہا کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ کئی راتیں گذرنے کے بعد اس نے مجھے آواز دی، شاکر! میں نے کہا۔ امیر! میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا یہ چابیاں رکھو اور گھر کی حفاظت کرنے میں اپنے آقا کے پاس جارہا ہوں۔ میں سمجھا کہ وہ اپنے والد کے پاس جارہا ہے۔ علی دہاں ایک چھوٹے غلام کیساتھ نکلا اور ہمیں کہا کہ میرے پیچھے شمع لیکر کوئی نہ آئے ایک پرانی جوتی اس نے پہن لی تھی۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے غلام کو بھی نہ پایا دن چڑھے وہ آیا تو میں نے شہزادے کے بارے میں اس سے پوچھا اس نے کہا کہ وہ تو امیر المومنین کے ہاں گیا ہی نہیں۔ شہزادہ دجلہ کی طرف گیا اور مجھے کہا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ مجھے پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا۔ وہ ایک ملاح کے پاس گیا تھا اور اسے کچھ دینار دیئے اور کہا کہ مجھے بہت جلد واسط[1] پہنچا۔ وہ اسکو پہچانتا نہ تھا اسلئے جلد چپو چلائے اور واسط لے گیا۔ شہزادہ وہاں بھی نہیں ٹھہرا۔ بلکہ سیدھا بصرہ[2] کی طرف نکل گیا۔ بھیس بدل کر ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے اور ایک طشتری اس مزدور کی طرح کی خریدی اور اسے اپنی گردن پر رکھ کر خورد و نوش کیلئے محنت کرتا اور اجرت وصول کرتا۔ دن میں روزہ رکھے محنت مزدوری کرتا اور رات کو کھڑا عبادت کرتا رہتا۔ ننگے پیر چلتا۔ حتی کہ اسکے پاؤں پھٹ گئے۔ مختلف مساجد میں چھپ کر رہتا تاکہ پہچانا نہ جائے کئی سال تک اسی طرح وہ محنت مزدوری اور عبادت میں مشغول رہا۔

جب مامون رشید کو اسکا پتہ چلا تو اس نے اپنے عمال کو لکھ کر اسکے بارے میں پوچھ گچھ کی اور ڈھونڈتا رہا۔ مگر اسکا پتہ نہ چلا۔ یہ شہزادہ بیمار ہو گیا اور حالت متغیر ہونے لگی تو اس نے مسجد چھوڑ کر سرائے میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور ایک بوریہ پر لیٹ

---

[1] واسط۔ یہ اوسط حجاج ہے۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان ہونے کی وجہ سے اسے واسط کہا گیا۔ (معجم البلدان ص ۸۷ ۔۳۔۴)
[2] بصرہ۔ بصرہ دو ہیں ایک عراق میں دوسرا مغرب میں۔ عراق میں بصرہ بڑا شہر ہے۔ (معجم البلدان ص ۱۹۳۔۲)

گیا۔ جب زندگی کی کسوئی امید نہ رہی تو سرائے کے مالک کو بلایا اور اسے اپنی انگوٹھی اور ایک مہر بند خط دیا اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ انگوٹھی والی کے پاس لے جاکر اسے دکھانا اور میری جگہ اسے دکھا کر یہ رقعہ اسے دے دینا۔ جب اسکا انتقال ہو گیا تو سرائے کے مالک نے اسے چادر اڑھائی اور والی کے پاس پہنچا اور دروازے پر پہنچ کر آواز لگائی نصیحت ہے۔ اسے اندر پہنچایا گیا اس نے والی کو انگوٹھی دکھائی تو والی اسے پہچان گیا اور کہا ،اس انگوٹھی کا مالک کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ سرائے کے ایک کمرے میں اس کی میت رکھی ہے اور پھر سے اس کا خط دکھایا۔ اس پر لکھا تھا کہ مامون رشید کے سوا اسے کوئی بھی نہ کھولے۔ پھر والی اس کی میت کے پاس آیا۔ اسے مشک و کافور کی خوشبو میں بسا کے قباطی کپڑے میں کفن دے کر مامون کے پاس بذریعہ کشتی روانہ کر دیا اور اسے لکھا کہ یہ سرائے کہ ایک کمرے میں بوریئے پر لیٹا ملا اسکے نیچے کوئی بستر نہ تھا نہ کوئی رونے والی۔ کپڑا اوڑھے ہوئے آنکھیں بند کئے ، چمکتے چہرے اور مہکتے بدن والا دیکھا گیا" اور والی نے اس کے ساتھ اس کا دیا ہوا خط اور انگوٹھی بھی بھیج دی۔ جب مامون کے پاس اس کی میت پہنچی تو اس نے اس کا چہرہ کھولا اور اس پر گر گیا اور بے اختیار اسے روتے ہوئے چومنے لگا۔ چیخیں اور سسکیاں گھر میں گونجنے لگیں۔ پھر اس نے وہ خط کھولا۔ اس میں شہزادے کے ہاتھ میں لکھا تھا کہ

"اے امیر المومنین! سورہ الفجر کی چودہ آیتیں پڑھ کر اس سے عبرت حاصل کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقوے والوں اور محسنین کیساتھ ہیں۔ (" سورہ نحل آیت نمبر ۱۲۸)

مامون نے اس کی تجہیز و تکفین کا حکم اور پھر دفن کیلئے لے جایا گیا۔ مامون خود پیدل چل کر گیا۔ جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو اس نے خادموں کو کہا کہ قبر سے باہر آؤ۔ پھر یہ خود قبر میں اترا اور کہنے لگا "میرے بچے! اللہ تجھ پر رحم کرے اور تیری امید در جاء کو پورا فرمائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو خوش بخت بنا کر مجھے تجھ سے فائدہ پہنچائے گا۔ تو بہت ہی اچھا بیٹا ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نبی کریم ﷺ کیساتھ جمع فرمائے اور مجھے تجھ پر صبر عطا کرے۔ پھر اس نے مٹی برابر کرنے کا حکم دیا۔ خادمین نے تختے لگا کر قبر پر مٹی ڈال دی۔ مٹی کا غبار اڑ کر اس پر آرہا تھا اور خادمین رومالوں کے ذریعے غبار ہٹانے لگے تو اس نے کہا۔ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ علی تو مٹی میں مل گیا اور تم مجھ پر سے غبار ہٹا رہے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ اے اللہ اسے قول ثابت (کلمہ طیبہ) کے ذریعے ثابت قدم فرما۔ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں اس سے راضی ہوں۔ اے ارحم الراحمین۔ یہ خط

اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔ اس نے محمد بن سعد ترمذی کو بلوا کر سورہ فجر سنی۔ وہ پڑھتا جاتا یہ روتا جاتا حتی کہ جب اس آیت پر پہنچا کہ "تیرا رب گھات میں ہے (" آیت نمبر ۱۴) تو اسے روک دیا۔

اس نے ایک لاکھ درہم اس کی سے طرف صدقہ کئے اور قیدیوں کو رہا کیا اور عمال کو انصاف اور مظالم کے دفعیہ کی تلقین کی اور اسکے بعد جب اسے یاد کرتا تو روتا۔ شدید تکلیف میں رہا۔ لذت و خواہشات کا لطف ختم ہو گیا۔ یہ فقہاء کی مجلسوں میں جاتا وہ اسے صبر کی تلقین کرتے۔ حتی کہ اسی حال میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(۷۰)

موسی بن محمد بن سلیمان ہاشمی کی ایک زخمی کی آواز سن کر توبہ

محمد بن سماک کہتے ہیں کہ موسی بن سلیمان ہاشمی اپنے والد کی اولاد میں سے سب سے زیادہ مالدار اور بے فکر تھا۔ خود کو بے شمار لذتوں مثلاً کھانے پینے کی چیزوں، اچھا پہننے خوشبوئیں، باندیاں، غلام وغیرہ میں مست کیا ہوا تھا۔ اسے کوئی فکر یا غم نہیں تھا۔ سوائے اپنی عیش اور لذتوں کے یہ بہت خوبصورت جوان تھا۔ اسکا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور سرخی مائل رنگ تھا۔ نہایت کالے بال جو گھنگھریالے تھے۔ ستواں کھڑی ناک، سرمگیں بڑی آنکھیں جو ہرن کے مشابہ تھیں۔ دیکھنے والے کو مسحور کر دیتی تھیں۔ گھنی لمبی پلکیں اور قدرتی تراشی ہوئی بھنوئیں جیسے کسی نے قلم سے بنائی ہوں۔ دہن چھوٹا جس کے پتلے پتلے ہونٹ۔ چمکیلے دانت اور دانتوں میں فاصلہ، انتہائی فصیح اللسان، شیریں زبان، دھیمی آواز کا مالک تھا اور اللہ تعالی کی کون سی نعمت تھی جو اسکے پاس نہیں تھی۔ اسکی زمینوں سے جو غلہ اگتا تھا اس سے تقریباً تین کروڑ تین لاکھ کی آمدنی تھی۔ یہ اس سب کو اپنی عیاشی میں اڑا دیتا تھا اور اپنی جوانی اور دنیا اور تمام خواہشات میں مگن رہتا تھا۔

اسکا ایک بالاخانہ تھا جس میں راتوں کو یہ لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ اسکے کئی

دروازے تھے جو کچھ باہر کے راستے کی طرف اور کچھ اسکے باغوں میں کھلتے تھے۔ اس نے اس میں ایک گنبد بنایا تھا۔ جس کی بناوٹ ہاتھی دانت سے کی گئی تھی اور اسپر سونے کے پانی سے ملمع چاندی سے کندہ کاری کی گئی تھی۔ ہرے ریشم کے کپڑے سے اسے ڈھانکا گیا تھا اور اسے "خز" سے کاڑھا گیا تھا۔ گنبد سرخ یاقوت سے چمکتا تھا اور زبرجد اور پیلا عقیق بھی اس میں جڑا تھا۔ ہر دانہ انڈے کے برابر تھا۔ اس نے دروازوں پر بہترین دبیز پردے لٹکائے تھے جن پر سونے کا کام کیا گیا تھا اور گنبد کے گرد تیس شمعیں لگائی گئی تھیں جو تیس طشتوں پر رکھی گئی تھیں۔ ہر طشت کا وزن ایک ہزار درہم تھا۔ ہر پانچ طشتوں پر ایک غلام مقرر تھا۔ اسکے پاس ایک سونے کی مشعل ہوتی جس کا وزن سو مثقال تھا اور یہ سب مختلف انواع کے کپڑے اور ہمیانی باندھے ہوتے جو جواہرات سے مزین ہوتیں۔ ہر دروازے پر طاق بنائے گئے تھے جن میں چاندی کی زنجیروں سے قندیلیں لٹکائی گئی تھیں۔ ان قندیلوں میں خالص زیتون کا تیل جلتا تھا۔ یہ جس چارپائی پر ہوتا تھا۔ اسے بہترین نرکل سے بنا گیا تھا۔ اسکے سر پر ہیرے جڑا عمامہ ہوتا اور اسکے قبے میں اسکے دوست اور بھائی وغیرہ ہوتے تھے۔ اسکے سروں پر خادمین کھڑے رہتے جن کے ہاتھوں میں پنکھے وغیرہ ہوتے اور مغنیات انکی مجلس میں قبہ سے باہر بیٹھی رہتیں۔ یہ انہیں دیکھتا رہتا۔ جب یہ اپنے دائیں جانب نظر ڈالتا اپنے دوست کو دیکھتا جسے اس نے چنا ہوتا اور یہ اس سے باتیں کر کے موانست حاصل کرتا۔ بائیں جانب دیکھتا تو بھائی نظر آتا جسے اس سے محبت تھی اسے اپنے لئے چن رکھا تھا۔ سامنے نظر ڈالتا تو اسکے انتخاب کردہ خادمین نظر آتے۔ دوسری طرف دیکھتا تو وہاں مطربیہ اور مغنیات جو اسکی منتخب کردہ تھیں نظر آتیں اور اس پر فدا تھیں۔ ان سب کے کان اسی کی طرف لگے رہتے اور آنکھیں اسی کو تکتی رہتیں۔ کسی اور کو نہ دیکھتیں۔ جب یہ بات کرتا خاموشی چھا جاتی۔ یہ کھڑا ہوتا تو سب کھڑے ہو جاتے۔ جب مغنیہ کو سننا چاہتا ستارے کے طرف دیکھتا تو گانا شروع ہو جاتا اور جب بند کرانا چاہتا ہاتھ سے اشارہ کرتا تو گانا رک جاتا اور یہ اندازہ سب جانتے تھے۔

یہ اسکا معمول رہتا۔ حتی کہ رات گذرنے لگتی اور اس کی عقل ماؤف ہونے لگتی تو اس کے ہمنشیں چلے جاتے اور یہ کسی باندی کے ساتھ خلوت میں رہتا، جب صبح ہوتی تو شطرنج اور چوسر کھیلنے والے آموجود ہوتے۔ اسکے ہاں موت یا بیماری کا کوئی ذکر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی غم کی بات کا سوائے خوشی، سرور اور لطیفوں کا ذکر ہوتا۔ جس سے یہ ہنستا، ہر دن نئی خوشبوئیں اسکی منتظر ہوتیں۔ حتی کہ اسی حال میں ستائیس سال کا عرصہ گذر گیا۔

ایک دن اسی طرح یہ اپنے قبہ میں دوستوں کیساتھ محفل جمائے ہوئے تھا کہ اچانک اس نے کسی زخمی شخص کی آواز میں نغمہ سا سنا جو اسکے نغموں سے مختلف تھا۔ یہ آواز اسکے دل میں اتر گئی اور یہ اپنی محفل بھول گیا۔ اس نے گانے والوں کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور ایک کھڑکی سے سر نکال کر آواز سننے کی کوشش کی۔ یہ آواز کبھی تیز ہو جاتی، کبھی ہلکی ہو جاتی۔ اس نے بلند آواز سے اپنے غلام کو کہا کہ جاؤ اس آواز والے کو پکڑ کے لاؤ! اس کے غلام اسے ڈھونڈنے لگے تو انہوں نے ایک نحیف سے جسم والے، پتلی گردن، زرد رنگت، سوکے ہونٹ، بکھرے بال والے ایک نوجوان کو دیکھا۔ جس کا پیٹ اس کی کمر سے لگا تھا۔ اس پر دو ہلکی چادریں پڑی تھیں۔ جس سے اس نے بدن چھپایا ہوا تھا۔ ننگے پیر یہ مسجد میں کھڑا اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ یہ اسے مسجد سے نکال کر لے آئے اور راستے بھر اس سے کوئی بات نہ کی، اور موسیٰ بن سلیمان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ اسے کہاں سے لائے۔ کہا کہ یہ مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے تلاوت کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا "اے نوجوان! تو کیا پڑھ رہا تھا" اس نے کہا اللہ کا کلام۔ موسیٰ نے کہا مجھے بھی وہ نغمہ سنا۔ تو اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر تلاوت شروع کی۔ "بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے...... وہاں مقرب پئیں گے۔" المطففین (آیت نمبر ۲۲ تا ۲۸) اس نے کہا ایک مغرور انسان، یہ تیری مجلس جگہ اور فرش کے علاوہ ہے وہ تو تکئے ہیں جو اونچے بستروں پر لگائے جائیں گے۔ ان کا استر "استبرق" سے بنا ہوگا۔ (رحمٰن آیت نمبر ۵۵) جنتوں میں ہر پھل کے دو ہوں گے۔ رحمٰن آیت نمبر ۵۲) جو کبھی نہیں کٹیں گے نہ ان سے روکا جائے گا۔ (واقعہ آیت نمبر ۳۲) خوشی کی زندگی ہوگی (الحاقہ آیت نمبر ۲۱) اونچے محلوں میں ہوں گے۔ (الغاشیۃ: ۱۰۔۱۶) اس کا پھل دائمی ہے اور سایہ بھی یہ انجام ہے۔ متقین کا اور کافروں کا انجام آگ ہے۔ (الرعد۔ ۳۰) یہ اس سے نکالے نہ جائیں گے۔ (الحجر۔ ۴۸)

یہ سب سنکر ہاشمی اٹھ کر نوجوان کے گلے لگ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اپنے ہمنشیوں سے چیخ کر بولا میرے پاس سے نکل جاؤ اور خود بھی گھر کے صحن میں آگیا اور ایک چٹائی پر نوجوان کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنی حالت پر نوحہ کرتا اور اپنی جوانی پر روتا رہا اور خود کو ملامت کرتا رہا۔ یہ نوجوان اسے تسلی دیتا رہا حتی کہ صبح ہوگئی اور اس نے یہ عہد کیا کہ اب کبھی گناہ کی طرف نہیں جائے گا۔ جب صبح ہو چکی تو اس نے اپنی توبہ ظاہر کی اور مسجد میں جا بیٹھا اور سونا چاندی جوہرات اور کپڑے بیچ کر صدقہ کر دیئے اور نفسانی

خواہشات اور زمینوں کی دیکھ بھال بھی چھوڑ دیں۔ اپنی زمین غلام اور باندیوں میں بیچ دیئے اور جسے چاہا آزاد بھی کر دیا اور سب کچھ صدقہ کر دیا۔ اون کے کھر درے کپڑے پہن لئے اور جو کی روٹی کھانے لگا۔ رات کو نمازیں پڑھتا اور دن کو روزے رکھتا حتی کہ اسے نیک اور خاص لوگ آکر سمجھاتے کہ اپنے آپ پر رحم کرو اتنی محنت نہ کرو اللہ تعالی کریم ہیں تھوڑے پر زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ یہ کہتا لوگو! میں خود کو جانتا ہوں۔ میرا جرم بہت بڑا ہے۔ میں نے دن رات اپنے آقا کی نافرمانی کی ہے۔

یہ بہت زیادہ روتا رہتا پھر یہ پیدل حج کو روانہ ہو گیا۔ ننگے پیر تھا اس کے پاس ایک چادر، ایک جراب اور ایک تھیلا تھا۔ حتی کہ یہ مکہ پہنچا اور حج ادا کیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔

محمد بن سماک کہتے ہیں کہ ایک رات میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے اسکے بین کرنے، نوحے اور رونے کی آواز سنی۔ اس آواز نے مجھے بے قرار کر دیا۔ میں طواف چھوڑ کر اسکے پاس حطیم میں پہنچا، میں نے اسکو نہیں پہچانا اور پوچھا کہ "میرے دوست! تم کون ہو۔ میں تمہیں صغیر السن، زخمی دل، شدید تکلیف اور غم میں دیکھ رہا ہوں۔ تم بڑے غم میں رو کر آنسو بہا رہے ہو۔ قصہ کیا ہے۔" اس نے کہا میں اپنی جوانی کے ساتھ ساتھ بڑے گناہوں اور خطاؤں کا بوجھ لئے پھر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا اور کہا کیا تو وہی نہیں جس نے میری گمراہی کے وقت میں مجھے نصیحت کی تھی اور میں اپنی دولت کے نشے میں چور تھا اس لئے میں نے تیری طرف توجہ نہیں کی تھی۔ میں موسی بن محمد بن سلیمان ہوں جسے تو نے بصرہ میں دیکھا تھا۔

ابن سماک کہتے ہیں کہ اسکی بات سے مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے معانقہ کیا اور اسکی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا، میرے باپ کی قسم! تو تو واقعی ابوالقاسم ہے۔ تیری یہ حالت کس طرح ہو گئی۔ اس نے کہا میں اپنا معاملہ چھپانا چاہتا ہوں مجھے پسند نہیں کہ میرا تعارف اور شہرت ہو۔ بس میرے انعام و فضل اور احسان کرنے والے آقا نے مجھے غفلت سے بیدار کر کے میرے عیب مجھے دکھا دیئے اور میں نے اپنی تمام حرکتیں چھوڑ دیں جو تو نے دیکھی تھیں اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا رب مجھے قبول کر لے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اس نے مجھ سے توجہ نہ ہٹالی ہو۔ ابن سماک کہتے ہیں کہ اسکی بات سے مجھے رونا آگیا میں نے اسے کہا "میرے دوست! خوشخبری ہو کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالی کو نوجوانی میں توبہ کرنے والے سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ آج اس نے یہ بات سنی تو اپنی بکاء کو روکنا چاہا اور

وہ اس بات سے ڈر رہا تھا کہ اسکا رونا سن کر لوگ جمع نہ ہو جائیں۔ تو وہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ "اے طبیب! میرے ساتھ آؤ"! میں اسکے پیچھے چلا حتی کہ "باب حناطین" سے نکل کر وہ میری طرف دیکھتا جاتا تھا حتی کہ ایک دروازے میں داخل ہو گیا اور میں اسکے ساتھ چلا وہ ایک بالا خانے میں جا بیٹھا اور مجھے کہنے لگا کہ میں کافی عرصے سے مشتاق تھا کہ تم میرے زخموں پر اپنی باتوں کا مرہم رکھو۔ میں نے اسے کہا اے ابو القاسم! اللہ تعالی نے تم پر مہربانی کی اور تمہیں غافلوں جیسی نیند سے بیدار کر دیا اسکی توفیق پر اس کا شکر ادا کرو اور شاکرین میں سے بنو اور ملنے والی نعمت پر اسکی حمد کرو۔ اللہ تعالی تمہیں اپنی رحمت سے اس دولت سے اچھا عوض عطا فرمائے گا جو تو نے چھوڑی ہے۔

ابو القاسم! موت کو اپنا نصب العین بنا لو اور یہ یقین رکھو کہ تمہارے سامنے ایک گھاٹی ہے جس پر کل تمہیں جانا ہے اور اسے متقین و پرہیز گار لوگوں کے سوا کوئی طے نہیں کر سکے گا۔ اور ایسے پل ہیں جن کو صرف ظلم کرنے سے بچنے والے پار کر سکیں گے اور دوسرے اس سے کٹ کر آگ میں گر جائیں گے۔ "ان کا دھو نکنے والے گھیر اؤ کئے ہوئے ہیں اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں ابلتا پانی دیا جائے گا جو چہرے جھلسا دے گا۔ ("الکھف۔ ۲۹)

تیار رہو اور جواب دہی کی تیاری رکھو کیونکہ ایسا ضرور ہو گا، جانتے ہو تمہیں کس کے پاس جانا ہے؟ احکم الحاکمین کے پاس، ایسے عادل کے پاس جو ظلم نہیں کرتا، یوم جزاء میں پورا بدلہ دے گا اور ایسے دن میں جانا ہے جس دن کوئی مال یا اولاد فائدہ نہیں دے گی۔ مگر اسے جو نیک اور سلیم دل کیساتھ اللہ کے ہاں پہنچے گا۔ موسی یہ باتیں چپ چاپ سن رہا تھا، پھر اس نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا، مجھے یہ وہم ہونے لگا کہ شاید میری باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ پھر میں اس کے پاس سے اٹھ کر وہاں سے نکل گیا۔ دوسرے دن میں اپنے حوائج میں مصروف رہا۔ ظہر کے وقت میں طواف کر رہا تھا تو میں نے باب صفا کے قریب لوگوں کو آتے جاتے دیکھا، میں نے پوچھا کیا ہوا۔ کسی نے کہا کہ کسی اجنبی کا جنازہ ہے تو میں نے وہاں جا کر جنازہ پڑھی۔ مگر فورا میرے دل میں ایک خیال آیا تو میں وہاں سے سیدھا اسی کے گھر پہنچا۔ وہاں اسکے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ کیا تم نے اسکے جنازے میں شرکت نہیں کی۔ میں نے فورا "انا للہ" پڑھی اور کہا اللہ کی ذات پاک ہے وہ جو چاہے کر گذرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کل رات تو تم اسکے ساتھ تھے۔ میں نے کہا ہاں میں تھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے

نکلنے کے بعد وہ مسلسل یہ کہتا رہا میرا دل، میرا دل، میرا گناہ میرا گناہ اور اسی حالت میں اس نے روتے روتے رات گذاری پھر رات کے کسی پہر وہ خاموش ہو گیا جب ہم نے صبح کی نماز کیلئے اسے جگایا تو وہ دنیا چھوڑ چکا تھا اسکی روح نکلنے کے وقت کوئی موجود نہ تھا اور کسی نے اس کی آنکھ بھی بند نہیں کی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم لوگ اسے جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، یہ اجنبی شخص تھا حاجیوں کیساتھ آیا اور یہیں ٹھہر گیا۔ ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا اسکی رات نماز کی حالت میں روتے گذرتی۔ گویا کہ تمام بندوں کے گناہوں کا سوال اسی سے ہو گا۔ اپنے کھانے کمانے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا اور کسی کا احسان بھی نہیں لیتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کتنے عرصے پہلے تمہارے پاس آیا تھا۔ انہوں نے کہ دو سال پہلے۔ میں نے کہا کہ تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ اسے بہتر جانتا ہے۔

(۷۱)

وزیر جعفر برمکی[۱] کی توبہ

عبدالحمید کہتے ہیں کہ میں جعفر بن یحیی بن خالد بن برکی مجلس میں بیٹھا تھا وہاں مصر سے آنے والا سامان اسے دکھلایا جارہا تھا۔ یہ اپنے قبے میں (بالاخانے میں) بیٹھا تھا کہ اچانک وہاں محمد بن سماک آئے تو اس نے کہا کہ اپنی کچھ باتیں ہمیں سناؤ، اللہ آپ پر رحم کرے۔ ابن سماک نے کہا میں تمہیں گزشتہ لوگوں یا بادشاہوں یا کسریٰ کے قصے نہیں سناؤں گا۔ بلکہ میں تمہیں وہ بات سناؤں گا جو میں نے خود دیکھی۔ یہ چند سال پہلے کے شخص امیر المومنین کے چچازاد بھائی موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کا قصہ ہے، پھر اسے مذکورہ قصہ سنایا تو میں نے جعفر کو یہ سنکر روتے دیکھا۔ وہ بہت رویا اور کہنے لگا یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انعام سے ممکن ہوا۔ اے اللہ! جیسے تو نے موسیٰ بن سلیمان کو اپنی طاعت کی نعمت عطا کی اور اپنی رضاء کیلئے اسے توفیق دی حتی

---

[۱] یہ جعفر بن یحیی بن خالد برمکی ہے۔ ہارون رشید عباسی کا وزیر تھا۔ اور برامکہ میں سب سے زیادہ مشہور یہی ہے۔ منطق بلاغت، سخاوت میں مشہور تھا۔ پیدائش بغداد میں ہوئی، ہارون نے انہیں بھائی بھی بنالیا تھا اور یہ امور مملکت میں دخل انداز بھی تھا، حتی کہ ہارون برامکہ سے ناراض ہو گیا اور اسے ۱۸۷ھ میں قتل کرادیا۔ ایک سال بعد اس کی لاش کو جلادیا گیا۔ (الاعلام ص ۱۳۰۔۲)

کہ اس نے یہ سب کچھ تیرے چاہنے کی وجہ پالیا، ہمیں بھی اپنی رحمت سے عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے لئے معافی اور مغفرت کی مہر ثبت کردے۔ اے ارحم الراحمین۔ پھر اس نے اسی مجلس میں مسکین اور ضرورت مندوں میں ایک لاکھ درہم صدقہ تقسیم کئے اور اسکے تھوڑے دن بعد ہی امیر ہارون رشید اس سے کسی بات پر ناراض ہوا اور اسے قتل کرا کے صلیب پر لٹکوادیا۔ جعفر کی مذکورہ دعا کے بارے میں یہ امید ہے کہ شاید اس کی دعا قبول ہو گئی کیونکہ اس کا مثلہ کیا گیا تھا۔

اس نے بہت اچھے کام کئے تھے۔ غریب لوگوں کو خوب دولت سے نوازتا اور ان کی ضروریات پوری کرتا، بہت خوش اخلاق تھا اور اپنے بھائیوں دوستوں کے حقوق کو سمجھتا تھا۔ رحمہ اللہ۔

(۷۲)

ابو شعیب براثی کے ہاتھ پر ایک لڑکی کی توبہ

جنید بن محمد کہتے ہیں کہ ابو شعیب براثی پہلے شخص ہیں جو براثی[۱] میں مقیم ہوئے وہ ایک کوخ میں رہ کر عبادت کیا کرتے۔ ایک دن وہاں سے بادشاہوں کے گھروں میں پرورش پانے والی ایک لڑکی گذری۔ اس نے ابو شعیبؒ کو دیکھا تو ان کی حالت اسے پسند آئی اور وہ گویا ان کی قیدی ہو کر رہ گئی اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ دنیا سے دور ہو کر ابو شعیب کی خدمت میں رہے گی۔ لہذا وہ آئی اور انہیں کہا کہ کیا میں آپ کی خادمہ بن سکتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ چاہتی ہو تو اپنی ہیئت درست کرو اور یہ فاخرانہ لباس، زیور وغیرہ سے جان چھڑاؤ۔ اس نے اپنی تمام ملکیت کی چیزیں اتار دیں اور درویشوں کا لباس پہن کر انکی خدمت میں پھر حاضر ہو گئی۔ ابو شعیب نے اس سے نکاح کرلیا۔ جب رات کو یہ ان کی کوٹھری میں آئی تو وہاں ایک موٹا کپڑا بچھا دیکھا جو مٹی اور پانی سے بچاتا تھا اس نے کہا میں اس کوٹھری میں اس وقت تک نہیں رہوں گی جب تک آپ اس کپڑے کو یہاں سے ہٹا نہ دیں۔ کیونکے میں نے آپ ہی سے سنا ہے کہ زمین کہتی ہے اے ابن

---

[۱] براثی۔ بغداد میں کرخ کے قبیلہ کی طرف ایک محلہ ہے ابو شعیب اسی کی طرف منسوب ہیں۔ (معجم البلدان صفحہ ۹۶۔ ۲)

آدم! آج تو اپنے اور میرے درمیان پردہ حائل کر رہا ہے اور کل میرے پیٹ میں رہے گا اور میں زمین اور اپنے درمیان حجاب نہیں رکھوں گی۔ ابو شعیب نے وہ بچھونا اٹھا کر پھینک دیا پھر وہ ابو شعیب کے ساتھ کئی سال تک عبادت میں مصروف رہی اور پھر دونوں کا اسی حال میں انتقال ہوا۔

(۷۳)

خلیفہ واثق[1] باللہ اور اس کے بیٹے مہتدی[2] باللہ کی توبہ

صالح بن علی بن یعقوب ہاشمی کہتے ہیں کہ

میں امیر المومنین مہتدی باللہ کی خدمت میں حاضر تھا وہ لوگوں کی شکایات دار العوام (دارِ عوام) میں بیٹھے سن رہے تھے اور وہیں احکامات جاری کرتے اور متعلقہ حکام کو فوراً لکھ کر روانہ کر دیتے یہ بات مجھے بہت اچھی لگی اور میں اس سے بہت خوش ہوا۔ میں انکی طرف دیکھنے لگا یہ بات امیر المومنین نے بھی محسوس کر لی انہوں نے میری طرف دیکھا تو میں نے نظریں جھکالیں اس طرح تین مرتبہ ہوا، تو خلیفہ نے مجھے آواز دی، اے صالح! میں نے کہا لبیک یا امیر المومنین کہا اچھا اپنی جگہ واپس جاؤ۔ جب مجلس ختم ہو گئی اور لوگ جانے لگے تو انہوں نے دربان کو کہا کہ صالح نہیں جائے گا۔ پھر مجھے اندر آنے کی اجازت ملی میں نے وہاں گیا اور انہیں دعائیں دیں۔ امیر المومنین نے کہا کہ تم جو کہنا چاہ رہے تھے وہ تم خود بتاؤ گے یا میں بتاؤں۔ میں نے کہا امیر المومنین جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ بتائیں! انہوں نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو تو نے دیکھا اسے اچھا سمجھ رہا تھا۔ اور یہ کہہ رہا تھا کہ یہ خلیفہ بہت ہی اچھا ہے اگر قرآن کو مخلوق نہ کہے۔ (یہ سن کر میرے

---

[1] یہ ہارون بن محمد بن ہارون رشید عباسی ہے۔ عباسی خلیفہ ہے۔ ۲۲۷ھ میں خلیفہ بنا۔ خلق قرآن کے فتنے میں مبتلا ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے احمد بن نصر خزاعی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ۲۳۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۶۳۔ ۸)

[2] یہ محمد بن ہارون، ابو عبد اللہ ہے۔ معتز باللہ کی معزولی کے بعد خلیفہ بنا ۲۵۵ھ میں۔ اور فوراً ہی ترکوں کی بغاوت کچلنے چل دیا وہیں جنگ ۲۵۶ھ نیزہ لگنے سے انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۱۲۸۔ ۸)

دل پر دھشت سی طاری ہو گئی میں نے کہا اے نفس کاش تو اپنے وقت سے پہلے مر جاتا کیا تو کئی دفعہ مریگا کیا مذاق میں یا حقیقت میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ میں نے کہ امیر المومنین! میں واقعی یہی سوچ رہا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے اپنا کچھ دیر سر جھکایا اور کہا۔ تیرا ستیاناس میری بات سن! تو سچ بات ہی سنے گا۔ مجھے خوشی ہونے لگی۔ میں نے کہا آقا! آپ سے زیادہ سچ کون کہے گا۔ آپ اللہ کے خلیفہ اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ تو خلیفہ نے کہا۔ کہ میں پہلے خلق قرآن کا قائل تھا۔ ایک مرتبہ احمد بن ابی داؤد (۱) اہل شام کے ایک شیخ کو زنجیروں میں بندھا واثق باللہ (مہتدی کے والد) کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ شیخ بہت خوبصورت طویل قامت اور بزرگ شخصیت تھے میں نے واثق باللہ کو دیکھا کہ وہ ان سے شرما رہے ہیں اور ان کے قریب ہو رہے ہیں وہ آہستہ آہستہ ان کے قریب آئے اور شیخ کو سلام کیا شیخ نے جواب دیا اور انہیں بہت دعائیں دیں۔ واثق باللہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے پھر واثق نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا شیخ احمد بن ابی داؤد سے مناظرہ کرو شیخ نے کہا کہ احمد بن داؤد کمزور آدمی ہے مناظرہ نہیں کر سکے گا۔ واثق باللہ غصہ ہو کر اپنی جگہ چلے گئے اور کہا کہ کیا تمہارے مقابلے میں احمد بن ابی داؤد کمزور پڑے گا۔ شیخ نے کہا امیر المومنین! اپنے غصہ پر قابو رکھئے! اور ہمیں مناظرہ کی اجازت دے دیجئے۔ واثق نے کہا میں نے تمہیں صرف مناظرے کے لئے ہی بلایا ہے۔ تو شیخ نے کہا کہ اگر آپ اپنی بات اور مجھ کو تحفظ دینے پر برقرار رہیں خلیفہ نے کہا ٹھیک ہے۔

شیخ نے بات شروع کی اور کہا۔ احمد! اپنے عقیدے کے بارے میں بتاؤ کیا یہ دین کی ضروریات میں داخل ہے۔ اور کیا دین اس کے بغیر مکمل نہیں ہو گا۔ احمد نے کہا ہاں (یہی بات ہے) شیخ نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے پاس بھیجا تو کیا انہوں نے دین کی کوئی بات چھپائی۔ اس نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا تو کیا پھر آپ ﷺ نے امت کو اس عقیدے کی دعوت دی۔ ابن ابی داؤد خاموش ہو گیا شیخ نے کہا بولو! وہ پھر بھی خاموش رہا تو شیخ نے خلیفہ واثق کی طرف دیکھ کر کہا "ایک" واثق نے کہا ہاں ایک۔ (یعنی ایک بات کا جواب ابن ابی داؤد نہ دے سکا)۔

شیخ نے پھر کہا کہ یہ بتاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کرنے کا اعلان، رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا (المائدہ: ۳) تو اللہ تعالیٰ دین کو کامل کرنے کی بات میں سچے تھے یا دین کے نامکمل ہونے کے دعوے میں تم سچے ہو۔ ابن ابی داؤد پھر خاموش ہو گیا۔ شیخ نے کہا

جواب دو! مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ نے واثق باللہ سے کہا "دو۔ واثق نے کہا ہاں "دو"۔

شیخ نے کہا کہ احمد یہ بتاؤ کہ تمہارے عقیدے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو علم تھا یا نہیں۔ اس نے کہا "علم تھا۔" شیخ نے کہا تو کیا پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی دعوت دی۔ تو ابن ابی داؤد پھر خاموش رہا۔ شیخ نے کہا امیر المومنین "تین۔" امیر نے کہا ہاں تین۔

شیخ نے کہا کہ احمد کیا اس عقیدے کو جانتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کو یہ عقیدہ بیان نہ کرنا جائز تھا۔ "جیسا تمہارا گمان ہے" اور آپ ﷺ نے اپنی امت سے اس عقیدے کے پرچار کا مطالبہ نہیں کیا۔

اس نے کہا ہاں! شیخ نے پوچھا تو پھر کیا خلفاء راشدین کو اس عقیدے کا اظہار نہ کرنے کی اجازت و گنجائش تھی۔ اس نے کہا ہاں (! یہ سن کر شیخ خلیفہ واثق کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ "امیر المومنین! میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ احمد کمزور ہے مناظرہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کو اس عقیدے کے اظہار نہ کرنے کی گنجائش تھی تو کیا ہمارے لئے یہ گنجائش نہیں ہے۔ واثق نے کہا ہاں! یہ بات تو ہے کہ اگر ہمارے لئے گنجائش نہ ہوتی تو آپ ﷺ اور خلفاء راشدین کیلئے بھی گنجائش نہ ہوتی پھر اس نے حکم دیا کہ شیخ کی زنجیریں توڑ دی جائیں۔ جب زنجیریں توڑی دی گئیں تو شیخ نے ہاتھ بڑھا کر زنجیر اٹھانا چاہی مگر جلاد نے ان سے چھین لیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ شیخ کو زنجیر پکڑنے دو! تو شیخ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تو خلیفہ نے پوچھا کہ تم نے زنجیر اس سے کیوں لی۔ شیخ نے کہا کہ میں نے یہ عزم کیا تھا میں کسی کو یہ وصیت کروں گا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ زنجیر میرے کفن میں رکھ دی جائے تاکہ میں اللہ کے ہاں اس ظالم سے جھگڑا کروں اور کہوں کہ اے رب اپنے اس بندے سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں باندھا۔ میرے گھر والوں میرے بچوں اور بھائیوں کو بغیر وجہ ناحق کیوں ڈرایا یہ کہہ کر شیخ رونے لگے واثق باللہ بھی روئے اور ہم سب رونے لگے۔

پھر خلیفہ واثق نے کہا کہ شیخ آپ مجھے خود کو پہنچنے والی تکلیف کی ذمہ داری سے معاف کر دیں۔ تو شیخ نے کہا کہ میں نے پہلے دن ہی معاف کر دیا تھا محض رسول اللہ ﷺ کے اکرام میں، اگر تو ان کی الاد میں سے ہے۔

پھر خلیفہ نے کہا کہ میری ایک درخواست ہے۔ شیخ نے کہا اگر مجھ سے ممکن ہوا تو

میں ضرور مانوں گا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ ہمارے قریب ہی اقامت پذیر ہو جائیں تاکہ ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے کچھ فائدہ حاصل ہو۔ تو شیخ نے کہا کہ اگر آپ مجھے وہیں جانے دیں جہاں سے یہ ظالم شخص مجھے پکڑ کر لایا ہے تو یہ آپ کے پاس اپنے سے زیادہ آپ کو فائدہ مند ہے۔ یہ اس لئے کہ میں وہاں جا کر اپنے گھر والوں بچوں اور بھائیوں کی آپ کے حق میں کی جانے والی بددعا بند کراؤں گا کیونکہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ آیا تھا۔

واثق نے کہا آپ کو ہمارے ہاں سے عطیہ ملے گا جس سے آپ اپنی گذر اوقات پر مدد لے سکیں گے۔ شیخ نے کہا کہ یہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں مالدار اور طاقتور شخص ہوں۔ خلیفہ نے کہا کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔ شیخ نے کہا کہ کیا آپ اسے پوری کر دیں گے۔ خلیفہ نے کہا ہاں ضرور۔ تو شیخ نے کہا کہ آپ مجھے ابھی ابھی پہاڑوں اور غاروں کی طرف جانے کی اجازت دے دیں۔ تو خلیفہ نے کہا اجازت ہے۔ تو شیخ سلام کر کے باہر نکل گئے۔

مھتدی باللہ نے کہا کہ میں نے اسی دن اپنے عقیدے سے رجوع کر لیا اور میرا خیال یہ ہے کہ واثق باللہ نے بھی اس عقیدے اسی دن توبہ کر لی تھی۔

اُمّت محمدیہ کے افراد کی توبہ کے اسباب کا ذکر

(۷۴)

حبیب ابی محمد کی نصیحت سننے کے سبب توبہ

حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ حبیب ابی محمد کا دنیا کی زندگی کے لطف کو چھوڑ کر آخرت کی زندگی کی طرف آنے کا سبب "حضرت حسن بصری کی مجلس میں آنا اور ان کے وعظ و نصیحت کا اس کے دل میں اتر جانا" تھا پھر وہ اللہ تعالی کے اعتماد اور اس کے ضمان پر اکتفاء کی طرف آگئے اور انہوں نے اپنا نفس اللہ سے خرید لیا اور چار مرتبہ میں چالیس ہزار درہم صدقہ کیے، پہلے اول نہار میں دس ہزار درہم صدقہ کیے اور کہا اے رب میں نے اس کے بدلے اپنا نفس تجھ سے خرید لیا ہے پھر دس ہزار درہم مزید صدقہ کیے اور کہا کہ یہ اس عمل کی توفیق کے شکرانے کے ہمیں، پھر مزید دس ہزار درہم صدقہ کیے اور کہا اگر تو نے پہلے اور دوسرے دس دس ہزار قبول کر لئے ہیں تو یہ ان کے شکرانے کے ہیں پھر دوبارہ دس ہزار درہم صدقہ کیے اور کہا کہ اگر تو نے تیسری مرتبہ کے دس ہزار درہم قبول کر لئے ہیں تو یہ ان کا شکرانہ ہے۔

(۷۵)

زاذان کندی[1] کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن کوفہ کے نواح سے

---

[1] یہ زاذان ابو عبد اللہ ہے اور اسے ابو عمر کندی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے "جابیہ" میں خطبہ میں حاضر تھا۔ کئی صحابہ سے روایت کرتا ہے۔ محمد بن حسین بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ زاذان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم اعتماد کرتے ہیں اس نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ثبت ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور توبہ بھی انہی کے ہاتھ پر کی تھی سن ۸۲ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب (ص ۳۰۲-۳)

گذر رہے تھے کہ انہوں نے کچھ اوباش نوجوانوں کو دیکھا جو جمع ہو کر پینے پلانے میں مصروف تھے اور ان میں ایک گلوکار بھی موجود تھا جس کا نام زاذان تھا وہ ستار بجاتا اور گاتا تھا اس کی آواز بہت ہی اچھی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سنی تو فرمایا کہ یہ کتنی اچھی آواز ہے کاش کہ یہ تلاوت قرآن میں استعمال ہو، پھر آپ نے سر پر چادر ڈالی اور وہاں سے گذرتے چلے گئے زاذان نے ان کی بات سن لی تھی لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھے۔ بتایا گیا کہ ابن مسعودؓ تھے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھی ہیں۔ زاذان نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے۔ بتلایا گیا کہ انہوں نے فرمایا "یہ کتنی اچھی آواز ہے۔ کاش تلاوت قرآن میں استعمال ہو۔" یہ سنتے ہی زاذان نے ستار زمین پر دے مارا اور توڑ دیا اور تیزی سے حضرت ابن مسعودؓ کے پیچھے روانہ ہوا اور انہیں جالیا، اس نے اپنا رومال اپنی گردن میں ڈال دیا اور زور زور سے ان کے سامنے رونے لگا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اسے گلے لگالیا اور خود بھی رونے لگے فرمایا کہ جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے میں اسی سے کیوں محبت نہ کروں۔ پھر زاذان نے اللہ سے توبہ کی اور حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں رہنے لگا اور آپ سے قرآن سیکھا اور ان سے خوب علم حاصل کیا حتیٰ کہ علم کا امام بن گیا۔ اس نے حضرت ابن مسعودؓ اور سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے۔

(۷۶)

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ

حضرت مالک بن دینارؒ سے مروی ہے۔ کہ ان سے ان کی توبہ کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ "میں پولیس میں تھا اور بہت شراب پیتا تھا۔ میں نے ایک خوبصورت باندی خریدی جو میرے لئے بہت اچھی ثابت ہوئی اس سے میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی مجھے اس سے بہت محبت ہوگئی جب وہ پیروں پر چلنے لگی تو اس کی محبت میرے دل میں اور بڑھ گئی وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب میں شراب پینے لگتا تو وہ آکر شراب گرادیتی تھی جب اس کی عمر دو سال ہوئی تو اس کا انتقال ہوگیا مجھے اس کی موت نے دل کا مریض بنادیا جب پندرھویں شعبان کی رات تھی اور جمعہ کی رات بھی تھی میں نشے میں چور ہو کر سوگیا اور میں نے عشاء کی نماز بھی اس دن نہیں پڑھی تھی۔ میں نے

خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور صور پھونکا جا چکا ہے قبریں پھٹ رہی ہیں اور حشر قائم ہے اور میں لوگوں کے ساتھ ہوں اچانک میں نے اپنے پیچھے سرسراہٹ محسوس کی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا اور زرد رنگ کا اژدھا میرے پیچھے منہ کھولے میری طرف بڑھ رہا ہے تو میں اس سے ڈر کر بھاگا بھاگتے ہوئے میں ایک صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ایک بزرگ کے پاس سے گذرا جن کے پاس خوشبو پھیلی ہوئی تھی میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا تو میں نے کہا کہ "شیخ مجھے اس اژدھے سے بچایئے اللہ آپ کو اپنے ہاں پناہ دے گا وہ بزرگ روتے ہوئے کہنے لگے کہ میں کمزور ہوں اور یہ مجھ سے بہت طاقتور ہے میں اس پر قادر نہیں ہو سکتا لیکن تم جلدی سے بھاگ جاؤ شاید اللہ تعالیٰ کسی کو تم سے ملا دے جو تمہیں اس سے بچا لے تو میں سیدھا بھاگنے لگا تو میں وہاں قیامت کے مناظر دیکھنے لگا ایک اونچائی پر چڑھا تو وہاں زبردست آگ تھی میں نے اس کی ہولناکی کو دیکھا اور میں نے چاہا کہ اژدھے سے بچنے کیلئے اس آگ میں کود جاؤں۔ مگر کسی نے چیخ کر کہا کہ لوٹ آ، تو اس آگ کا اہل نہیں ہے تو میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا اور اژدھا میری تلاش میں تھا میں اسی بزرگ کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ شیخ میں نے تم سے پناہ مانگی تھی لیکن آپ نے نہیں دی۔ وہ بزرگ پھر معذرت کر کے کہنے لگے کہ میں کمزور آدمی ہوں لیکن اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ وہاں پر مسلمانوں کی امانتیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تیری بھی کوئی امانت وہاں ہو جو تیری مدد کر سکے تو میں اس پہاڑ پر چڑھا جو چاندی سے بنا تھا اس میں جگہ جگہ سوراخ تھے اور غاروں پر پردے پڑے ہوئے تھے اور یہ غار سرخ ہونے سے بنے تھے اور جگہ جگہ ان میں یاقوت اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور سب طاقچوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے جب میں اژدھے سے ڈر کر پہاڑ کی طرف بھاگا تو کسی فرشتے نے چیخ کر کہا پردے ہٹا دو طاقچے کھول دو، تو پردے اٹھ گئے اور طاق کھول دیئے گئے پھر ان طاقچوں سے چاندی کی رنگت جیسے چہروں والے بچے نکل آئے اور اژدھا بھی میری قریب ہو گیا اب میں بڑا ہی پریشان ہوا تو کسی بچے نے چیخ کر کہا تمہارا استیاناس! دیکھ نہیں رہے ہو کہ دشمن اس سے کتنا قریب آ چکا ہے چلو سب باہر آؤ پھر بچے فوج در فوج نکلنا شروع ہو گئے پھر میں نے دیکھا کہ میری وہ بچی جو مر چکی تھی وہ بھی نکلی اور مجھے دیکھتے ہی رو کر کہنے لگی واللہ! میرے والد! پھر وہ تیر کی طرح کود کر ایک نور کے ہالے میں گئی اور میرے سامنے نمودار ہو گئی اور اپنا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ کی طرف بڑھا کر اسے پکڑ کر کھڑی ہوئی اور دلیاں ہاتھ اژدھے کی طرف بڑھایا تو وہ الٹے پاؤں بھاگ گیا۔

پھر اس نے مجھے بٹھایا اور میری گود میں آ بیٹھی اور اپنا سیدھا ہاتھ میری داڑھی میں پھیرتے ہوئے کہنے لگی ابا جان "کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ لوگوں کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھک جائیں" (الحدید آیت نمبر ۱۶) اور رونے لگی، تو میں نے کہا کہ میری بچی۔ کیا تمہیں قرآن معلوم ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں ہم لوگ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا کہ پھر اس اژدھے کے بارے میں بتاؤ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ آپ کے برے اعمال تھے جنہیں خود آپ نے طاقتور بنایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ بزرگ کون تھے۔ اس نے بتلایا کہ وہ آپ کے اچھے اعمال تھے جنہیں آپ نے اتنا کمزور کردیا تھا کہ وہ آپ کے برے اعمال کو دفع نہ کرسکے۔ میں نے پوچھا کہ میری بچی! تم لوگ اس پہاڑ میں کیا کرتے ہو! اس نے کہا ہم مسلمانوں کے معصوم بچے اسی میں رہتے ہیں اور قیامت ہونے تک رہیں گے ہم منتظر ہیں کہ تم کب ہمارے پاس آؤ اور ہم تمہاری شفاعت کریں۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں خوفزدہ حالت میں بیدار ہوا اور میں نے شراب پھینک کر اس کے برتن توڑ دیئے اور اللہ سے توبہ کرلی یہ میری توبہ کا سبب بنا۔

(۷۷)

زاہد، داؤد طائی کی توبہ

الحمانی کہتے ہیں کہ داؤد طائی کی توبہ کا قصہ یہ ہوا کہ وہ ایک مقبرے میں داخل ہوا اور وہاں ایک عورت کو یہ کہتے سنا۔ مقيم الى ان يبعث الله خلقه لقاؤك لا يرجي وانت قريب تو (یہاں) حشر کے وقت تک مقیم ہے تیری ملاقات کی امید نہیں حالانکہ تو قریب ہے۔

تزيد بلى فى كل يوم وليلة
وتسلى كما تبلى وانت حبيب

تیری بوسیدگی رات دن بڑھی جاتی ہے اور بوسیدگی کی طرح تو بھلایا جارہا ہے حالانکہ تو محبوب ہے۔ ابو نعیم [1] کہتے ہیں کہ داؤد دیہات سے آگئے اور کچھ علم نہیں جانتے تھے پھر وہ برابر علم حاصل کرتے رہے اور عبادت میں مصروف رہے حتی کہ اہل

---

[1] یہ احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی ہیں ان کی کنیت ابو نعیم ہے۔ حافظ الحدیث، مورخ ہیں حفظ روایت میں ثقہ ہیں متوفی سن ۴۳۰ھ۔

کوفہ کے سردار بن گئے یوسف بن اسباط [1] کہتے ہیں داؤد [2] کو وراثت میں بیس دینار ملے جنہیں انہوں نے بیس سال میں کھایا۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ "داؤد بچا کھچا کھا پی لیتے مگر تازہ روٹی نہیں کھاتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ روٹی چبا کر سالن پینے کے درمیان پچاس آیت کی قرائت کر لیتے ایک مرتبہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ آپ کی چھت کی لکڑی ٹوٹ گئی ہے، تو داؤد نے کہا کہ مجھے اس گھر میں بیس سال ہو گئے ہیں میں نے چھت کی طرف نہیں دیکھا۔ ان جیسے لوگ خواہ مخواہ نظر ڈالنے اور دیکھنے کو فضول باتوں کی طرح ناپسند کرتے تھے۔

(۷۸)

فضیل بن عیاض تمیمی کی توبہ

علی بن خشرم کہتے ہیں کہ مجھے فضیل بن عیاض کے ایک پڑوسی نے بتلایا کہ فضیل ڈاکو تھے اور اکیلے رہزنی کرتے تھے ایک رات وہ لوٹ مار کرنے نکلے تو ایک قافلہ تک پہنچے جو ابھی رات ہی کو پہنچا تھا تو ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ اس بستی سے دور رہ کر چلو۔ یہاں ایک فضیل نامی شخص ہے جو اکیلا لوٹ مار کر لیتا ہے "یہ بات سن کر فضیل پر کپکپی طاری ہو گئی انہوں نے کہا کہ لوگو! میں فضیل ہوں آرام سے جاؤ واللہ! اب میں بہت کوشش کروں گا کہ اب اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کروں تو انہوں نے ڈاکہ زنی سے توبہ کر لی۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ انہوں نے قافلے والوں کو کہا کہ تم فضیل کے شر سے امن میں ہو اور ان لوگوں کیلئے کھانے پینے کا انتظام کرنے لگے اس دوران کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا "کیا اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ لوگوں کے دل اللہ کے ذکر کیلئے جھک جائیں" (حدید: ۱۶) یہ سنتے ہی انہوں نے کہا کیوں نہیں وہ وقت آپہنچا ہے۔ تو یہی

---

[1] یہ یوسف بن اسباط بن واصل شیبانی ہیں ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے اہل شام سے تھے (الاعلام ص ۱۵۷-۱) عابد اور قاری تھے۔ انطاکیہ میں رہے اور صرف حلال کھاتے۔ مستقیم الحدیث ہیں، کبھی کبھی خطا کرتے ہیں متوفی سن ۱۹۵ھ (التہذیب ص ۴۰۷-۱۱)

[2] داؤد بن نصیر بن طائی ہیں۔ مہدی عباسی کے زمانے میں تھے خراسان سے تعلق ہے ان کا مولی کوفہ کے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر سے علم حاصل کیا بعد میں گوشہ نشین ہو گئے متوفی سن ۱۶۵ھ۔ (الاعلام ص ۱۵۷-۱)

ان کی توبہ کی ابتداء ہے۔

ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل کو ایک رات یہ آیت تلاوت کرتے سنا "اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے حتی کہ جان لیں تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو" (محمد :۳۱) تو حضرت فضیل "اور تمہاری خبریں جان لیں" کہ الفاظ کو دہراتے جاتے روکتے "اے اللہ تو ہمارے واقعات جانچے گا! اگر جانچے گا تو ہماری رسوائی ہو گی اور عیوب پوشیدہ کھل جائیں گے۔ اگر تو ہمارے واقعات جانچے گا تو ہمیں ہلاک کرے گا اور عذاب دے گا۔

اور میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے بھی سنا "کہ تو لوگوں کے لئے مزین ہوتا ہے ان کے لئے اعمال کرتا ہے اور تیاری کرتا ہے اور تو ریاکاری کرتا ہے حتی کہ وہ تجھے پہچان کر کہیں کہ "یہ نیک آدمی ہے" اور تیری ضروریات کو پورا کریں۔ اور تیری مجلس میں آیا جایا کریں تیری تعظیم کریں" یہ تو تیری ناکامی ہے اگر یہ تیری صحیح حالت ہے تو بری حالت کیسی ہو گی۔

اور میں نے انہیں یہ کہتے بھی سنا "اگر تجھ کو اس بات کی قدرت ہو کہ معروف نہ ہو تو ایسا ضرور کر، اور تجھے معروف ہونا ضروری بھی نہیں، اگر تیری تعریف نہ کی جائے تو تجھے کیا کمی ہو جائے گی۔ اور اگر تو لوگوں کے نزدیک مذموم اور اللہ کے نزدیک محمود ہو تو پھر تیرا کیا بگڑتا ہے۔

(۷۹)

علی بن فضیل عیاض [۱] کی ایک آیت سن کر توبہ

یعقوب بن یوسف کہتے ہیں کہ

جب فضیل بن عیاض کو یہ معلوم ہوتا کہ ان کا بیٹا ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو وہ عام آیات تلاوت کرتے اور خوف اور غم کی آیات نہ پڑھتے اور بڑی آہ وزاری کرتے ایک مرتبہ انہوں نے سمجھا کہ وہ ان کے پیچھے نہیں ہے اور یہ آیت پڑھی "اے اللہ ہم پر

---

[۱] ابن مبارک کہتے ہیں کہ لوگوں میں سب بہتر فضیل عیاض ہیں اور انکا بیٹا ان سے بہتر ہے اسکے خوف کے واقعات مشہور ہیں نسائی نے ایک حدیث علی سے روایت کی ہے، (تہذیب التہذیب ص ۷،۴ ۳-۶)

ہماری بدبختی غالب آگئی اور ہم گمراہ ہوگئے" (المومنین: ۱۰۶) یہ آیت سن کر ان کا بیٹا بے ہوش ہو کر گر گیا جب حضرت فضیل کو اس کے پیچھے ہونے اور بے ہوش ہو کر گرنے کا معلوم ہوا تو انہوں نے تلاوت مختصر کردی۔ کسی نے جا کر لڑکے کی ماں کو خبر کر دی، اس نے آکر اس پر پانی چھڑکا جب اسے ہوش آیا تو لڑکے کی والدہ نے حضرت فضیل کو کہا، آپ اس لڑکے کو مار دیں گے۔" ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا اور فضیل نے یہ آیت تلاوت کی "اور اللہ کے ہاں انہیں وہ کچھ سامنے آیا جو وہ گمان بھی نہ رکھتے تھے (الزمر آیت نمبر ۴۷) یہ بے ہوش ہو کر گرا اور جان نکل گئی حضرت فضیلؒ نے قرأت ہلکی کردی لڑکے کی ماں آئی اس نے ہوش دلانے کی کوشش کی تو وہ لڑکا انتقال کر چکا تھا۔

(۸۰)

بشر بن حارث صوفی کی توبہ

محمد بن دینوری کہتے ہیں کہ میں بشر بن حارث کو یہ کہتے ہوئے سنا (ان سے پوچھا گیا تھا کہ تمہاری توبہ کا واقعہ کیا ہے۔ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ سب اللہ کے فضل و کرم سے ہوا میں تمہیں کیا بتاؤں۔ میں ایک بہت چالاک اور جتھے والا انسان تھا ایک دن میں کہیں جا رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ راستے میں پڑا ملا اسے میں نے اٹھایا تو اس میں بسم اللہ لکھی ہوئی تھی میں نے اسے صاف کر کے جیب میں ڈال لیا میرے پاس ایک درھم کے سوا اور پیسے بھی نہیں تھے میں نے ایک مہنگی خوشبو لے کر اس کو اس کاغذ میں مسل دیا۔ رات کو جب میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

"اے بشر بن حارث تو نے ہمارا نام راستے سے اٹھا کر اسے خوشبو میں بسایا ہے ہم بھی تیرا نام دنیا و آخرت میں مہکا دیں گے" پھر ایسا ہی ہوا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ بشر اپنے غفلت کے زمانے میں گھر میں دوستوں کے ساتھ بیٹھے شراب کے مشغل میں مصروف تھے کہ وہاں سے ایک نیک شخص گذرا اس نے دروازہ بجایا باندی باہر نکلی تو اس نے پوچھا کہ "اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام۔ اس نے کہا کہ آزاد انسان ہے" تو صالح شخص نے کہا ہاں تو سچ کہتی ہے کیونکہ اگر یہ غلام ہوتا تو اللہ کی عبودیت اختیار کرتا اور لہو و طرب کو چھوڑ دیتا۔ بشر نے ان کی یہ باتیں سن لیں

اور ننگے سر ننگے پیر دروازے پر دوڑتے آئے تو وہ شخص جا چکا تھا۔ انہوں نے باندی کو کہا "تراستیاناس! یہ کون شخص تھا جو دروازے پر تجھ سے باتیں کر رہا تھا اس نے ساری بات انہیں بتادی۔ بشر نے پوچھا "وہ کس طرف گیا ہے۔ اس نے سمت بتائی تو بشر اس کے پیچھے دوڑے اور اسے جالیا اور کہا کہ میرے آقا "کیا آپ ہی میرے دروازے پر میری باندی سے بات کررہے تھے۔ یہ سن کر بشر مٹی میں اپنے گال رگڑنے لگے اور کہتے جاتے "نہیں تو غلام ہے ، غلام ہے" پھر یہ ننگے سر اور ننگے پیر گھومتے رہتے حتی کہ اسی سے معروف ہوگئے ، کسی نے پوچھا کہ آپ پاؤں میں چپل کیوں نہیں پہنتے۔ انہوں نے جواب دیا ، میرا آقا مجھے صلاح نہیں عطا کرے گا مگر صرف جب ننگے پیر ہوں گا۔ میں اب مرتے دم تک ننگے پیر ہی رہوں گا۔

(۸۱)

دس لڑکوں اور دس نوجوانوں کی توبہ

ابو علی الروذباری کی بہن فاطمہ بنت احمد کہتی ہیں کہ۔

بغداد میں دس نوعمر لڑکے تھے ان کے ساتھ دس نوجوان تھے انہوں نے ایک لڑکے کو کسی کام سے بھیجا اس نے دیر کردی تو یہ سب اس پر غصہ ہونے لگے اتنے میں وہ ہنستا ہوا آیا اس کے ہاتھ میں ایک خربوزہ تھا تو یہ لڑکے اسے کہنے لگے ، کہ ایک تو دیر کر دی اور ہنستا ہوا آرہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک عجیب چیز لے کر آیا ہوں خربوزہ پر بشر بن حارث نے ہاتھ رکھا تھا اور میں نے اسے بیس درہم میں خرید لیا ہے یہ سن کر ان لڑکوں میں ہر ایک نے باری باری اسے چوما اور آنکھوں سے لگانا شروع کردیا تو اس نے کہا کہ اتنا بلند مرتبہ بشر کو کیسے حاصل ہوگیا۔ کہا کہ پرہیزگاری کی وجہ سے ، تو اس نے کہا کہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرچکا ہے ، تو لڑکوں نے کہا کہ آج سے ہم سب اس کے جیسے بن کر دکھائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر وہ لڑکے تقوے کے راستے پر گامزن ہوگئے اور طرطوس چلے گئے جہاں یہ سب جہاد میں شہید ہوگئے۔

(۸۲)

ایک عورت کے پیچھے لگنے والے شخص کی توبہ

ابوالفتح بن مخرق کہتے ہیں کہ

ایک آدمی ایک شامی عورت کے پیچھے لگ گیا اور چاقو لے کر اس کے سامنے آگیا جو کوئی بھی اسے بچانے آتا وہ اسے زخمی کر دیتا یہ آدمی بڑا طاقتور تھا ،اسی دوران عورت چیختی رہی اتنے میں بشر بن حارث وہاں سے گذرے اور اس آدمی کے قریب ہو کر اسے کندھا مارتے ہوئے آگے نکل گئے وہ آدمی زمین پر گر گیا اور پسینے پسینے ہو گیا لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور عورت اپنے راستے چل دی ،لوگوں نے آدمی سے پوچھا "کیا ہوا اس نے کہا پتہ نہیں۔ لیکن اس بڑے میاں نے مجھے کندھا مارتے ہوئے کہا کہ "اللہ تجھے اور تیرے عمل کو دیکھ رہا ہے تو میں اس کی بات سن کر کمزور پڑ گیا اور مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور پتہ نہیں یہ آدمی کون تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ بشر بن حارث تھے۔ اس نے کہا کہ ہائے میری بدقسمتی! وہ آج کے بعد میری طرف کیسے نظر کرے گا۔ پھر اس شخص کو بخار چڑھ گیا اور ساتویں دن اس کا انتقال ہو گیا۔

(۸۳)

بغداد کے ایک تاجر کی توبہ

ابو عبداللہ قاضی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک تاجر میرا دوست تھا وہ صوفیوں کی غیبت کرتا رہتا تھا۔ بعد میں نے اسے ان کی مصاحبت اختیار کرتے دیکھا ،اس نے کہا جیسا میں سمجھتا تھا بات ویسی نہیں ہے۔ ایک دن میں جمعہ کی نماز پڑھ کر نکلا تو میں نے "بشر الحافی ("بشر بن حارث) کو دیکھا تو وہ جلدی سے مسجد سے نکل رہے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس صوفی کو دیکھو مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا، پھر

---

[۱] اپنا سارا مال ان پر خرچ کر دیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو ان سے نفرت نہیں کرتا تھا تو اس نے

میں اپنے کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے چل دیا کہ دیکھوں یہ کہاں جاتے ہیں تو میں پیچھے چلا انہوں نے ایک درہم کی روٹی خریدی میں نے کہا دیکھو روٹی خرید رہا ہے پھر آگے چل کر انہوں نے کچھ سالن وغیرہ خریدا مجھے اور غصہ آیا پھر یہ حلوائی کی دکان پر آئے اور فالودہ خریدا میں نے دل میں کہا کہ جب یہ کہیں بیٹھ کر کھائے گا تو اسے خوب لتاڑوں گا" پھر وہ صحرا کی طرف نکل گئے میں نے سوچا کہ شاید نخلستان میں بیٹھ کر کھائے گا وہ مسلسل عصر تک چلتے رہے اور میں ان کے پیچھے چلتا رہا حتی کہ وہ بستی میں جا پہنچے وہاں کی ایک مسجد میں پہنچے اور اس مسجد میں ایک مریض لیٹا ہوا تھا اسے وہ لقمہ بنا بنا کر اپنے ہاتھ سے کھلانے لگے میں نے تھوڑی دیر میں یہ منظر دیکھا پھر میں گاؤں میں گھومنے چلا گیا کچھ دیر بعد میں دوبارہ مسجد آیا تو بشر وہاں نہیں تھے میں نے مریض سے پوچھا کہ بشر کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ بغداد چلے گئے۔ میں نے پوچھا کہ بغداد کتنی دور ہے۔ اس نے بتلایا چالیس فرسخ۔ میں نے یہ سن کر "انا اللہ" پڑھی اور کہا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ میرے پاس نہ تو کرایہ ہے اور نہ ہی چلنے کی طاقت ہے۔ میں پھر اگلے جمعہ تک بشر کے دوبارہ آنے کا انتظار کرتا رہا پھر جب وہ اگلے جمعہ آئے تو بیمار نے انہیں بتایا کہ اے ابونصر! یہ شخص گزشتہ جمعہ تمہارے ساتھ آیا تھا اور اب تک میرے پاس ٹھہرا رہا ہے۔ بشر نے میری طرف غصہ کی نظر سے دیکھا اور پوچھا میرے پیچھے کیوں آئے تھے۔ میں نے کہا کہ غلطی ہو گئی انہوں نے کہا کہ اٹھو اور چلو پھر میں مغرب تک ان کے ساتھ چلتا رہا جب ہم بغداد کے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا محلہ کون سا ہے۔ میں نے بتلایا تو بشر نے مجھے کہا جاؤ اور واپس نہیں آنا۔ بس اس کے بعد میں نے توبہ کر لی اور صوفیوں کے ساتھ مصاحبت اختیار کر لی اور اب تک اسی طرح ہوں۔

(۸۴)

ابو عبدرب صوفی[۱] کی توبہ

ابن جابر کہتے ہیں ابو عبدرب دمشق کے سب سے بڑے مالدار تھے پھر یہ

---

[۱] یہ ابو عبدرب دمشقی ہیں انہیں ابو عبدربہ بھی کہا جاتا ہے ابن غیلان کے موالی میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کا نام عبدالجبار بن عبید بن سلیمان ہے، بعض نے کہا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تجارت کیلئے آذر بائی جان چلے گئے۔ یہ گھاس والی جگہ پر جہاں نہر بھی تھی ٹھہرے۔ ابو عبدرب کہتے ہیں کہ میں نے ایک آواز سنی جو کثرت سے اللہ کی حمد کررہی تھی میں نے اس کا تعاقب کیا تو میں نے ایک گڑھے میں ایک شخص کو بورئے میں لپٹا دیکھا میں نے اسے سلام کیا اور پوچھا۔ اے اللہ کے بندے! تو کون ہے۔ اس نے کہا ایک مسلمان۔ میں نے پوچھا کہ یہ حالت تیری کیسے ہوئی۔ اس نے کہا یہ ایک نعمت کا بدلہ ہے جو مجھ پر اللہ کی حمد واجب کرتی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہوئی تو تو ایک بوری میں لپٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ کیا میں اس بات پر شکر ادا نہ کروں! کہ اس نے مجھے بہت خوبصورت بنایا، اور میری جائے پیدائش اور جائے پرورش اسلام میں بنائی، مجھے عافیت میں رکھا، جس چیز کا افشاء مجھے پسند نہیں تھا اسے چھپایا۔ تو مجھ پر ان نعمتوں سے زیادہ بڑی کون سی نعمت ہو گی۔ میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے، کیا تو میرے ساتھ میری قیام گاہ چلے گا۔ میں نہر پر ٹھہرا ہوا ہوں۔ اس نے کہا وہ کس لئے۔ میں نے کہا کھانا وغیرہ کھانے کے لئے اور ہم تجھے کچھ کپڑا دیں گے تا کہ اس بورئیے سے تمہاری جان چھوٹے، اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ ایک راوی ولید[۱] کہتے ہیں کہ:۔

میرا خیال ہے کہا کہ اس نے یہ کہا کہ کھانا میرے لئے کافی ہے ابو عبدرب نے کہا کہ میں نے بہت چاہا کہ وہ میرے ساتھ چلے مگر وہ نہ مانا۔

ابو عبدرب کہتے ہیں کہ میں وہاں سے لوٹ آیا اور میں نے خود کو بہت چھوٹا آدمی محسوس کیا اور مجھے عجیب سا لگا کہ دمشق میں مجھ سے زیادہ مالدار کوئی شخص نہیں ہے اور پھر بھی میں مال بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے اللہ میں اس برائی سے توبہ کرتا ہوں" پھر میں نے اس طرح رات گذاری کہ کسی کو پتہ نہ تھا کہ میرے دل میں کیا ہے صبح کو قافلے والے اپنے راستے پر چل دیئے اور میں نے اپنا گھوڑا دمشق کی طرف واپس موڑ لیا اور کہا کہ اگر میں اس راستے پر جاؤں گا تو سچی توبہ کرنے والا نہیں بن سکوں گا۔ لوگوں نے مجھ سے واپسی کا سبب پوچھا تو میں نے انہیں بتادیا لوگوں نے مجھے چلنے پر بہت مجبور کیا مگر میں نہ گیا۔

(گذشتہ سے پیوستہ) عبدالرحمن بن ابو عبداللہ ہے بعض نے قسطنطین۔ ان کا انتقال سن ۱۱۲ھ میں ہوا۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۵۲۔۱۲)

[۱] یہ اس روایت کی سند کے رواۃ میں سے ہیں ولید بن مسلم نام ہے ولاء اموی ہیں دمشق کے رہنے والے ہیں ان کی تاریخ حدیث میں تقریباً" ستر تصانیف ہیں سن ۱۹۵ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۱۲۲۔۸)

ابن جابر[۱] کہتے ہیں کہ جب یہ دمشق پہنچے تو اپنا سارا مال و زر صدقہ کر دیا اور اللہ کے راستے میں لگ گئے۔ مجھے میرے بعض دوستوں نے بتلایا کہ میں نے کسی عبا والے کو کم قیمت پر سامان نہیں دیا ایک آدمی آیا اس کو میں نے چھ درہم قیمت بتائی اس نے کہا سات درہم اور اسی طرح اور زیادہ کر دی میں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ اہل دمشق میں سے ہوں۔ تو میں نے کہا اس بڑے میاں کی طرح مت بن جو میرے پاس کل آیا تھا اور اس نے مجھ سے سات سو عبائیں خریدیں اور ایک درہم بھی کم نہیں کرایا اس نے مال اٹھوانے کیلئے مزدور مانگے میں نے کسی کو بھیج دیا تو اس نے وہ سب عبائیں لشکر اسلام کے فقراء پر تقسیم کر دیں اور اپنے گھر ایک بھی نہیں لے کر گیا۔

ابن جابر کہتے ہیں کہ ابن عبدربہ نے اپنا بیش قیمت ہار فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور اپنا گھر بھی بیچ کر لوگوں میں رقم تقسیم کر دی اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے پاس کفن کی قیمت سے زیادہ رقم ان کے پاس نہ تھی۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ واللہ اگر یہ نہر سونے یا چاندی کی ہو اور بہہ رہی ہو اور جو چاہے اس سے سونا چاندی لے سکتا ہو "مگر میں نہیں لوں گا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس ستون کو چھونے والا مر جائے گا تو میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ملاقات کے شوق میں ایسا کر گذروں گا۔

(۸۵)

قعنبی[۱] کی شعبہ[۲] بن حجاج کے ہاتھ پر توبہ

قعنبی کے ایک بیٹے نے بتلایا کہ میرے والد نبیذ پیتے اور نوعمر لڑکوں کے ساتھ

---

[۱] ابن جابر۔ یہ بھی اس سند کے راوی ہیں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر الازدی نام ہے ابو عتبہ الدارانی الشامی کہلاتے ہیں ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ اہل شام کے فقہاء میں سے صحابہ کے بعد دوسرے طبقے میں شمار ہوتے ہیں سن ۱۵۳ھ یا سن ۱۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذب ص ۲۹۷۔۶)

[۱] یہ عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب حارثی ہیں حدیث کے ثقہ راوی ہیں اہل مدینہ میں سے ہیں بصرہ میں رہتے تھے بخاری نے ان سے ایک سو تیئیس ۱۲۳ اور مسلم نے ستر حدیثیں نقل کی ہیں متوفی سن ۲۲۱ھ الاعلام ص ۷ ۱۳۔۴ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اٹھنا بیٹھنا رکھتے تھے ایک مرتبہ ان لڑکوں کو بلوایا تھا اور دروازے پر ان کا انتظار کرنے لگے اتنے میں وہاں سے حضرت شعبہ اپنے گدھے پر سوار گذرے انکے پیچھے پیچھے لوگ دوڑتے جارہے تھے اس نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ شعبہ ہیں۔ اس نے پوچھا کہ شعبہ کیا ہیں؟ بتایا گیا کہ محدث ہیں۔ تو میرے والد انکے پیچھے دوڑتے ہوئے پہنچے اور کہا کہ مجھے حدیث سناؤ۔ تو شعبہؒ نے کہا کہ تو کوئی محدث تو نہیں کہ تجھے حدیث سناؤں تو میرے والد نے چاقو نکال لیا اور کہا کہ حدیث سناؤ ورنہ زخمی کردوں گا۔ تو شعبہؒ نے حدیث سنائی کہ ہمیں منصور ربعی نے ابن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر گزر" یہ سن کر میرے والد نے چاقو پھینک دیا اور گھر واپس آگئے اور ساری شراب پھینک دی اور اپنی والدہ کو کہا کہ ابھی میرے دوست آنے والے ہیں جب وہ آجائیں تو انہیں کھانا وغیرہ کھلا کر بتا دینا کہ میں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی ہے اور برتن توڑ دیئے ہیں تاکہ وہ سب واپس چلے جائیں اور یہ کہہ کر اسی وقت مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں حضرت مالکؒ بن انس کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور ان سے حدیث پڑھی پھر یہ بصرہ لوٹ آئے اس وقت تک حضرت شعبہؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ میرے والد نے مذکورہ حدیث کے علاوہ شعبہؒ سے کوئی اور حدیث نہیں سنی۔

(۸۶)

عکبر کردی کی رہزنی سے توبہ

میں نے "ملتقط" میں بشر حافی کے حوالے سے پڑھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے عکبر کردی سے پوچھا کہ تمہارے "اللہ تعالیٰ کی طرف" رجوع کا سبب کیا بنا۔ اس نے

(گذشتہ سے پیوستہ) ۲؎ یہ ابو بطام شعبہ بن حجاج العتکی ہیں حدیث اور رجال حدیث کے حفاظ روایتاً اور نسبتاً امام ہیں عراق میں سب سے پہلے انہوں نے رجال پر کام کیا اور تعلیم دی، امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ بصرہ میں سن ۱۶۰ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۱۶۴۔ ۳)

۳؎ یہ مدینے کے امام مالک بن انس الاصبحی الحمیری ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے ہیں جعفر عباسی نے ان پر بہت ظلم کیا۔ اور انہوں نے ہارون رشید کی ایماء پر موطأ لکھی سن ۱۷۹ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۲۵۷۔ ۵)

بتایا کہ میں ایک سرنگ میں رہتا اور رہزنی کیا کرتا تھا وہاں تین کھجور کے درخت تھے ایک درخت پر پھل نہ تھے وہاں ایک چڑیا پھل والے درخت سے پکی ہوئی کھجوریں توڑتی اور غیر پھل والے درخت پر لے جاتی میں نے اسکو اس طرح دس چکر لگاتے دیکھا تو میرے دل میں ایک خیال آیا کہ اٹھ کر دیکھوں کہ ماجرا کیا ہے۔ تو میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہاں ایک اندھا سانپ تھا اور وہ چڑیا اسکے منہ میں وہ دانے ڈال رہی تھی۔

یہ دیکھ کر میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ میرے آقا، سانپ کو تیرے نبی ﷺ نے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے اور تو نے اس اندھے سانپ پر چڑیا اسکی کفایت کیلئے متعین کی ہوئی ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں تیری وحدانیت کا اقرار کرنے کے باوجود رہزنی کرتا ہوں "میرے دل میں جیسے آواز گونجنے لگی کہ "اے عکبر! میرا دروازہ کھلا ہے۔ تو میں نے اپنی تلوار توڑ دی اور اپنے سر پر خاک ڈالی اور زور زور سے چیخا "اے اللہ معاف کر دے رحم کر دے" اچانک میں نے غیبی آواز سنی کہ "ہم نے تجھے معاف کر دیا" میرے رفقاء کو پتہ چل گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے تو نے ہمیں پریشان کر دیا ہے، میں نے کہا میں دھتکارا ہوا بندہ تھا اب میں نیک ہو گیا ہوں۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب بھی دھتکارے ہوئے ہیں اب ہم بھی نیک بنیں گے۔ پھر ہم سب نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور ہر چیز سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور اسی حال میں تین دن تک چیختے رہے اور روتے رہے اور ہم بھوکے پیاسے چلتے چلتے تیسرے دن ایک بستی میں آئے وہاں ایک اندھی عورت گاؤں کے دروازے پر بیٹھی تھی اس نے کہا۔ کیا تم میں کوئی عکبر کر دی بھی ہے۔ ہم نے کہا کیا کوئی کام ہے۔ اس نے کہا ہاں تین راتوں سے میں خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہی ہوں وہ فرما رہے ہیں کہ عکبر کردی کو اپنے بیٹے کا چھوڑا ہوا مال دے دے۔ پھر اس نے ساٹھ کپڑے ہمیں دیئے تو وہ کچھ ہم نے پہن لئے اور گاؤں میں آگئے اور اپنے گھروں میں آگئے۔

(۸۷)

صدقہ بن سلیمان جعفری کی اپنے والد کی وفات پر توبہ

صدقہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں بہت بگڑا ہوا نوجوان تھا "میرے والد کا انتقال

ہوا تو میں نے اپنی سب حرکتیں چھوڑ دیں اور اپنے کئے پر بڑا نادم ہوا پھر دوبارہ گناہوں میں مبتلا ہو گیا تو میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھے کہا کہ میرے بچے ! ہمیں تو سب سے زیادہ خوشی تیرے نیک اعمال سے ہوتی تھی جب وہ مجھ پر پیش کئے جاتے، اور ہم تیرے اعمال کو صالحین سے تشبیہ دیتے تھے۔ خالد کہتے ہیں کہ اسکے بعد وہ خشوع والے ناسک بن گئے اور میں انکو صبح یہ دعا کرتے سنا" اے صالحین کو نیکی دینے والے، گمراہوں کو ہدایت دینے والے، اے گنہگاروں کو بخشنے والے۔

(۸۸)

حضرت ذوالنون مصریؒ کی توبہ

یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ

جب ذوالنون مصری[۱] سے میری جان پہچان ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ شیخ آپکی اس حالت کی ابتداء کیسے ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ میں ایک کھلنڈرا نوجوان تھا پھر میں نے توبہ کی اور سب چھوڑ چھاڑ کر حج کرنے چلا گیا میرے پاس تھوڑا بہت سامان تجارت تھا حج کے بعد میں مصری تاجروں کے ایک قافلے میں شامل ہو گیا ہمارے ساتھ ایک نوجوان بھی شریک سفر ہوا جو نہایت خوبصورت تھا گویا کہ اسکا چہرہ چمکتا تھا، دوران سفر قافلے کے امیر کی رقم کی تھیلی گم ہو گئی اس نے قافلے کو رکوا دیا اور سب لوگوں کی تلاشی لینا شروع کر دی جب وہ اس نوجوان تک پہنچے ہی تھے کہ اسکی تلاشی لیں یہ نوجوان چھلانگ مار کر دریا کی موجوں میں جا بیٹھا اور ایک موج اسکے سامنے دیوار کی طرح کھڑی ہو گئی۔ اس نوجوان نے کہنا شروع کیا کہ اے میرے آقا! ان لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی ہے میرے دل کے محبوب امین تجھے قسم دلاتا ہوں کہ تو یہاں دریا کے سب جانوروں کو حکم دے کہ وہ اپنے سر باہر نکالیں اور ان کے منہ میں ہیرا ہو۔

حضرت ذوالنون کہتے ہیں کہ اس کی بات ابھی ختم نہ ہو پائی تھی کہ ہم نے دریائی

---

[۱] یہ ثوبان بن ابراہیم الاخمیمی مصری ہیں کنیت ابو الفیاض، یا ابو الفیض ہے مشہور عابد و زاہد ہیں۔ مصر میں "ترتیب احوال اور اہل ولایات کے مرتبہ پر سب سے پہلے انہی نے بات کی۔ انہیں متوکل نے زندیق ہونے کی تہمت لگائی مگر گفتگو کے بعد چھوڑ دیا۔ یہ دوبارہ مصر آگئے اور سن ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

جانوروں کو سر نکالے دیکھا ہر ایک کے منہ میں ایک موتی تھا وہ جگ مگ کر رہا تھا پھر وہ نوجوان اچھل کر کھڑا ہوا اور پانی پر چلنے لگا۔ اور یہ آیت پڑھنے لگا ،ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" (سورہ فاتحہ) پر لگا دیا اور مجھے یہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد یاد رہا کہ "میری امت میں ہمیشہ تیس آدمی باقی رہیں گے جن کے دل اللہ کے خلیل ابراہیم کے دل کی طرز پر ہوں گے جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے اللہ اسکی جگہ کسی اور کو لے آتے ہیں۔"[1]

(۸۹)

ابو الحارث اولاسی کی توبہ

ابو سعید نے روایت کی ہے کہ ایک زاہد نے حکایت بیان کی کہ مجھے ابو الحارث اولاسی نے کہا کہ "کیا تمہیں میری توبہ کی ابتداء معلوم ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں بڑا خوبصورت اور وجیہہ نوجوان تھا میرے اس غفلت کے وقت میں میں نے ایک بیمار کو راستے پر پڑا دیکھا تو میں اسکے قریب ہوا اور اس سے پوچھا "کیا تجھے کوئی چیز چاہئے۔ اس نے کہا ہاں انار چاہئے جب میں نے وہ اسکے سامنے لا کر رکھا تو اس نے کہا کہ اللہ ہمیں معاف فرمائے بس فوراً ہی ہر قسم کی غفلت اور کھیل سے میرا دل اچاٹ ہو گیا اور مجھے موت کا خوف لاحق ہو گیا میں نے اپنی ساری جمع پونجی نکالی اور حج کے ارادے سے چلا ، پھر میں رات کو چلتا اور فتنہ کے خوف سے دن کو چھپا رہتا ، اسی دوران ایک رات میں چل رہا تھا کہ میں کچھ لوگوں کو بیٹھے شراب پیتے دیکھا انہوں نے مجھے دیکھا تو بہک گئے اور مجھے بٹھالیا تو میں نے بہانہ کیا کہ مجھے پیشاب آرہا ہے ، تو انہوں نے میرے ساتھ ایک غلام کو بھیج دیا تاکہ بیت الخلاء دکھا دے تو جب میں تھوڑا آگے آیا تو میں نے غلام کو کہا کہ مجھے تجھ سے شرم آرہی ہے اس لئے تو چلا جا، تو وہ چلا گیا اور میں جنگل میں گھس گیا وہاں میرا سامنا ایک درندے سے ہو گیا تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں سب کچھ چھوڑ کر کیوں نکل آیا ہوں لہذا اس درندے کے شر کو دور

---

[1] امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے حضرت عبادہ بن صامتؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "اس امت میں تیس ابدال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہوں گے اور جب ان میں سے کوئی مرے گا اللہ کسی اور کو اس کی جگہ ابدال بنا دیں گے۔ (ص ۳۲۲۔۵)

کردے، تو وہ درندے واپس چلا گیا اور میں واپسی لوٹ کر مکہ پہنچ گیا اور وہاں دین کا فائدہ جن سے پہنچ رہا تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا ان میں سے ایک بزرگ ابراہیم بن سعد علوی تھے۔ [۱]

(۹۰)

ابو الفضل محمد بن ناصر السلامی کی توبہ

ابو الفضل محمد بن ناصر سلامی کہتے ہیں کہ میں نے نظامیہ میں امام شافعیؒ کے اصحاب کو یہ کہتے سنا کہ قرآن قائم بالذات ہے ،اور حروف واصوات اس کے قدیم اور قائم بالذات ہونے پر عبارت اور دلالت ہیں۔ تو یہ بات میرے دل میں جم گئی اور میرا عقیدہ بھی یہی ہو گیا اور میں ہر نماز میں اللہ تعالیٰ سے عقیدے اور مذہب کی محبت کی دعا کرتا، اسی طرح کافی عرصہ گذر گیا اور میں اس عقیدے سے قرب الٰہی کی دعا کرتا رہا۔ سن ۴۹۴ھ میں رجب کی پہلی تاریخ کو میں نے خواب دیکھا کہ میں شیخ ابو منصور محمد بن احمد الخیاط کی مسجد میں ہوں اور مسجد میں ابن جردہ ہیں اور لوگ مسجد کے دروازے پر جمع ہیں۔ اور لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شیخ ابو منصور کے پاس ہیں۔

تو میں مسجد میں داخل ہو کر اس کونے میں گیا جہاں شیخ ابو منصور بیٹھا کرتے تھے میں نے دیکھا کہ ابو منصور اپنے کونے سے نکل کر ایک شخص کے سامنے بیٹھے ہیں میں نے اس شخص سے زیادہ بہتر آپ ﷺ کی صفات اور حلیہ پر کسی کو نہ پایا۔ اور اسے سفید کپڑے اس نے پہنے تھے جو ہم نے کبھی نہیں دیکھے اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور شیخ ابو منصور اس کی طرف رخ کر کے بیٹھے تھے۔

میں نے وہاں سلام کیا تو سلام کا جواب آیا مگر میں روایت نبوی ﷺ کی دہشت کی وجہ سے سلام کا جواب دینے والے کو نہیں دیکھ سکا اور ان دونوں حضرات کے سامنے بیٹھ گیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس سے پہلے کہ میں کوئی سوال کرتا یا بات شروع کرتا، میری

---

[۱] ابو الحارث کے مزید حالات حلیۃ الاولیاء (ص ۱۵۵۔۱۰) پر ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] یہ محمد بن ناصر بن محمد بن علی ابو الفضل سلامی ہیں انہیں ابن ناصر بھی کہا جاتا ہے۔ اپنے دور میں عراق کے محدث تھے "سلام" نامی قصبے میں ان کی پیدائش اور وفات ہے اسی طرح منسوب ہیں سن ۵۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ الاعلام (ص ۱۲۱۔۷)

طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم اس شیخ کے عقیدے کی اتباع کرو" اور ایسا تین مرتبہ فرمایا۔"
حافظ ابو فضل کہتے ہیں کہ میں تین مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کی تین مرتبہ گواہی لے کر کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے مجھے تین مرتبہ پہلے ارشاد فرمایا اور ہر مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے شیخ ابو منصور کی طرف اشارہ فرمایا۔ بس میری آنکھ کھل گئی اور میرے اعضاء پر کپکپاہٹ طاری تھی میں نے اپنی والدہ کو آواز دی اور انہیں اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے یہ خواب تو وحی کی مانند ہے اس پر اعتماد کرو" تو میں نے صبح کی نماز شیخ ابو منصور کے پیچھے پڑھی اور بعد میں انہیں خواب سنایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میرے بچے! امام شافعی کا مذہب بہت اچھا ہے فروع میں تو اس کی اتباع کر اور اصول میں امام احمدؒ کے مذہب اور اصحاب حدیث کی اتباع کر۔ تو میں نے کہا میرے آقا! میں دو رنگی ہونا پسند نہیں کرتا آج میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور انبیاء کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اب سوائے امام احمد کے مذہب کے اصول و فروع میں کسی کی اتباع نہیں کروں گا تو شیخ ابو منصور نے میرا ماتھا چوما اور میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

پھر شیخ ابو منصور نے مجھے کہا کہ پہلے میں بھی شافعی مسلک کا پیروکار تھا اور قاضی ابو طیب طاہر بن عبداللہ طبری سے فقہ حاصل کرتا اور اختلافی مسائل سنتا ایک دن میں شیخ ابو الحسن علی بن عمر قزوینی کے پاس قرآن پڑھنے حاضر ہوا، اور جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے ایک یا دو مرتبہ قرائت سے روک دیا اور فرمایا "انہوں نے کہا اور ہم نے بھی کہا" ہم نے کہا اور انہوں نے بھی کہا نہ ہم نے ان کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی انہوں نے ہمارے قول کی طرف رجوع کیا، ہم اپنی عادات کی طرف لوٹ آئے اس میں کیا فائدہ ہوا۔ پھر دوبارہ انہوں نے یہ ہی بات کہی، تو میں نے اپنے دل میں کہا "واللہ! شیخ میرے سوا کسی کو مراد نہیں لے رہے۔ بس اسی دن سے میں نے اختلافی ابحاث سے الجھنا اور ان کی تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دی اور پھر ابو القاسم الحزقیؒ کی "مختصر" ایک اور قرآن پڑھانے والے کو سنائی۔

حافظ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرا یقین اور پختہ ہوتا گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے میرے لئے تعلیم اور ثابت قدمی کی توفیق ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کی نعمتوں پر شکر کو پہچان جاؤ" جو نعمت اس نے مجھے بدعت سے نکال کر سنت کے اعتقاد کی صورت میں دی، اور اللہ تعالیٰ اسلام اور سنت پر موت کے خاتمہ کا سوال کرنے والا ہے۔

(۹۱)

ابو الحسن الھرقانی کی توبہ

یہی حافظ ابو الفضل کہتے ہیں کہ مجھے شیخ صالح ابو الحسن علی بن مختار ھرقانی نے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جسے محمد بن خنیس کہا جاتا تھا یہ ابو عبد اللہ قیروانی سے ابن الباقلانی کی کتاب پڑھا کرتا تھا، میں بھی اس کے ساتھ لگ گیا تو ایک دن میں نے خواب میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب ؓ کو دیکھا جو شیخ ابو سعد صوفی کی جھونپڑی کی چھت پر بیٹھے تھے اور ان کے گرد ایک دائرے میں کچھ لوگ تھے میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ علی بن ابی طالب ؓ ہیں اور کیا تم نے انہیں بسلام نہیں کیا! تو میں حلقہ کو توڑتا ہوا ان کے سامنے جا کھڑا ہوا اور انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے سروں کی بلندی پر بیٹھے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا معتقد ہونا چاہتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں میرے آقا! انہوں نے فرمایا کہ تمہیں امام احمد کے اعتقاد کی اتباع لازم ہے۔ میں نے کہا میں نے سن لیا اور مطیع ہو گیا۔ تو جب دوسرے دن میرا دوست مجھے ابو عبد اللہ کے پاس پڑھنے لے جانے کے لئے آیا تو میں نے کہا کہ تم اکیلے جاؤ مجھے کچھ کام ہے پھر میں شیخ ابو منصور کے پاس آگیا اور انہیں اپنا خواب سنایا وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے قریب آنے کو کہا میں قریب ہوا تو انہوں نے میری دونوں کے آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو بلایا اور مجھے کہا کہ اپنا خواب انہیں سناؤ۔ میں نے انہیں بھی اپنا خواب سنایا تو وہ کہنے لگے کہ اس پر شکر ادا کرنا چاہئے۔ تو شیخ نے کہا کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کروں گا اور شکر مجھ پر واجب ہے انہوں نے کچھ سونا نکالا اس سے روٹی اور کھجوریں خریدیں اور قرآن ختم کر چکنے والے ہر شخص کو دو روٹیاں اور ایک رطل کھجور دی اور جس نے کچھ قرآن حفظ کیا تھا اسے ایک روٹی اور آدھا رطل کھجوریں دیں۔

محمد بن خنیس نے کہا کہ پھر میں نے قیروانی کے پاس جانا چھوڑ دیا اور اسی دن سے امام احمدؒ کے اعتقاد اور مذہب سے منسلک ہو گیا اور قیامت تک میں اللہ کیلئے اسی پر قائم ہوں۔

---

[۱] یہ محمد بن طیب بن محمد بن جعفر ابو بکر باقلانی ہیں علماء کلام میں سے ہیں مذہب اشاعرہ کے ماہر تھے استنباط کے ماہر اور حاضر جواب تھے بغداد میں سن ۴۰۳ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۶ ۱۷۶)

توبہ کرنے والوں کے واقعات

(۹۲)

منازل بن لاحق عربی کی توبہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
ایک مرتبہ میں اپنے والد (حضرت علیؓ) کے ہمراہ طواف کر رہا تھا رات کافی بیت چکی تھی لوگ سو رہے تھے اور سناٹا طاری تھا ایسے میں ایک غمگین کی پر سوز آواز گونجی وہ کہہ رہا تھا۔

یا من یجیب المضطر فی الظلم
یا کاشف الضر والبلوی مع السقم

اے وہ جو مضطر کی اندھیروں میں داد رسی کرتا ہے اے غم کی تکلیف اور بیماری دور کرنے والے۔

قد نام وفدك حول البیت وانتهوا
وانت عینك یا قیوم لم تنم

تیرے پاس آنے والے بیت اللہ کے گرد سو چکے اور بیدار ہوئے اور تیری آنکھ نہیں سوتی۔

هب لی بجودك فضل العفو عن
جرمی یا من اشاره الخلق فی الحرم

مجھے اپنی سخاوت سے مرے جرم کی معافی کا فضل ھبہ کر دے اے وہ حرم میں جس کی طرف مخلوق اشارہ کرتی ہے۔

ان کان عفوك لایدرکه ذوسرف
فمن یجود علی العاصین بالکرم

اگر تیرا عفو گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا تو گنہگاروں کو کرم سے کون معاف کرے گا۔

۱؎ حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ ہیں اسلامی دور کے پانچویں خلیفہ ہیں سن ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے اقتدار ان کے حوالے کر دیا اس سال کو "عام الجماعۃ" کہتے ہیں سن ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۲۰۰۔۲)

یہ آواز سن کر میرے والد نے مجھے کہا کہ "اپنے گناہوں پر رونے اور مغفرت طلب کرنے والے کی آواز تم نے سنی۔ جاؤ اسے ڈھونڈو شاید تم اسے میرے پاس لا سکو! تو میں اسے کعبہ کے گرد ڈھونڈنے لگا مگر وہ نہ ملا حتی کہ میں مقام ابراہیم تک پہنچ گیا تو اس کو میں نے وہاں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اسے میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی تمہیں بلاتے ہیں۔ تو اس نے نماز مختصر کی اور میرے ساتھ ہو لیا میں اسے لے کر اپنے والد کے پاس آیا میرے والد نے پوچھا کون ہو۔ اس نے کہا عرب۔ پوچھا "تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے بتایا" منازل بن لاحق۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تمہارا کیا قصہ ہے۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ ،اس کا شخص کا قصہ کیا ہونا چاہئے جسے اس کے گناہوں نے خوار کر دیا ہو اور عیوب نے ہلاک کر دیا ہو اور وہ گناہوں کے سمندر سے نکل نہ پا رہا ہو۔ میرے والد نے اسے کہا تفصیل سے سناؤ میں مدد کروں گا۔

اس نے کہا کہ میں لھو و طرب میں مشغول نوجوان تھا میرے والد مجھے بہت سمجھاتے تھے کہ بیٹا! جوانی کی مستیوں اور خرابیوں سے ڈر، اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور ناراضگی سرکشوں سے دور نہیں" اور جب وہ مجھے بہت زیادہ نصیحت کرنے لگتے تو میں انہیں خوب مارتا، ایک انہوں نے مجھے خوب سمجھایا تو میں نے انہیں مارا، اس پر انہوں نے قسم کھائی کہ وہ بیت اللہ جا کر غلاف کعبہ سے لپٹ کر میرے لئے بد دعا کریں گے وہ آئے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا۔

يا من اليه اتى الحجاج قد قطعوا
عرض المهمة من قرب وبعد

اے وہ جس کے پاس دور دراز سے سفر کر کے حجاج آتے ہیں۔

انى اتيتك يا من لا يخيب
من يد عوه مبتهلا با لواحد الصمد

میں ترے پاس آیا ہوں اے وہ جو واحد صمد سے آہ وزاری سے دعا کرنے والے کو ناکام نہیں کرتا۔

هذا منازل لايرتد عن عققى
مخذ بحقى يا رحمان من ولدى

یہ "منازل" میری نافرمانی سے باز نہیں آتا اے رحمان میرے حق پر

میرے بیٹے کی گرفت کر۔

وشل منه بحول منك جانبه

یا من تقدس لم یولد و لم یلد

اور اس کے ایک پہلو کو شل کردے اور تقدس والے جو کسی کا بیٹا ہے نہ باپ ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میرے باپ کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ مجھ پر بددعا کا اثر نازل ہو گیا" یہ کہہ کر اس نے اپنا دایاں پہلو دکھایا وہ سوکھ چکا تھا، تو میں لوٹا اور اپنے والد کو منانے کی کوشش کی اور معافی مانگی اور کہا کہ وہیں واپس جا کر میرے لئے دعا کرو جہاں بددعا کی تھی۔ اور انہیں لے کر عشراء اونٹنی پر سوار ہو کر چلا حتیٰ کہ ہم "وادی الاک" پہنچ گئے وہاں اچانک درختوں سے پرندے اڑے تو اونٹنی بدک گئی اور میرے والد کو پتھروں پر گرا دیا جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور موت واقع ہو گئی میں نے انہیں وہاں دفن کر دیا اور مایوس لوٹ آیا، میرے لئے سب سے بڑی "عار" یہ تھی کہ میری شہرت والد کی نافرمانی پر سزا پانے والے سے ہو گئی تھی۔"

حضرت حسن ؓ کہتے ہیں کہ اسے میرے والد نے فرمایا کہ مبارک ہو تیرے پاس اللہ کی مدد آگئی ہے۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر میرے والد نے حکم دیا کہ اپنا پہلو کھول دے۔ پھر آپ ؓ نے اس کے لئے کئی بار دعا کی تو وہ شخص صحیح ہو گیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ اگر میں تیرے والد سے پہلے دعا کر لیتا اور بعد میں وہ بددعا کرتا تو میری دعا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور میرے والد اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

والدین کی بددعا سے ڈرو کیونکہ ان کی بددعا میں، نماز، مضبوطی، سرعت اور ہلاکت ہے۔

(۹۳)

ایک "نشے باز" کی توبہ

یوسف بن حسین [۱] کہتے ہیں کہ میں ایک تالاب کے کنارے ذوالنون مصری

---

[۱] یہ یوسف بن حسین ابو یعقوب رازی ہیں اخ صوفیہ میں سے ہیں ذوالنون مصری کے ساتھی ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں کہ۔ انہیں بھی زندقہ کی تہمت لگی سن ۳۰۴ھ میں وفات ہوئی (حلیۃ الاولیاء ص ۳۳۸-۱۰)

کے ساتھ تھا میں نے ایک بڑے بچھو کو دیکھا جو تالاب کے کنارے کھڑا تھا اچانک تالاب میں سے ایک مینڈک نکلا بچھو اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا وہ اس کو لے کر تالاب کے دوسرے کنارے پہنچ گیا تو ذوالنونؒ نے مجھے کہا "اس بچھو کی کوئی خاص بات ضرور ہے چلو آؤ دیکھتے ہیں ہم دوسرے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص "نشے باز" سویا ہوا ہے اور ایک سانپ اس کے پیٹ سے سینے کی طرف جا رہا ہے اور کان تک پہنچنا چاہتا ہے اچانک بچھو نے ایک جست لگائی اور سانپ کو ڈنک مارا سانپ لوٹ پوٹ ہو کر مر گیا اور بچھو تالاب کی طرف واپس گیا وہاں سے مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر دوسرے کنارے چلا گیا۔

پھر ذوالنون نے اس سوئے ہوئے شخص کو اٹھایا اور کہا اے نوجوان! اٹھ کر دیکھ کہ اللہ نے تجھے کس طرح بچایا ہے۔ اس بچھو نے آکر اس سانپ کو مار دیا ہے جو تجھے ڈسنا چاہتا تھا پھر ذوالنونؒ نے یہ شعر پڑھا۔

یا غافلا والجلیل بحرسه من کل سوء یدب فی الظلم

کیف تنام العیون من ملك تاتیه من ه فوائد النعم

"اے وہ غافل کہ جس کی حفاظت عظیم ذات ہر برائی سے جو اندھیرے میں چلتی ہیں" کرتی ہیں آنکھیں اس بادشاہ سے کس طرح غفلت میں سوتی ہیں جس کی نعمتوں کے فائدے ملتے ہیں" وہ نوجوان اٹھا اور بولا اے اللہ! ایک گناہگار کے ساتھ تیرا یہ معاملہ ہے تو پھر تیرا اطاعت گذاروں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ پھر وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا کہاں چلے۔ اس نے کہا جنگلوں میں اور اب کبھی شہروں میں واپس نہ آؤں گا۔

(۹۴)

مرتعش دھقان کی توبہ

ابو عبدالرحمن سلمی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے سنا کہ

مرتعش نیشاپور کا تاجر تھا وہ اپنی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں

ملے یہ ابو محمد المرتعش ہیں یا عبداللہ بن محمد مرتعش ہیں صوفیہ کے مشائخ میں سے ہیں مالدار شخص تھے سب چھوڑ کر صحرا میں جا بسے سفر کی لمبی زندگی کے بعد بغداد آگئے وہیں سن ۳۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۳۵۵)

نے ایک خوبصورت لباس میں ایک نوجوان کو دیکھا اس کے سر پر چادر تھی اس نے مجھے ایک لطیف سا اشارہ کیا میں نے دل میں سوچا کہ اتنا طاقتور اور خوبصورت جسم والا نوجوان ہے اس کو جواب دینا چاہئے۔ (اس نے گندا اشارہ سمجھا) تو اتنے میں وہ نوجوان اتنا زور سے چیخا کہ میں ڈر گیا اس نے کہا تیرے دل میں جو خیال آیا ہے اس سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ مرتعش نے کہا کہ مجھے غش آگیا میری باندی باہر نکلی اور اس نے مجھے دیکھا میرے گرد لوگوں کا ٹھٹھ جمع ہو گیا تھا مجھے کافی دیر کے بعد افاقہ ہوا تو میں نے نوجوان کو نہ پایا، مجھے اپنی سوچ پر بڑی ندامت ہوئی۔

میں نے ایک دن حضرت علی ؓ کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے سے رکنے والے کو جواب نہیں دیتے (یعنی کہ دعا مانگو) بس پھر میں وہاں سے نکل پڑا اور پندرہ سال بعد مجھے اپنے والد اور بھائی کی وفات کی خبر بھی ملی مگر اس کے بعد میں نیشا پور واپس نہیں آیا۔ وہ نوجوان کبھی کبھی میرے پاس آتا رہا اور اس کے بعد ہم دونوں دور نہیں ہوئے۔

(۹۵)

عبدالرحمٰن[۱] بن قس تابعی کی توبہ

قس اہل مکہ میں سے تھے بڑے عبادت گذار اور اللہ والے شخص تھے ایک مرتبہ سلامہ جو ایک قریشی کی باندی تھی۔ کے پاس سے گذرے اور اس کا گانا سنا اس کے مالک نے انہیں دیکھا تو کہا کہ اندر آجاؤ انہوں نے منع کیا وہ مسلسل ضد کرتا رہا حتی کہ یہ مان گئے اور اندر جا کر کہا کہ مجھے ایسی جگہ بٹھاؤ کہ نہ میں اسے دیکھوں نہ وہ مجھے دیکھے، پھر ایسا ہی ہوا اور یہ گانا سننے لگے، باندی کے مالک نے کہا کہ کیا میں اسے تمہارے سامنے لاؤں انہوں نے منع کیا مگر اس نے ضد کی تو یہ مان گئے اب اس کا گانا سنا کر ہوا یہ کہ "قس" کو باندی سے اور باندی کو قسؒ سے محبت ہو گئی اور اہل مکہ کو بھی اس کی خبر ہو گئی ایک دن

---

[۱] قس۔ یہ عبدالرحمٰن بن ابی عمار مکی ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے۔ ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ یہ بنی جمع کے خلیفہ ہیں اور مکہ میں آگئے تھے عبادت کی وجہ سے "قس" کہا گیا۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۱۳۔۶)

باندی نے انہیں کہا کہ واللہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ قس بولے واللہ مجھے بھی ہو گئی ہے۔ باندی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے ہونٹ تمہارے ہونٹوں سے ملاؤں۔ قس نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ باندی بولی میں یہ چاہتی ہوں کہ تم سے سینہ ملاؤں اور پیٹ کو پیٹ سے ملاؤں۔ قس بولے واللہ میں بھی چاہتا ہوں تو باندی نے کہا "پھر کر گزرنے سے کیا مانع ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ "یہاں دوست اس دن (قیامت) میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے (الزخرف آیت نمبر ۶۷) اور مجھے یہ پسند نہیں کہ ہم دونوں کی دوستی قیامت میں ہمیں دشمنی کی طرف لے جائے۔ وہ کہنے لگی۔ اے! کیا تجھے اتنا بھی گمان نہیں کہ ہم اس کے بعد توبہ کر لیں گے تو اللہ ہمیں معاف کر دے گا۔ تو قس نے کہا "کیوں نہیں مگر میں ناگہانی موت سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر قس وہاں سے اٹھ گئے اور ان کی آنکھوں نے آنسو بہہ رہے تھے اس کے بعد وہ واپس نہیں آئے اور پہلے کی طرح نیک اعمال میں لگ گئے۔

(۹۶)

ایک عورت کا جادو کے عمل کرنے سے توبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ایک عورت دومۃ الجندل سے آپ ﷺ کو ڈھونڈتی آئی، وہ جادو کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی کہ جادو سیکھا مگر کیا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عروہ (یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے) میں نے اس عورت کو اتنا زیادہ روتے دیکھا کہ مجھے اس پر ترس آگیا وہ کہہ رہی کہ مجھے ڈر ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں گی۔ میرا شوہر مجھ سے دور چلا گیا تھا ملتا نہ تھا، ایک بڑھیا میرے پاس آئی تو میں نے اسے بتایا کہ میرا شوہر کہیں چلا گیا ہے۔ تو بڑھیا نے کہا کہ میں جو کہوں اگر تو وہ کرے گی تو تیرا شوہر واپس آجائے گا۔ پھر وہ رات کو دو کالے کتے لے کر ہمارے ہاں آئی ایک پر خود سوار ہوئی دوسرے پر میں، پھر ہم چلے حتی کہ بابل (۱) پہنچ گئے وہاں دو آدمیوں کو فضا میں معلق دیکھا انہوں نے ہم سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم جادو جانتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم فتنہ ہیں کفر نہ کر اور چلی

جا۔ میں نے کہا نہیں جاؤں گی۔ تو انہوں نے کہا کہ جا اور اس تنور میں پیشاب کر دے میں گئی تو مجھے خوف آ گیا میں واپس آ گئی ،انہوں نے پوچھا کیا کیا۔ میں نے کہا کر لیا۔ انہوں نے پوچھا کیا دیکھا۔ میں نے کہا کچھ نہیں تو انہوں نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا جا پیشاب کر۔ میں تنور کے پاس گئے تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور میں ڈر گئی تو واپس آ گئی انہوں نے پوچھا کیا پیشاب کر لیا۔ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کہا کیا دیکھا۔ میں نے کہا کچھ نہیں انہوں نے کہا تو جھوٹ بولتی ہے۔

تیرا کام ہونے والا ہے ورنہ کفر نہ کر چلی جا۔

تو میں گئی اور تنور میں پیشاب کیا اور میں نے ایک گھوڑے کو جو لوہے میں لپٹا تھا خود سے نکلتے دیکھا وہ گھوڑا آسمانوں میں غائب ہو گیا۔ میں واپس آئی تو انہوں نے پوچھا کیا دیکھا۔ میں نے انہیں بتلایا تو انہوں نے کہا یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل گیا جا اب چلی جا۔

تو میں نے اس بڑھیا کو کہا کہ واللہ! میں نے تو کوئی چیز سیکھی نہیں اور نہ ہی انہوں نے کچھ بتایا ہے تو بڑھیا بولی کہ کیوں نہیں! اب تو چاہے گی وہ ہو جائے گا۔ یہ لے گیہوں اور اسے بو دے تو میں نے اسے بویا اور کہا نکل آ "تو پودا نکل آیا" میں نے کہا زمین میں نکل وہ نکل پڑا ، پھر میں نے کہا صاف ہو جا وہ صاف ہو گیا میں نے کہا سوکھ جا وہ سوکھ گیا ، میں نے کہا پس جا ، تو وہ پس گیا ، میں نے کہا روٹی بنا تو روٹی بن گئی۔

جب میں نے دیکھا کہ جو میں چاہتی ہوں وہی ہو رہا ہے تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میں بہت نادم ہوئی۔ اے ام المومنین میں نے پھر کچھ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کروں گی (میرے لئے کیا حکم ہے۔) تو میں نے صحابہ کرام سے اس بارے میں رائے پوچھی تو انہیں سمجھ نہ آیا کہ کیا کہیں حالانکہ بہت سارے صحابہ موجود تھے۔ ہر ایک اس عورت کے مسئلے میں فتوی دینے سے ڈرتا تھا کہ جو معلوم نہیں اس کے بارے میں کیا کہیں۔ مگر شاید ابن عباس یا کسی اور نے یہ کہا کہ اگر تیرے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہوتا تو پھر کچھ کرتے ہشام بن عروہ کہتے تھے کہ۔

اور اللہ سے ڈرنے کی وجہ سے نہ بولے۔ اگر ہمارے پاس ایسی عورت آ جاتی تو اسے بہت سے احمق اور جلد باز مل جاتے جو بغیر علم فتوی دے دیتے۔

(۹۷)

صلہ بن اشیم کے ہاتھ پر ایک نوجوان کی توبہ

ثابت بنانی کہتے ہیں کہ

صلہ بن اشیم پہاڑوں اور بیابانوں میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے جب وہ وہاں جاتے تو ان کا گذر کھیل کود میں مصروف نوجوانوں کے پاس سے گذرتے اور کہتے کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ کہ جنہیں سفر کرنا ہو اور وہ دن یونہی گذار دیں اور رات کو سو جائیں تو ان کا سفر کیسے آئے گا۔ یہ جب بھی وہاں سے گذرتے یہی فرماتے۔ ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا تو ان میں سے ایک جوان بولا کہ دوستو! اس شخص کی مراد ہم ہی لوگوں سے ہے ہم دن بھر فضول کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو سو جاتے ہیں، یہ کہہ کر وہ صلہ بن اشیم کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اور برابر ان کے پاس بیابانوں میں آتا اور عبادت کرتا حتی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمتہ اللہ تعالی علیہ۔

(۹۸)

محل بنانے والے ایک نوجوان کی توبہ

جعفر بن سلیمان [۱] کہتے ہیں کہ۔

میں اور مالک بن دینار بصرہ گئے اور وہاں بصرہ میں گھوم رہے تھے کہ ہم نے ایک محل بنتے دیکھا وہاں ایک نوجوان بیٹھا تھا جس سے خوبصورت آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ محل کی تعمیر میں ہدایات دے رہا تھا۔ مجھے مالکؒ نے کہا تم اس نوجوان کی خوبصورت شکل اور اس کی تعمیر پر خواہش دیکھ رہے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے دعا

---

[۱] یہ جعفر بن سلیمان بصری ہیں بنو حریش کے مولی۔ بنو ضبیعہ میں آکر بس گئے اور اسی طرف منسوب ہوئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ ان پڑھ تھے، بزار نے کہا کہ ہم نے کسی کو ان پر ان کی حدیث میں طعن کرتے نہیں دیکھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کی وفات سن ۱۷۸ھ میں ہوئی ان کی شیعیت بھی منقول ہے (تہذیب التہذیب ص ۹۵۔۹۸۔۲)

کروں کہ اسے بالکل (اللہ کیلئے) خالص کرلے اور شاید اللہ تعالیٰ اسے جنت کے نوجوانوں میں سے بنادے۔ اے جعفر آؤ اس کے پاس چلو! تو ہم اس کے پاس گئے اسے سلام کیا اس نے جواب دیا مگر حضرت مالکؒ کو نہیں پہچان سکا، لوگوں نے ان کا تعارف کرلیا تو اٹھ کر آیا اور کہا حکم فرمائیں۔ مالکؒ نے پوچھا کہ اس محل کی تعمیر پر کتنا خرچ کررہے ہو۔ اس نے کہا ایک لاکھ درہم۔ مالک نے کہا کہ کیا تم مجھے رقم دے سکتے ہو تاکہ میں اس کو اس کی حق جگہ میں رکھوں اور اللہ تعالیٰ سے ایک محل کا ضامن بنوں جو اس محل سے اچھا ہے اس کے لڑکوں، خادموں، خیموں، بالاخانوں، اور اس کے سرخ یاقوت کی اعتبار سے بہتر ہے اور جواہر سے مزین ہے اس کی مٹی زعفران کی اس کا گارا مشک کا ہے اور وہ محل اس سے زیادہ کشادہ ہے وہ خراب بھی نہیں ہوگا انہیں کسی ہاتھ نے یا مزدوروں نہیں ہیں چھوا۔ جلیل (جل جلالہ) نے کہا کہ بن جا! تو وہ بن گیا،

اس نوجوان نے یہ سن کر کہا مجھے ایک رات کی مہلت دے دو اور صبح آجانا ، جعفر کہتے ہیں کہ مالکؒ نے رات اس نوجوان کے بارے میں غور و فکر کرتے گذار دی جب سحر کا وقت ہوا تو انہوں نے خوب دعا کی اور صبح ہونے کے بعد ہم اس کے پاس جا پہنچے ،وہ نوجوان بیٹھا تھا انہیں دیکھتے ہی اٹھا اور آکر کہا کہ آپ نے جو کل کہا تھا اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ مالکؒ نے کہا تم تیار ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ اور فوراً رقم کی تھیلی منگوائی اور مالکؒ نے کاغذ قلم منگوا کر یہ تحریر لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ تحریر اس بارے میں ہے کہ مالک بن دینار نے فلاں بن فلاں کیلئے ضمانت دی ہے کہ میں تمہارے لئے اللہ سے اس محل کے بدلے اس سے اچھا محل لینے کی ضمانت لیتا ہوں اور اس سے زیادہ اللہ کی مرضی ،اور اس مال کے بدلے جنت میں ایک محل خریدتا ہوں جو اس محل سے زیادہ وسیع اور رب جلیل کے قریب ہے"۔

پھر مالکؒ نے یہ تحریر لپیٹی اور نوجوان کے حوالے کردی اور ہم رقم لے کر آگئے، شام تک مالکؒ کے پاس صرف رات کا کھانا بچا تھا چالیس دن تک مالکؒ اس نوجوان کے پاس نہیں گئے پھر ایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ انہیں ایک تحریر محراب میں رکھی نظر آئی مالکؒ نے اسے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ "یہ مالک بن دینار کے ذمہ سے برائت ہے۔ ہم نے اس نوجوان کو وہ کچھ دے دیا ہے جس کی ضمانت تو نے لی تھی اور ستر گنا زائد دیا ہے۔ مالکؒ کو بڑا تعجب ہوا انہوں نے تحریر اٹھائی اور اس نوجوان کے گھر پہنچے تو

اس کا گھر اداس تھا اور اندر سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں مالکؒ نے پوچھا کہ نوجوان کو کیا ہوا۔ بتایا گیا کہ رات کو اس کا انتقال ہو گیا، مالکؒ نے گور کن سے پوچھا کہ تم نے اسے غسل دیا تھا تو کیا کیا۔ اس نے کہا کہ نوجوان نے مرنے سے پہلے مجھے کہا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا اور ساتھ دفن کرنا تو میں نے ایسا ہی کیا۔ مالکؒ نے اسے وہ تحریر دکھائی اور پوچھا کہ یہی وہ تحریر ہے۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس کو اٹھانے والی ذات کی! میں نے تو یہ تحریر اس کے ساتھ دفن کر دی تھی۔ یہ سن کر مالکؒ بہت روئے اتنے میں ایک نوجوان نے اٹھ کر کہا کہ مالکؒ! مجھے دو لاکھ درہم لے کر مجھ کو بھی ایسی تحریر لکھ دو، مالکؒ نے کہا دور رہو۔ جو ہوا سو ہوا جو گزر گیا وہ گزر گیا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے بعد مالکؒ کو جب وہ نوجوان دیاد آتا تو آپ رو پڑتے۔

(۹۹)

ایک محل اور باندی کے مالک سپاہی کی توبہ

ابو اسحاق[۱] ھروی کہتے ہیں کہ

میں ابن خیوطی کے ساتھ بصرہ میں تھا ایک دن انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کہا کہ آؤ ابلہ[۲] چلتے ہیں۔ تو جب ہم ابلہ کے ساحل پر ہم ٹہل رہے تھے چاند نکلا ہوا تھا، کہ ہم ایک سپاہی کے محل کے قریب سے گذرے اس میں ایک باندی تھی جو عود کی لکڑی لے کر چل رہی تھی اور محل کی ہی جانب چاندنی میں ایک فقیر دو چیتھڑے پہنے بیٹھا تھا۔ فقیر نے باندی کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی۔

کل یوم تتلون

غیر هذابك اجمل

ہر دن اس کے علاوہ تجھ سے اچھا رنگ بدلتا ہے۔

یہ سن کر فقیر نے چیخ ماری اور کہا یہ بات پھر دہراؤ یہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ

---

[۱] یہ ابو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم ہروی ہیں ثقہ صدوق تھے مگر ابو بالفتح ازدی کہتے ہیں کہ بے دین قسم کے آدمی تھے کوئی ان کی تعریف نہیں کرتا۔ "سر من رائی" میں سن ۲۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۴۳)

[۲] الابلۃ، یہ دجلہ بصرہ کے کنارے ایک شہر ہے۔ (معجم البلدان ص ۸۹۔۱)

حال ہے۔ یہ سن کر سپاہی نے باندی کو کہا کہ لکڑی چھوڑ کر فقیر کے سامنے جا یہ صوفی ہے۔ باندی نے فقیر کی بات دہرانا شروع کر دی کہ "یہ میرا اللہ کے ساتھ حال ہے" اور بار بار یہ ہی دہراتی رہی۔ حتی کہ فقیر نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گیا ہم نے اسے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔

جب محل کے مالک نے اس کی موت کی خبر سنی تو وہ اتر کر آیا اور اس کی نعش محل میں لے گیا ہمیں بھی غم ہوا ہم نے کہا کہ یہ اسے الگ انداز سے کفن دیگا، اتنے میں سپاہی لوپر گیا اور سامنے آنے والی ہر چیز توڑ دی" اس پر ہم نے کہا کہ اب اس کے بعد خیر ہی خیر ہے لور پھر ہم ابلہ شہر میں آئے اور لوگوں کو اس کی موت کے بارے میں اطلاع دی جب صبح ہوئے تو ہم محل کے قریب آگئے لور لوگ ہر طرف سے جوق در جوق آنے لگے جیسے کہ انہیں اعلان کر کے بلوایا گیا ہے حتی کے جنازے میں قاضی لور دوسرے اہم لوگ بھی آئے لور سپاہی جنازے کے پیچھے ننگے پاؤں چلتا رہا۔ تدفین کے بعد لوگ جانے لگے تو اس نے قاضی شہر لور دوسرے اہم لوگوں کو کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ آج میں نے اپنی تمام باندیوں کو محض اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا ہے لور اپنا تمام مال لور املاک اللہ کے لئے وقف کر دیں ایک بکسے میں میرے چار ہزار دینار ہیں وہ اللہ کی راہ میں دیئے" پھر اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے لور محض شلوار میں رہا قاضی نے کہا میرے پاس دو چادریں ہیں وہ لے لے اس نے وہ لے کر ایک کی دھوتی باندھی لور دوسری لوپر ڈال لی اور منہ کے بل گر گیا لوگ اس کی یہ حالت دیکھ میت سے زیادہ اس پر رونے لگے۔

(۱۰۰)

فحش اشارے کرنے والے ایک شخص کی توبہ

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ

ہمارے محلے میں ایک شخص تھا جو فحش اشارے کرتا تھا۔ اس کی بعض پڑوسیوں نے مجھ سے شکایت کی تو ہم نے اسے بلوایا اور کہا کہ پڑوسیوں کو تجھ سے بہت شکایت ہے اور اب اس کے حل کا راستہ یہی ہے کہ تو یہ محلہ چھوڑ دے تو اس شخص نے کہا کہ میں اپنے گھر میں رہتا ہوں۔ یہاں سے نہیں نکلوں گا۔ تو ہم نے کہا کہ اپنا گھر بیچ دے

،اس نے کہا میں اپنی املاک نہیں بیچتا۔ ہم نے کہا کہ بادشاہ سے تیری شکایت کریں گے ۔اس نے کہا میں بادشاہ کے قریبی لوگوں میں سے ہوں۔ ہم نے کہا ہم اللہ کے حضور تیرے لئے بددعا کریں گے۔اس نے کہا اللہ تعالیٰ مجھ پر تم سے زیادہ مہربان ہے۔

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ جب رات ہوئی تو میں نماز پڑھ کر اس کے لئے بددعا کرنے لگا تو ایک غیبی آواز آئی کہ اس کے لئے بددعا نہ کر کیونکہ یہ اللہ کے اولیاء میں سے ہے تو میں اس کے بعد اس کے گھر کے دروازے پر آیا اور دروازہ بجایا وہ باہر نکلا اس کا خیال تھا کہ میں اس کو محلہ سے نکالنے کیلئے آیا ہوں اس نے معذرت خواہانہ انداز میں بات کی تو میں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں آیا لیکن میں نے اس اس طرح کی آواز سنی ہے "تو یہ سن کر اس پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ اس واقعہ کے بعد میں نے سچی توبہ کر لی تھی۔ "اس دن کے بعد وہ شہر سے کہیں چلا گیا اور اسکے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا۔

کچھ عرصہ بعد مجھے حج پر جانے کا اتفاق ہو تو میں نے مسجد حرام میں ایک اجتماع لگا دیکھا میں آگے گیا تو میں نے اسے بیمار پڑا دیکھا کچھ دیر بعد ہی لوگوں میں شور ہو گیا کہ وہ نوجوان مر گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱۰۱)

صالح المری کی مجلس میں نوجوان کی توبہ

رجاء بن میسور مجاشعی کہتے ہیں کہ ہم صالح[۱] مری کی مجلس میں موجود تھے اور وہ باتیں کر رہے تھے۔انہوں نے سامنے بیٹھے ایک نوجوان سے کہا کہ کوئی آیت پڑھو اس نے یہ آیت پڑھی "اور ان کو اس آنے والے دن سے ڈراؤ جس دن دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سرکشوں کا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ ہی شفاعت قبول کی جائے گی" (مومن:۱۸)

---

[۱] یہ صالح بن بشیر بن وادع ابی بن ابی الاقعس ہیں، عبادت گزار قاری نہایت پرسوز آواز اور رقیق تلاوت والے تھے، خیر اور صلاح غالب ہو گئی تو حفظ روایت سے غافل ہو گئے، ابن حبان نے ضعیف لکھا ہے۔ سن ۱۷۲ھ یا سن ۱۷۶ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب (ص ۳۸۲۔۴)

صالح مریؒ نے اسے قرأت سے روکا اور کہا ظالم کا کوئی دوست یا شفیع کیسے ہو گا اور اس سے پوچھنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ بیشک تو سرکشوں اور اہل معاصی کو دیکھے گا کہ وہ زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے جھنم کی طرف لے جائے جا رہے ہوں گے ننگے پیر، برہنہ، سیاہ چہروں، خوف سے نیلی آنکھوں، بوجھل جسموں کے ساتھ جائیں گے۔

وہ پکاریں گے کہ "ہماری ہلاکت اے ہماری بربادی! ہمیں کیوں اتارا گیا ہے۔ کیوں لایا گیا ہے۔ کہاں لے جایا جا رہا ہے! اور ہم سے کیا مطلب ہے۔ اور ملائکہ انہیں آگ کے کوڑوں سے ہانکتے لے جا رہے ہوں گے کبھی وہ منہ کے بل گھسٹتے جائیں گے اور کبھی اسے ڈال کر انہیں کھینچا جائے گا، روتے روتے آنسو خشک ہو جائیں گے پھر خون کے آنسو نکلیں گے دل اڑ چکے ہوں گے اور حیرانی کی سی کیفیت طاری ہو گی۔ اگر تو انہیں دیکھ لے تو آنکھیں ان پر جمانہ سکے گا اور نہ ہی دل مضبوط رکھ سکے گا اس منظر کی ہولناکی سے قدموں کی کپکپی پر قابو نہ رکھ پائے گا۔" پھر صالح مریؒ بہت روئے اور چیخ مار کر بولے، کیا ہی برا منظر ہو گا" اور روتے رہے تو لوگ بھی رونے لگے "اچانک ایک نوجوان کھڑا ہوا اور بولا! کیا یہ منظر سارا قیامت میں ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں بھتیجے! اور یہ زیادہ دیر نہیں ہو گا مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب انہیں جھنم میں ڈالا جائے گا تو ان کی آوازیں آنا بند ہو جائیں گی اور ان سے دائمی مرض پر رونے والوں کی طرح لوگ رہ جائیں گے۔

یہ سن کر نوجوان نے چیخ ماری اور کہا "انا اللہ" ہائے زندگی کی غفلت! ہائے اپنی کوتاہی پر افسوس اے آقا تیری اطاعت میں سستی پر افسوس! ہائے دنیا میں اپنی عمر ضائع کر دینے پر افسوس ہے پھر وہ رونے لگا اور قبلہ رخ ہو کر کہنے لگا۔ اے اللہ میں آج تیرے سامنے توبہ کیلئے کھڑا ہوں اس میں تیرے سوا کسی کے لئے ریاء نہیں ہے۔ اے اللہ! جو خامیاں میرے اندر تھیں معاف کر کے مجھے قبول کر لے، میری لغزشیں معاف فرما دے مجھ پر اور حاضرین پر رحم فرما اور ہم پر اپنی سخاوت اور کرم سے فضل فرما دے، اے ارحم الرحمین میں نے اپنی گردن سے گناہوں کی گھڑی اتار کر تیرے سامنے رکھ دی ہے اور اپنے تمام جوارح کے ساتھ سچے دل حاضر ہوں۔ اگر تو مجھے قبول نہیں کرے گا تو میرے لئے ہلاکت ہے۔ یہ کہہ کر اس پر غشی طاری ہو گئی اور وہ گر گیا اسے اٹھا کر لے جایا گیا وہ چند دن بیمار رہا اس کی عیادت کو صالح مری اور ان کے ساتھی جاتے رہے پھر اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے جنازے میں بے شمار خلقت شریک تھی لوگ روتے ہوئے اس کیلئے دعا

کر رہے تھے "صالح" اکثر مجالس میں اس کا تذکرہ کرتے اور کہتے، میری والدہ کی قسم! یہ شخص یہ قتیل قرآن اور قتیل مواعظ واحزان ہے۔" رجاء کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ مجھے صالح مریؒ کی مجلس کی برکت حاصل ہوئی اور میں اللہ کی رحمت کی وسعت میں داخل ہو گیا۔"

(۱۰۲)

دوران طواف ایک عورت کی توبہ

وھیب بن ورد کہتے ہیں کہ ایک عورت طواف کے دوران یہ کہہ رہی تھی کہ "اے اللہ! لذتیں ختم ہو گئیں اور بوسیدہ آرزوئیں باقی رہ گئیں۔ اے رب تیری ذات پاک ہے تیری عزت کی قسم! تو ارحم الرحمین ہے" "اے رب تیرے پاس آگ کی سزا ہے۔ یہ سن کر ایک دوسری عورت نے اس سے پوچھا کہ: بہن، کیا تو پہلی مرتبہ بیت اللہ میں آئی ہے۔ اس نے کہا کہ واللہ! میں ان قدموں کو اپنے رب کے گھر کے طواف کا اہل نہیں سمجھتی تو ان قدموں سے اپنے رب کے گھر پر کیسے چلوں؟ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ کہاں کہاں اور کب کب چل کر گئے۔

(۱۰۳)

نفس کے ہاتھوں چوٹ کھانے والے شخص کی توبہ

ابراہیم بن حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص بہت زیادہ روتا تھا اس کے اس بارے میں کہا گیا تو اس نے کہا مجھے اپنی اس خطا کی یاد رلاتی ہے جب میں گناہ کرتے ہوئے خود کو دیکھنے والے سے "جو میری سزا کا مالک بھی ہے" حیا نہیں کی۔ اور اس نے مجھے ہمیشہ کی سزا کی طرف چھوڑ دیا اور مجھے باقی رہ جانے والی حسرت کے دن تک مہلت دے دی۔ واللہ اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ تجھے کیا پسند ہے۔ کیا حساب دے کر جنت میں جاتا یا تجھے کہا جائے کہ "مٹی ہو جا" تو میں یقیناً "مٹی ہو جانے" کو اختیار کروں گا"۔

(۱۰۴)

ایک لاپرواہ بیٹے کی اپنی والدہ کے ہاتھ پر توبہ

صالح بن عمر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عبادت گذار عورت رہا کرتی تھی اس کا ایک بیٹا تھا جو لاپرواہ تھا اور اہل مدینہ کا کھلنڈرا شمار ہوتا تھا وہ عورت اسے نصیحت کرتی کہ بیٹا غافلین کی موت کو یاد رکھ! اور باطل پرستوں کا انجام سامنے رکھ جو تجھ سے پہلے گذر چکے اور موت کا آنا یاد رکھ۔ تو وہ جواب میں کہتا۔

كفى عن التعذال واللنوم
واستيقظى من سنته النوم
انى وان تابعت فى لذتى
قلبى وعاصيتك فى لومى
ارجو من افضاله توبه
تنقل من قوم الى قوم

"(اے ماں) لعنت ملامت سے باز آجا اور نیند کی لونگھ سے بیدار ہو جا میں نے اگر اپنی لذت میں دل کی اتباع کی اور میری ملامت میں تیری نافرمانی کی ہے تو میں اللہ کی فضل سے توبہ کی امید رکھتا ہوں جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے۔" یہ لڑکا اسی طرح لھو لعب میں لگا رہا ایک مرتبہ ابو عامر بنانی اہل حجاز کے واعظ مدینہ آئے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ان کے دوستوں نے ان سے مسجد نبوی میں مجلس لگانے کا مطالبہ کیا وہ راضی ہو گئے اور جمعہ کی رات کو تراویح کے بعد وہاں بیٹھ گئے لوگ جمع ہو گئے اور یہ لڑکا بھی لوگوں کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ ابو عامر لوگوں کو وعظ کرنے لگے حتی کہ اللہ کے خوف سے لوگوں کے دل گویا کہ مر گئے اور دل جنت کے مشتاق بن گئے۔ نصیحت اس لڑکے کے دل میں اتر گئی اور اس کا رنگ بدل گیا پھر وہ اٹھ کر اپنی ماں کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھ کر بہت دیر روتا رہا پھر اس نے کہا۔

زممت للتوبته اجمالى
ورحت قد طاوعت عذالى
لما حدا الحادى بقلبى الى

طاعة ربی فك اغلالی
اجبته لبیك من موقظ
نبه بالتذكار اغفالی
یا أم هل یقبلنی سیدی
علی الذی قد كان حالی

ترجمہ" میں نے توبہ کے لئے اپنے اونٹوں پر لگام ڈالی اور چل دیا پھر جا کر ملامت گر کی اطاعت کر لی۔ میں لوٹ آیا اور توبہ نے میرے ہر عضو کا تالا کھول دیا۔ دل کے حدی خوان نے میرے رب کی اطاعت کا کہا اور میری زنجیریں توڑ دیں۔ میں نے اس کی پکار پر لبیک کہا جس نے میری غفلت یاد دلا کر مجھے بیدار کر دیا۔ اے ماں کیا میرا آقا مجھے قبول کرے گا میری پچھلی حالت پر"۔

پھر یہ عبادت میں لگ گیا وہ تراویح کے بعد افطار کرتا اور طلوع شمس کے بعد سوتا ایک رات اس کی والدہ نے اس کا کھانا اسے دیا مگر اس نے منع کر دیا اور کہا مجھے بخار کی تکلیف محسوس ہو رہی ہے اور لگتا ہے کہ موت کا وقت آن پہنچا ہے۔ پھر یہ محراب میں چلا گیا اور زبان سے مسلسل ذکر کرتا رہا چار دن یہ اسی حال میں رہا پھر پانچویں دن قبلہ رخ ہو کر کہنے لگا اے اللہ! جب میں قوی تھا تو تیری نافرمانی کرتا رہا۔ کمزوری میں تیری اطاعت کی ہے اور تجھے اچھی حالت میں ناراض کرتا رہا اور نحیف ہونے کے بعد تیری خدمت کی ہے کیا تو مجھے قبول کرے گا۔ پھر یہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور چہرے پر تشنج کے آثار نمودار ہو گئے اس کی ماں اس کے پاس آئی اور بولی، اے میرے دل کے پھول، میری آنکھوں کی ٹھنڈک: میری بات کا جواب دے۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا اماں جان تم مجھے اسی دن سے ڈراتی تھیں اور یہی وقت ہے جس کا خوف دلاتی تھیں میرے گذرے ایام پر مجھے افسوس ہے اماں جان۔ اٹھ کر میرے گال پر اپنا پیر رکھ دو تاکہ میں ذلت کا مزہ چکھ لوں شاید اللہ مجھ پر رحم کر دے اس نے ایسا ہی کیا اور یہ لڑکا کہتا جاتا یہ برائی کی سزا ہے اور پھر اسی حال میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد اس کی ماں نے اسے جمعہ کی رات خواب میں دیکھا وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا ماں نے پوچھا، اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے کہا، بہت اچھا سلوک کیا۔

(۱۰۵)

بوسیدہ ہڈیاں دیکھ کر دینار عیار کی توبہ

مروی ہے کہ ایک شخص جسے دینار، عیار کہا جاتا تھا اس کی والدہ اسے نصیحت کرتی مگر وہ نہیں مانتا تھا ایک دن وہ ایک قبرستان سے گزرا جہاں ہڈیاں بہت تھیں اس نے ایک ہڈی اٹھائی تو وہ اس کے ہاتھ میں بکھر گئی اس نے اپنے دل میں سوچا اور خود سے کہا تیرا ستیاناس کل کو تو بھی ایسا ہو جائے گا اور تیری ہڈیاں اسی طرح بوسیدہ اور جسم مٹی ہو جائے گا اور آج میں گناہ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ نادم ہوا اور سچی توبہ کی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگا کہ، میرے خدا میرا معاملہ تیرے سامنے رکھتا ہوں مجھے قبول کر اور مجھ پر رحم کر، اور اڑی اڑی رنگت اور ٹوٹے دل کے ساتھ اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ اور کہا اماں جان! بھاگے ہوئے غلام کو جب آقا پکڑ لے تو کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ ماں نے کہا کہ اسے کھردرا لباس، اور سوکھا کھانا دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ مجھے اونی جبہ اور جو کی روٹی کے سوکھے ٹکڑے چاہئیں اور آج تم میرے ساتھ وہی سلوک کرو گی جو بھاگے ہوئے غلام سے کیا جاتا ہے شاید کہ میرا آقا میری ذلت دیکھ کر مجھ پر رحم کر دے تو اس کی ماں نے ایسا ہی کیا۔

پھر جب رات ہوئی تو یہ رونا اور آہ وزاری کرنا شروع کر دیتا اور اپنے آپ سے کہتا اے دینار تیرا ستیاناس! کیا تجھے آپ پر قوت حاصل نہیں! تو کس طرح اللہ کے غضب سے بچ سکے گا۔ اسی طرح صبح تک کرتا رہتا۔ ایک رات اس کی ماں نے اسے کہا کہ، اپنے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑو اس طرح میں تھوڑا سا تھکوں گا مگر شاید اس کے بعد طویل آرام مل جائے۔ اے اماں جان! میرا میرے رب کے سامنے بڑا طویل کھڑا ہونا موجود ہے اور مجھے پتہ نہیں کہ مجھے سائے کی جگہ جانے کا حکم دیا جائے گا یا بری جگہ پر جانے کا۔ مجھے ایسی تکلیف کا خوف ہے جس کے بعد راحت نہیں، اور ایسی سزا کا ڈر ہے جس کے بعد معافی نہیں۔ ماں نے کہا اچھا تھوڑا سا آرام کر لے! اس نے کہا میں آرام چاہوں۔ کیا تم میری معافی کی ضمانت لیتی ہو۔ کون میری ضمانت لے گا۔ پھر کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل مخلوق خدا جنت کو لے جائی جا رہی ہو اور میں جہنم کو۔

ایک مرتبہ اس کی ماں وہاں سے گذری تو وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا کہ "تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے پوچھیں گے ان کے اعمال کے بارے میں ("الحجر آیت نمبر ۹۲۔ ۹۳) پھر وہ اسی میں غور کرتا رہا اور سانپ کی طرح لوٹتا رہا حتی کہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس کی ماں نے آکر اسے آواز دی تو اس نے جواب نہ دیا۔ ماں نے کہا "میری آنکھوں کی ٹھنڈک اب کہاں ملاقات ہو گی۔ اس نے کمزور آواز میں کہا کہ اگر تو قیامت کے دن مجھے نہ پائے تو مالک (جھنم کے داروغہ) سے پوچھ لینا پھر اس نے ایک چیخ ماری اور انتقال ہو گیا ماں نے اس کی تجہیز و تکفین کی پھر لوگوں کو آواز دی کہ لوگو! آؤ اور قتیل جھنم کی نماز جنازہ پڑھو تو لوگ آگئے۔ اور ان میں کوئی ایسا نہ تھا جسکی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں۔

(۱۰۶)

ایک عابد کی اپنی باندی کی محبت سے توبہ

علی بن حسین کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی بہت زیادہ عبادت کرتا تھا اور وہ اتنی زیادہ نمازیں پڑھتا کہ اس کے قدم سوج جاتے، اتنا روتا کہ اس کی آنکھیں کمزور ہو گئیں ایک مرتبہ اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں نے متفق ہو کر اسے کہا کہ "شادی کر لے" تو اس نے ایک باندی خرید لی یہ باندی گانا گایا کرتی تھی اور عابد کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ ایک دن یہ اپنی محراب مین کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ باندی نے گانا بلند آواز میں گانا شروع کیا اس کی عقل غائب ہو گئی اس نے عبادت میں لگے رہنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ پھر باندی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا میرے آقا تمہارا شباب بوسیدہ ہو گیا اور زندگی کے دنوں میں تم نے دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیا اب مجھ سے کچھ فائدہ اٹھا لو تو یہ اس کی بات کی طرف مائل ہو گیا اور عبادت چھوڑ کر لذتوں میں مشغول ہو گیا یہ بات اس کے بھائی کو پتہ چلی تو اس نے اپنے بھائی کو خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ایک شفیق اور نصیحت کرنے والے دوست طبیب کی طرف سے "اس شخص کی طرف ہے جس سے ذکر کی حلاوت اور قرآن کی تلاوت کی لذت سلب ہو گئی

خشوع اور اللہ کا خوف ختم ہو گیا ہے" مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک باندی خریدی ہے اور اس کے بدلے اپنا "آخرت کا حصہ" بیچ دیا ہے، تو نے بہت کو تھوڑے کے بدلے اور قرآن مغنیہ کے بدلے بیچ دیا، میں تجھے ایسی چیز سے ڈراتا ہوں جو لذات کو توڑنے والی، شہوات کو ختم کرنے والی ہے جب وہ آئے گی تو تیری زبان گنگ، [۱] ارکان ٹوٹ جائیں گے کفن قریب ہو جائے گا اور گھر والے اور پڑوسی تجھ سے وحشت کھائیں گے، میں تجھے اس چنگھاڑ سے ڈراتا ہوں کہ جب بادشاہ جبار جل جلالہ کی ہیبت سے لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ میرے بھائی میں تجھے اللہ کے غصہ سے ڈراتا ہوں۔

پھر اس نے یہ خط لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ بھائی کو یہ خط اس کی مجلس سرور میں ملا۔ یہ پڑھتے ہی اس کے منہ سے جھاگ نکلے اور وہ سب کچھ بھول گیا، پھر فوراً ہی اس مجلس سے اٹھا شراب وغیرہ کے برتن توڑ دیئے اور باندی کو چھوڑ دیا پھر قسم کھائی آئندہ نہ کھانا کھائے گا اور نہ نیند کے لئے ٹیک لگائے گا۔

نصیحت کرنے والے بھائی نے اسے موت کے تین دن بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا کہ۔

اللہ نے مجھے اس باندی کے بدلے ایک باندی دی ہے جو مجھے طہور پلاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ پی لے اس کے بدلے جو تو نے چھوڑی تھی۔ ولدان اور حور عین سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لے اے وہ جو دنیا کو چھوڑ کر گناہوں سے کنارہ کر لے (طس طسم) والی سورتوں میں اس سے وعدے کئے گئے ہیں۔

(۱۰۷)

سری سقطی کی مجلس میں ایک نوجوان اور اس کی بیوی کی توبہ

حضرت [۱] سری سقطی سے مروی ہے کہ میں شہر کی جامع مسجد میں وعظ کر رہا

---

[۱] یہ سری بن مغلس سقطی ہے۔ بڑے صوفی ہیں ولادت اور وفات کے اعتبار سے بغدادی ہیں بغداد میں توحید اور صوفیہ کے احوال بیان کرنے والے پہلے شخص تھے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھا کہ وہاں ایک خوبصورت نوجوان، خوش لباس، جس کے ساتھ کچھ ساتھی تھے "آیا اس نے میری یہ بات سنی کہ "" تعجب ہے اس کمزور پر جو ایک طاقتور کی نافرمانی کر رہا ہے۔"
یہ سنکر اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ واپس لوٹ گیا۔ دوسرے دن جب میں اپنی مجلس میں آیا تو وہ نوجوان آچکا تھا اس نے سلام کیا پھر دو رکعتیں پڑھ کر مجھ سے کہا۔ اے سری! کل میں نے آپ کا یہ جملہ کہ "تعجب ہے اس کمزور پر جو ایک طاقتور کی نافرمانی کر رہا ہے" سنا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا کہ بندے سے زیادہ کمزور کوئی نہیں خدا سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ پھر تیسرے دن آیا اور اس نے دو سفید کپڑے پہنے تھے اور ساتھ کوئی نہ تھا۔ اس نے پوچھا اے سری! اللہ کے پاس پہنچنے کا راستہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ جب تو عبادت کرنا چاہے تو دن کو روزہ رکھ اور رات کو نمازیں پڑھ، اور اللہ کو پانا چاہتا ہے تو دنیا میں اس کے سوا ہر ایک چھوڑ دے تو اللہ کو پالے گا اور اس کام کی جگہیں پرانے قبرستان۔ کھنڈرات اور مساجد ہیں۔ تو وہ یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ میں سب سے مشکل راستہ اختیار کروں گا۔ پھر وہ چلا گیا۔ تھوڑے دن کے بعد بہت سارے لڑکے آئے اور انہوں نے پوچھا کہ احمد بن یزید کاتب کہاں ہے؟ میں نے کہا میں اسے نہیں جانتا البتہ اس حلیہ کا ایک آدمی مرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھ سے یہ باتیں کی تھیں۔ اور اب مجھے اس کا حال نہیں معلوم۔ لڑکوں نے کہا کہ ہم تمہیں قسم دلاتے ہیں کہ جب آپ کو معلوم ہو جائے ہمیں ضرور اطلاع کرنا۔ اور پھر مجھے اس کے گھر کا پتہ دے کہ چلے گئے۔ ایک سال تک مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

ایک رات میں عشاء کی نماز کے بعد گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے اندر آنے کی اجازت دے دی دیکھا تو یہ وہی نوجوان تھا اور اس نے کپڑے کا ایک ٹکڑا کمر سے باندھا ہوا تھا اور دوسرا گردن پر رکھا ایک چھوٹا سا تھیلا تھا جس میں گٹھلیاں تھیں اس نے میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ اے سری! اللہ تمہیں آگ سے آزاد کرے جس طرح تم نے مجھ کو دنیا کی غلامی سے آزادی دی ہے تو میں نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا کہ اس کے گھر والوں کو خبر کر دے۔ تو وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی اسکی بیوی اس کے بیٹے اور دوستوں سمیت حاضر ہو گئی اس نے اپنے بیٹے کو اس کی گود میں ڈال دیا اور بولی کہ تو نے مجھے اپنی زندگی میں ہی بیوہ بنا دیا ہے اپنے

(گذشتہ پیوستہ) بغداد کے امام اپنے وقت کے شیخ تھے جنید بغدادیؒ کے ماموں اور استاد ہیں۔ سن ۲۵۳ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ص ۸۲۔ ۳)

بیٹے کو یتیم بنادیا ہے۔ اس نے میری طرف دیکھا اور کہا سری یہ وفا نہیں ہے۔ پھر اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ تو میرے دل کا پھول اور محبوب ہے۔

اور میرا بیٹا مرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہے مگر بات صرف یہ ہے "سری" نے مجھے بتایا تھا کہ جو اللہ کو پانا چاہے ہر چیز سے قطع تعلق کرلے پھر اس نے بچے پر سے زیور وغیرہ اتار اور بیوی کو دیتے ہوئے کہا یہ بھوکے پیٹ اور ننگے جسم والے لوگوں پر خرچ کرو اور اپنے بدن پر سے کپڑے کا ایک ٹکڑا اتار کر بچے کو اس میں لپیٹ دیا۔ تو عورت بولی میں اپنے بچے کو اس حال میں دیکھنا نہیں چاہتی یہ کہہ کر اس نے بچے کے بدن سے کپڑا اتار دیا۔ جب نوجوان نے دیکھا کہ وہ اپنے بچے میں مشغول ہے تو اٹھا اور کہنے لگا کہ تم نے میری رات ضائع کردی ہے تمہارے اور میرے درمیان اللہ ہے" یہ کہہ کر باہر نکل گیا گھر میں رونے کی آوازیں گونجنے لگیں پھر عورت نے کہا کہ جب دوبارہ اس کے آنے کی خبر ملے تو مجھے ضرور بتانا۔

تھوڑے دن کے بعد میرے پاس ایک بڑھیا آئی اور اس نے کہا کہ اے سری! شونیزیہ قبرستان میں ایک نوجوان تمہیں بلا رہا ہے۔ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ وہ مٹی پر پڑا ہوا ہے۔ سر کے نیچے اینٹ ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا، اے سری! تمہارا کیا خیال ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے کہا ہاں اس نے کہا میرے جیسے شخص کے بھی۔ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا میں گناہوں میں غرق ہوں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ غرق ہونے والوں کے نجات دلاتا ہے۔ اس نے کہا میں نے بہت ظلم کئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن توبہ کرنے والے کو قیامت کے دن اس کے مخاصم کے ساتھ لیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو اللہ تمہیں اس کا عوض دے گا۔ اس نے کہا کہ گٹھلیاں بیچ کر کچھ درہم حاصل ہوئے تھے جب میں مر جاؤں تو میرے لئے کفن وغیرہ خرید لینا ہاں میرے گھر والوں کو نہ بتانا کہیں وہ میرے کفن کو حرام پیسوں کے کفن سے نہ بدل دیں۔

سری کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس تھوڑا سا بیٹھا رہا اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا "اس جیسے کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے" صافات (آیت نمبر ۶۱) پھر اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے شہر آکر ضرورت کی چیزیں خریدیں دیکھا تو لوگ بھاگے چلے جا رہے ہیں میں نے پوچھا کیا ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ کے ایک ولی کا انتقال ہو گیا ہے ہم جنازہ پڑھنے جا رہے ہیں۔ پھر میں نے غسل اور کفن دے کر اسے دفن کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کے اہل خانہ اس کے بارے میں معلوم کرنے آئے میں

نے اس کی موت کے بارے میں بتایا۔ پھر اس کی بیوی روتے ہوئے آئی اور اس نے کہا کہ مجھے اس کی قبر دکھاؤ میں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تمہارے گھر والے اس کا کفن بدل دیں گے اس نے کہا واللہ ایسا نہیں ہوگا میں نے اسے قبر دکھائی وہ رونے لگی اور دو گواہ بلوا کر اپنی باندیاں آزاد کر دیں اور زمینیں وقف کر دیں اور بقیہ مال صدقہ کر دیا اور اس کی قبر پر رک گئی حتی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

(۱۰۸)

ربیع بن خثیم کو بہکانے کی کوشش کرنے والی عورت کی توبہ

سعدان کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ایک عورت کو تیار کیا کہ وہ ربیع بن خثیم کو بہکانے کی کوشش کرے، اور اس پر انعام دینے کا وعدہ کیا کہ ایک ہزار درہم دیئے جائیں گے۔ اس نے بہترین کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی اور جب ربیع مسجد سے نکلے تو ان کے سامنے آ گئی ابن خثیم نے اس کی طرف دیکھا تو وہ چہرہ کھول کر ان کی طرف متوجہ ہو گئی تو ربیع ابن خثیم نے اسے کہا کہ اگر تیرے جسم پر بخار طاری ہو جائے تو تیرا رنگ اور رونق غائب ہو جائے گی یا اس وقت کیسا ہوگا جب ملک الموت آ کر تیری شریان کاٹ دے گا۔ اور اس وقت اس پر غشی طاری ہو گئی۔ اور جب اسے افاقہ ہوا تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے رب کی عبادت میں لگ گئی اور جب اس کا انتقال ہوا تو کثرت مجاہدہ سے اس کی حالت ایسی ہو چکی تھی جلی ہوئی ٹہنی کی ہوتی ہے۔

(۱۰۹)

امام احمدؒ کے ایک پڑوسی کی توبہ

جعفر بن صائغ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ کا ایک پڑوسی گناہ اور بدکاری میں مبتلا تھا ایک دن وہ امام احمد کی مجلس میں آیا اور سلام کیا امام احمد نے صحیح طرح سلام کا جواب نہیں دیا اور اسے

نظر انداز کرنے لگے تو وہ کہنے لگا، اے ابو عبداللہ! آپ مجھے کیوں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ اب میں وہ نہیں ہوں جیسا کہ آپ مجھے جانتے تھے۔ میں ایک خواب دیکھنے کے بعد سب کچھ چھوڑ چکا ہوں، امام احمدؒ نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ۔

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کسی اونچی جگہ میں تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد لوگ بیٹھے ہیں اور ہر ایک شخص کھڑا ہو کر اپنے حق میں دعا کروا رہا ہے حتی کہ ہر شخص نے دعا کروائی صرف میں باقی رہ گیا آپ نے فرمایا اے فلاں تو کیوں کھڑا نہیں ہوتا۔ تاکہ میں تیرے لئے دعا کروں۔ میں نے کہا کہ میرے گناہوں کی وجہ سے مجھے شرم آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرے کسی صحابی کو گالی تو نہیں دیتا پھر کیوں شرما رہا ہے کھڑے ہو کر دعا کیلئے کہو میں وہی دعا مانگوں گا تو میں نے کھڑے ہو کر دعا کروائی۔ "پھر میں بیدار ہو گیا اور مجھے اپنے اعمال سے نفرت ہو گئی۔ تو امام احمد نے فرمایا اے جعفر اے فلاں اس بات کو لکھ کر یاد کر لو اور بیان کیا کرو اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔"

(۱۱۰)

ابو عمرو بن علوان کی توبہ

ابو عمرو بن علوان کہتے ہیں کہ ایک دن میں کسی ضرورت کے تحت باہر نکلا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا میں جنازے کے پیچھے چلا کہ اچانک مجھے ایک عورت چہرہ کھولے نظر آئی بلا ارادہ میری نظر اس پر پڑ گئی تو میں نے ایک نظر کے بعد اسے نہیں دیکھا، پھر میں نے فوراً "اللہ" پڑھی اور استغفار کیا اور گھر واپس لوٹ آیا۔ گھر میں آنے کے بعد مجھے گھر میں سے کسی نے کہا کہ آقا آپ کے چہرے کو ہم کالا دیکھ رہے ہیں۔ میں نے آئینہ لے کر اپنا چہرہ دیکھا تو واقعی میرا چہرہ سیاہ ہو رہا تھا تو میں نے غور کیا کہ "میرا یہ حال کیسے ہو گیا تو مجھے نامحرم کے چہرے پر پڑنے والی نظر یاد آئی تو اس پر میں نے چالیس دن تنہا رہ کر عبادت، توبہ واستغفار کی تو میرے دل میں یہ بات جم گئی کہ جا شیخ جنید بغدادی[۱] کے

---

[۱] جنید بن محمد بن جنید بغدادی ہیں ابو القاسم کنیت ہے علماء او صوفیاء میں سے تھے اور تصوف کے شیخ تھے اور تصوف کے قرآن وسنت کی روشنی میں قواعد جمع کئے تھے۔ متوفی سن ۲۹۷ھ۔ (الاعلام ص ۱۴۱-۲)

پاس جا۔ تو میں بغداد کے لئے نکل پڑا۔ جب میں حضرت جنیدؒ کے حجرے کے پاس پہنچا تو میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر سے ہی کہا ابو عمرو! اندر آجاؤ۔ گناہ تم نے "رحبہ" [۱] میں کیا ہے اور تمہاری بخشش بغداد میں کرائی جائے گی۔

(۱۱۱)

ایک درویش نوجوان کے ساتھ گناہ کرنے کی کوشش کرنے والی ایک عورت کی توبہ

رجاء بن عمر النخعی کہتے ہیں کہ

کوفہ میں ایک خوبصورت نوجوان بہت زیادہ عبادت اور ریاضت کرتا تھا "نخع" کے کچھ لوگ اس کے پڑوس میں آکر آباد ہوئے ان کی ایک لڑکی پر اس کی نظر پڑگئی تو یہ اس پر فریفتہ ہوگیا اور اس کی عقل ماؤف ہوگئی اسی طرح لڑکی بھی اس پر فریفتہ ہوگئی۔ اس نے اس کے باپ کو لڑکی کے لئے پیغام نکاح بھیجا تو اس نے بتایا کہ اس لڑکی کی اپنے چچازاد سے منگنی ہوچکی ہے۔ ان دونوں پر عشق کا بھوت سوار ہوچکا تھا۔ لڑکی نے اسے پیغام بھیجا کہ مجھے تمہاری محبت کی شدت کا اندازہ ہے اور مجھے بھی تم سے بہت زیادہ محبت ہوگئی ہے اب یا تو میں تمہارے پاس آجاؤں یا پھر تم میرے گھر چلے آؤ اس نے پیغام لانے والے کو کہا کہ یہ دونوں باتیں ممکن نہیں "میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب میں مبتلا ہوجاؤں" میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں جس کے شعلے ٹھنڈے نہیں پڑتے۔ جب یہ قاصد واپس گیا تو اس نے لڑکی کو پوری بات بتائی تو لڑکی بولی کہ اتنی شدید محبت کے باوجود وہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے لائق بھی ہے اور بندے اس معاملے میں برابر ہیں۔ پھر یہ لڑکی دنیاداری سے دور ہوگئی اور آرام کی ہر چیز سے کنارہ کش ہوگئی اور ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عبادت میں مشغول ہوگئی مگر اسکے باوجود اس کی محبت میں کمی نہیں آئی اور وہ اسی کی آرزو میں مرگئی۔

---

[۱] رحبہ، قادسیہ کے قریب کوفہ سے جاتے ہوئے مکہ کے راستے میں شہر پڑتا ہے۔ مدینہ منورہ اور شام کے درمیان وادی قری کے قریب بھی ایک بستی ہے۔ (معجم البلدان ص ۴۳ ۲ ـ ۴)

وہ لڑکا اس کی قبر پر آتا رہتا۔ ایک دن اس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا بہت اچھی حالت میں دیکھا اور پوچھا کیسی ہو۔ اور میرے بعد کیا تمہیں ملا۔ اس نے کہا۔

"میرے محبوب بہترین محبت وہ ہے جو بھلائی اور احسان کی طرف لے جائے تو لڑکے نے پوچھا کہ تجھے کہاں رکھا گیا ہے؟ اس نے جواب دیا"

کبھی زائل نہ ہونے والی نعمت کی زندگی میں ہمیشہ کی جنت میں جو فنا نہ ہوگی۔

لڑکے نے کہا کہ تو مجھے وہاں بھی یاد کرتی ہے اور میں بھی تجھے نہیں بھولا، لڑکی بولی کہ واللہ میں تجھے کبھی نہیں بھولوں گی میں نے اپنے رب سے مانگ لیا ہے جو تیرا اور میرا آقا ہے اور اللہ نے بہت کوشش کے بعد میری مدد فرمائی۔" یہ کہہ کر لڑکی واپس چلی گئی لڑکے نے جاتے جاتے پوچھا پھر کب ملاقات ہوگی۔ اس نے کہا تم عنقریب میرے پاس آجاؤ گے۔" اس خواب کے بعد زیادہ دن وہ لڑکا زندہ نہ رہا سات دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

(۱۱۲)

قرآنی آیات سن کر ایک شخص کی غفلت سے توبہ

ابو ہاشم مذکر کہتے ہیں کہ میں بصرہ جانے کیلئے کشتی میں سوار ہوا اس میں پہلے سے ایک آدمی اور اس کے ساتھ ایک لڑکی "بیٹھے تھے آدمی نے کہا کہ کشتی میں جگہ نہیں ہے تو لڑکی نے کہا کہ اسے بٹھالو تو اس نے مجھے بھی بٹھالیا جب ہم چلے تو آدمی نے کھانا مانگا کھانا لگادیا گیا آدمی نے کہا کہ اس مسکین کو بھی شریک کرلو تو میں نے بھی کھانا کھلیا کھانے کے بعد اس آدمی نے کہا لڑکی شراب نکالو لڑکی نے شراب دی اس نے پی کر مجھے بھی پلانے کا کہا میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے مہمان کو منع کرنے کا حق ہے۔ اس نے مجھے رہنے دیا۔ اس آدمی پر جب شراب چڑھنے لگی تو اس نے لڑکی کو کہا کہ لکڑی اور گانے کا دوسرا سامان نکالو لڑکی نے وہ نکال کر گانا شروع کیا۔

وكنا كغصني بانته ليس واحد
يزول على الخلان عن راى واحد
تبدل بى خلا فخاللت غيره

وخليته كا اراد تبا عدى
فلو ان كفى لم تروني أبنتها
ولم يصطحبها بعد ذلك ساعدى
الا قبح الرحمن كل مماذق
يكون اخافى الخفض لافى شدائد

ترجمہ......ہم بانہ (درخت) کی دو ٹہنیوں کی طرح تھے اور ایک دوسرے سے کسی ایک کی رائے سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔ اس نے مجھ سے دوستی تبدیل کرلی تو میں نے دوسرے کو دوست بنالیا اور جب اس نے مجھ سے دور ہونا چاہا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اگر میری ہتھیلی مجھے نہ واپس کرے تو میں اسے چھوڑ دوں اور میری پنڈلی کبھی اس کی مصاحب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر غیر مخلص دوست کا برا کرے جو خوشحالی میں بھائی ہوتا ہے بدحالی میں نہیں۔"

پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولی کیا تو اس طرح گا سکتا ہے۔ میں نے کہا اس سے اچھا سنا سکتا ہوں پھر میں نے سورہ التکویر کی تلاوت کی تو وہ شخص رونے لگا جب میں نے آیت نمبر ۱۰ "جب صحیفے کھولے جائیں گے تلاوت کی تو وہ اپنی باندی کو کہنے لگا جا لڑکی تو اللہ کے لئے آزاد ہے اور جو اس کے پاس شراب تھی وہ پانی میں پھینک دی اور آلات موسیقی توڑ دیئے پھر میرے قریب آکر میرے گلے لگ گیا اور کہنے لگا "میرے بھائی تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ میری توبہ قبول کرلے گا۔ میں نے کہا "اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے (" البقرہ: ۲۲۲)

پھر اس شخص کو میں نے بھائی بنالیا اور اس کے بعد چالیس سال وہ زندہ رہا اور مجھ سے پہلے وفات ہو گئی پھر میں نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تو کہاں پہنچا۔ اس نے کہا جنت میں پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا کس طرح۔ اس نے کہا کہ تیرے اس آیت کے پڑھنے نے جنت میں پہنچادیا۔ "اور جب صحیفے کھولے جائیں گے"۔

(۱۱۳)

مہالبہ کے ایک شخص کی توبہ

اسماعیل بن عبداللہ خزاعی کہتے ہیں کہ

مھالبہ کا ایک شخص بصرہ اپنے کسی کام سے آیا یہ بر آمکہ کا دور تھا ، جب وہ فارغ ہو کر واپس بصرہ جانے لگا تو اس کے ساتھ ایک غلام اور باندی تھے جب یہ دجلہ پہنچا تو وہاں ایک لڑکے کو دیکھا۔ اس نے اونی جبہ پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی اور کھانے کی تھیلی تھی مھالبی نے کشتی کرائے پر لی اور ترس کھا کر اس لڑکے کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ جب سفر شروع ہوا تو مھالبی نے کھانا لگوایا اور لڑکے کو بھی کھانے کی دعوت دی مگر اس نے منع کر دیا اس نے اصرار کیا تو وہ کھانا کھانے آگیا جب یہ کھانے سے فارغ ہوئے تو لڑکا جانے لگا مھالبی نے اسے روک لیا کہ ہاتھ دھو کر جانا پھر اس نے شراب نکلوائی ایک پیالہ خود پیا اور پھر باندی کو پلایا اور پھر اس لڑکے کو پیش کی لڑکے نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس سے معاف رکھو مھالبی نے کہا چلو چھوڑو ہمارے ساتھ تو بیٹھ جاؤ ، لڑکا بیٹھ گیا مھالبی نے لڑکی کو اور شراب پلائی کہا بانسری نکالو اور گانا گاؤ لڑکی نے بانسری نکالی اور بجا کر گانا شروع کیا گانے سے فارغ ہو کر لڑکے سے کہا کیا تو گانا گا سکتا ہے۔ اس نے کہا اس سے اچھا گا سکتا ہوں اس نے شروع کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل متاع الدنیا قلیل "کہہ دو کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت تقویٰ والوں کے لئے بہتر ہے اور تم سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔ تم جہاں بھی ہو گے موت تمہیں آلے گی (" نساء آیت نمبر ۷۸۔۷۷)

"اس لڑکے کی آواز بھی بہت اچھی تھی اس کی تلاوت سن کر مھالبی نے پیالہ پانی میں پھینک دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس سے پہلے جو سنا تھا یہ اس سے بہتر ہے۔ لڑکے کیا اور کچھ سناؤ گے لڑکے نے کہا ہاں ضرور پھر اس نے پڑھا"

"تو کہہ کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے (اب) جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے۔ ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں ان کا احاطہ کریں گی اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں کھولتا ہوا پانی ملے گا جو برا پینا ہے اور وہ بری جگہ ہے" (الکھف آیت نمبر ۲۹)

مھالبی کے دل میں یہ آیت اتر گئی اس نے شراب کی مشک پانی میں پھینکی اور بانسری توڑ دی اور کہا اے نوجوان! کیا اس جگہ سے بچنے کا راستہ ہے۔ لڑکے نے کہا ہاں! پھر اس نے یہ آیت پڑھی "کہہ دو اے محمد ﷺ کہ اے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا۔ ("الزمر آیت : ۵۳)

یہ سن کر مھالبی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ یہ بصرہ کے قریب آ چکے تھے ان لوگوں نے چیخ چیخ کر دوسروں کو جمع کر لیا یہ بصرے کا معروف شخص تھا لوگ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ میں نے اس کے جنازے سے زیادہ کسی جنازے میں اتنے آدمی نہیں دیکھے۔

بعد میں میں نے سنا کہ اس باندی نے اپنے بال باندھ کر اوپر سے اونی جبہ پہن لیا اور دن کو روزے رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے لگی اس طرح چالیس دن گذر گئے ایک دن اس نے یہ آیت تلاوت کی "یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے (اب) جو چاہے ایمان لائے (......الکھف آیت نمبر ۲۹) تو اس نے ایک چیخ ماری صبح کو دیکھا گیا تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

(۱۱۴)

اصمعی سے آیت سنکر ایک اعرابی کی توبہ

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک دن میں جامع مسجد بصرہ سے نکل کر شہر روانہ ہوا تو راستے میں ایک اعرابی آتا نظر آیا وہ میلے کچیلے لباس میں سواری پر ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کمان لئے بیٹھا تھا اس نے قریب آکر سلام کیا اور پوچھا کہ تیرا تعلق کس قبیلے سے ہے۔ میں نے کہا بنو اصمع سے ، اس نے کہا تو اصمعی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کہاں سے آرہا ہے۔ میں نے کہا ایسی جگہ سے جہاں اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ اس نے کہا کیا اللہ کا کلام آدمی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں ، تو اس نے کہا کچھ مجھے بھی سناؤ ! میں نے کہا پہلے سواری سے اتر وہ اتر گیا۔ تو میں نے سورۃ ذاریات شروع کر دی۔ "جب میں نے یہ آیت پڑھی کہ آسمان میں تمہارا رزق اور تم سے کئے گئے وعدے ہیں ("آیت نمبر ۲۲) تو اس نے کہا اے اصمعی ! یہ اللہ کا کلام ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا یہ اللہ کا کلام ہی ہے۔ اس نے کہا ٹھہرو۔ پھر اونٹنی کی طرف جا کر اسے ذبح کر دیا اور کہا کہ آؤ اس کے ٹکڑے کرنے میں میری مدد کرو تو ہم نے اس کے ٹکڑے کئے یہ اس نے اپنی تلوار اور کمان توڑ دی اور انہیں پالان کے نیچے رکھ دیا اور گاؤں کی طرف واپس چل دیا اور مذکورہ آیت دہراتا رہا۔ میں خود کو یوں

ملامت کرتا لوٹا کہ تو اب تک اس چیز پر متنبہ نہیں ہوا جس پر یہ اعرابی ہوا ہے۔

پھر جب میں ہارون رشید کے ہمراہ حج پر گیا تو دوران طواف کسی نے مجھے نحیف سی آواز میں پکارا میں نے مڑ کر دیکھا وہی اعرابی تھا اس کا رنگ زرد اور جسم لاغر ہو چکا تھا اس نے مجھے سلام کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مقام ابراہیم کے پیچھے لے گیا اور بٹھایا اور کہا اللہ کا کلام تلاوت کرو میں نے پھر سورۂ ذاریات تلاوت کی اور جب اسی آیت پر کہ ، آسمان میں تمہارا رزق اور کیئے گیئے وعدے ہیں۔" پہنچا تو اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہم نے وہ سب سچ پایا جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا، پھر کہا اس کے علاوہ کچھ اور بھی پڑھو میں نے پڑھا" قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ بے شک یہ حق ہے اس طرح جیسے کہ تم بولتے ہو۔ (آیت ۲۳) اعرابی نے یہ سن کر ایک چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ! وہ کون ہے جس نے اللہ کو اتنا غصہ کر دیا ہے کہ اللہ نے قسم بھی کھائی۔ کیا لوگں نے تصدیق نہیں کہ جو اسے قسم پر مجبور کر دیا۔ یہ الفاظ اس نے تین مرتبہ دہرائے پھر اس کی روح نکل گئی۔

(۱۱۵)

ایک اعرابی امیر کی توبہ

شبلیؒ[۱] کہتے ہیں کہ میں شام کے ایک قافلے میں تھا کچھ اعرابیوں کو انہوں نے لوٹا اور ان کا مال امیر کے سامنے حاضر کیا پھر ایک چرمی تھیلا نکالا اس میں شکر اور بادام تھے ان سب نے کھائے مگر امیر نے نہ کھائے میں نے پوچھا تو کیوں نہیں کھاتا۔ اس نے کہا میرا روزہ ہے میں نے کہا تم لوٹ مار کرتے ہو ، لوگوں کو قتل کرتے ہو اور تیرا روزہ بھی ہے۔ اس نے کہا شیخ! میں صلح کیلیئے جگہ باقی رکھتا ہوں۔ بعد میں میں نے اسے کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس کا جسم پرانی مشک کی طرح بوسیدہ ہو چکا تھا میں نے پوچھا تو وہی شخص ہے۔ اس نے کہا ہاں روزے نے مجھے اس مقام تک پہنچا دیا۔

---

[۱] شبلی یہ دلف بن جحدر ابو بکر شبلی ہیں درویش ہیں شروع میں دنباوند کے والی تھی۔ پھر انہوں نے ولایت چھوڑ کر درویشی اختیار کرلی۔ بغداد میں سن ۳۳۴ھ میں وفات ہوئی (الاعلام ص ۳۴۱۔۲)

(۱۱۶)

لبیب عابد کی توبہ

قاضی ابو علی تنوخی کہتے ہیں کہ

بغداد میں شامی دروازے کی غربی جانب ایک شخص "جو زھد اور عبادت میں مشہور تھا" رہتا تھا اسے لبیب عابد کہا جاتا تھا لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ مجھے خود لبیب نے بتایا کہ میں رومیوں کا غلام تھا ایک سپاہی نے میری تربیت کی اور اسلحہ کا استعمال وغیرہ سکھایا۔ پھر میں جوان ہو گیا اور میرا مالک مجھے آزاد کرنے کے بعد انتقال کر گیا میں نے محنت مزدوری کی مال کمایا اور شادی کر لی اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے محض اپنی بیوی کی حفاظت کے ارادے سے ہی شادی کر لی مدتوں ہم ساتھ رہے اتفاق سے میں نے ایک دن ایک سانپ کو اس کے بل میں دیکھا تو میں نے اسے مارنے کے لئے اس کی دم پکڑ لی مگر اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور میرے ہاتھ پر ڈس لیا جس سے میرا ہاتھ شل ہو گیا اور کافی عرصہ گذرنے کی بعد میرا دوسرا ہاتھ بھی بغیر سبب شل ہو گیا پھر میرے پاؤں سوکھ گئے پھر میں اندھا ہو گایا اس کے بعد گونگا ہو گیا۔

"اس حال میں مجھے ایک پورا سال گذر گیا صرف میری سماعت باقی تھی جس سے میں ناپسند باتیں سنا کرتا میں پشت کے بل پڑا رہتا بولنے پر اشارہ کرنے پر لور نہ ہی حرکت پر قادر تھا، مجھے پانی جب پلاتے جب پیاس نہ ہوتی لور جب پیاس ہوتی پیاسا رہتا بھوک ہوتی تو کھانا نہیں ملتا، لور کھانا اس وقت ملتا جب بھوک نہیں ہوتی۔ ایک سال کے بعد ایک عورت میری بیوی کے پاس آئی لور اس نے میرا حال پوچھا تو میری بیوی نے کہا کہ میرا شوہر نہ تو زندہ ہے کہ اس کی امید کی جائے لور نہ ہی مرا ہوا کہ تسلی ہو جائے۔"

اس کی یہ بات سن کر مجھے بڑا قلق ہوا اور میں بہت رویا اور آہ زاری کی اور میں نے دل ہی دل میں بہت دعا کی، اور ان سب بیماریوں میں مجھے کبھی ایسی تکلیف محسوس نہ ہوئی تھی دعا کے بعد میرے جسم پر بہت شدید ضربیں لگنا شروع ہوئیں تکلیف کی شدت اتنی تھی جیسے کہ میں مر جاؤں گا آدھی رات تک یہ کیفیت چلتی رہی اس کے بعد تھوڑا سا

سکون ہوا تو میں سو گیا پھر مجھے سحر کے وقت ہوش آیا تو میں نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر محسوس کیا حالانکہ پورا سال وہ بستر پر رکھا رہا تھا اور کبھی ہلانے کی کوشش بھی نہ کی گئی تھی میں نے اسے حرکت دینے کی کوشش کی وہ ہل گیا تو میں نے اس سے اپنی ایک ٹانگ پکڑ لی اس میں بھی کامیاب ہو گیا پھر میں نے دوسرے کو ہلایا میں بہت خوش ہوا اور اللہ کے مجھے صحیح کر دینے پر بہت مسرت محسوس کی میں نے ٹانگیں ہلائیں اور اس کے بعد کروٹ لینے کا ارادہ کیا تو میں نے کروٹ بھی لے لی پھر کھڑا ہونا چاہا تو کھڑا ہو گیا اور چارپائی سے اتر گیا اور اندھیرے میں دیوار ٹٹولی تو میرا ہاتھ دروازے پر جا پڑا میں باہر نکلا اور آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو تارے چمکتے نظر آئے میں خوشی کے مارے مرجانے کے قریب ہو گیا اور پھر میری زبان سے یہ الفاظ نکلے "اے احسان کرنے والے قدیم تیرا شکر ہے۔" پھر میں نے چیخ کر اپنی بیوی کو آواز دی اس نے حیرت سے پوچھا ابو علی۔ میں نے کہا ہاں میں ابھی ابھی ابو علی بنا ہوں چراغ جلاؤ اس نے جلدی سے چراغ چلایا پھر میں نے قینچی منگائی اور میں نے اپنی فوجی طرز کی مونچھیں کاٹ دیں تو بیوی بولی تمہارے دوست تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ میں نے کہا کہ اب مجھے میرے رب کے سوا کسی کی پرواہ نہیں ہے پھر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔

تنوخی کہتے ہیں کہ اس کے یہ الفاظ "يا قديم الاحسان لك الحمد" اس کی عادت اور تکیہ کلام بن گئے تھے وہ دوران گفتگو ان کا اعادہ کرتا رہتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ وہ مستجاب الدعوات ہے۔

(۱۱۷)

خلیفہ معتصم عباسی کی توبہ

احمد بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا جسے موت پر پیش کر دیا گیا ہو مگر اس نے اس کی طرف نہ دیکھا ہو اور نہ ہی اس کے ارادے میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی ہو حتی کہ اللہ تعالی نے آزادی دلادی ہو۔ مگر ایسا آدمی تمیم بن جمیل تھا۔ میں

نے اس کو معتصم کے سامنے دیکھا قتل کا بڑا چمڑا بچھا دیا گیا اور تلوار سونت لی گئی تھی یہ انتہائی وجیہہ اور پھرتی جسم والا شخص تھا۔ معتصم نے چاہا کہ ذرا اس سے بات کی جائے کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہے اس نے کہا کچھ بول۔ تو تمیم نے کہا ہاں جب امیر المومنین نے اجازت دے دی ہے تو "اللہ کا شکر ہے "جس نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا اور اس کی ابتداء کیچڑ سے کی (ماخوذ سورہ سجدہ آیت نمبر ۷۔۸) اے امیر المومنین اللہ تعالی آپ کے ذریعے دین میں پڑی دراڑیں بھروائے اور مسلمانوں کی بکھری صفوں کو یکجا کروائے بیشک گناہ انسان کی زبان گنگ کر دیتے ہیں اور دل خالی کر دیتے ہیں۔ قسم خدا کی میں نے بڑا گناہ کیا اور حجت منقطع کر دی ، برا گمان کیا اور اب سوائے آپ کے در گذر یا انتقام کے کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اری الموت بین الیف والنطع کامنا
یلا حظنی من حیث ما آلفت
واکبر ظنی انك الیوم قاتلی
وای امرئٔ مما قضی الله یفلت
وما جزعی من ان اموت فاننی
لا علم ان الموت شی مؤقت
ولکن خلفی صبیة قد تر کتهم
واکبادهم من حرها تنفتت
فان عشت عاشوا سالمین بغبطته
اذود العدی عنهم وان مت موتوا
کانی اراهم حین انعی الهم
وقد لطمواتلك الخدود وصوتوا

ترجمہ...... میں تلوار اور چمڑے کے درمیان موت دیکھ رہا ہوں جو مجھے تاڑ رہی ہے کہ میں کہاں سے تلف ہو رہا ہوں۔ میرا بڑا خیال یہی ہے کہ تو مجھے آج مار دے گا اور اللہ کے فیصلے سے کون بچ سکتا ہے۔ اور میری آہ و فغاں اس لئے نہیں کہ میں مر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں

کہ موت کا وقت مقرر ہے لیکن میرے پیچھے ایک بچی (اور گھرانہ) ہے
ان کے دل اس کی آگ سے تپ رہے ہیں اگر میں زندہ رہا تو وہ بھی صحیح
سلامت زندہ رہیں گے اور میں ان سے دشمنوں کو دفع کروں گا اور اگر
میں مر گیا تو یہ لوگ بھی مر جائیں گے گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں
کہ انہیں میری موت کی خبر پہنچائی گئی ہے اور انہیں چہرے پر تھپڑ
مارے جا رہے ہیں اور وہ چیخ رہے ہیں۔

اس پر معتصم کو ترس آگیا اس نے کہا اے تمیم میں نے تیری بکواس معاف کر دی اور اس بچی کیلئے تجھے ہبہ کر دیا پھر اس کے حکم سے اس کی زنجیریں کھول کر اسے آزاد کر دیا گیا اور فرات کے پانی پر اس کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔

(۱۱۸)

عطاء ازرقؒ کی دعا پر ایک چور کی توبہ

امتہ الملک بن ہشام بن حسان کہتی ہیں کہ

عطاء ازرق پہاڑوں میں جا کر رات کو عبادت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک چور ان کے سامنے آگیا عطاء نے دعا کی کہ اللہ مجھے اس سے بچا! تو اس چور کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے وہ رونے چلانے لگا تو عطاء نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا چور ان کے پیچھے آیا اور کہا تجھے اللہ کا واسطہ ہے بتا تو کون ہے۔ عطاء نے جواب دیا "میں عطاء ہوں۔ چور نے صبح کے وقت لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم اس نیک آدمی کو جانتے ہو جو راتوں کو پہاڑوں میں جا کر عبادت کرتا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ عطاء اسلمی ہیں۔

عطاء وہیں کھنڈرات میں جا رہے تھے تو یہ میں بھی پیچھے پیچھے پہنچ گیا اور کہا کہ میں توبہ کر کے آیا ہوں اپنے اس قصہ کی وجہ سے، اس لئے میرے لئے دعا کرو، تو عطاءؒ سلمی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بولے ہائے میں کچھ نہیں ہوں یہ عطاء ازرق ہے۔

(۱۱۹)

یوسف بن اسباط کی ایک تائب نوجوان کے ہاتھ پر توبہ" ابن خبیق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

یوسف بن اسباط[۱] اہل جزیرہ میں سے ایک نوجوان کے ساتھ ہوتا تھا اور اس نے اس سے دس سال کے بعد بات کی یوسف اسکی جزع فزع اور صبح وشام عبادت دیکھا کرتا تھا ایک دن یوسف نے کہا کہ میں تجھے اتنا زیادہ روتا دیکھتا ہوں بتا تو نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں کفن چور تھا۔ یوسف نے پوچھا کہ جب تو قبر میں اترتا تو کیا دیکھتا تھا اس نے کہا کہ میں بہت کم لوگوں کے چہرے قبلہ رخ دیکھتا تھا۔ یوسف نے زیر لب کہا "بہت کم لوگوں کے! یہ سن کر یوسف کا دماغ خراب ہو گیا اور اس کی عقل چلی گئی حتیٰ علاج کرانا پڑا۔

ابن خبیق کہتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ ہم نے سلیمان طبیب کو بلوایا تا کہ وہ یوسف کا علاج کرے۔ کبھی کبھی یوسف کی یادداشت آجاتی تو وہ کہتا "بہت کم لوگوں کے" اس کا مسلسل علاج ہوتا رہا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ ایک دن سلیمان طبیب دواء سے فارغ ہو کر جانے لگا تو یوسف نے پوچھا کہ تم اسے معاوضہ کیا دیتے ہو۔ ہم نے کہا یہ کوئی چیز نہیں لیتا۔ تو یوسف نے کہا سبحان اللہ! تم لوگ بادشاہوں کے خاص طبیب کو لائے ہو اور میں اسے کچھ (ھدیہ یا معاوضہ) نہیں دوں۔ ہم نے کہا ایک دینار دے دو۔ یوسف نے ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ اس طبیب کو دے دو (اس میں پندرہ دینار تھے) اور اسے بتا دینا کہ "میرے پاس ملکیت میں اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں" تا کہ وہ ہمیں بادشاہوں سے کم مروت والا نہ سمجھے یوسف بعد میں کھجور کے پتوں سے بنائی کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

---

[۱] یہ حسن بن صالح بن حی ھمدانی ہیں ابو عبداللہ کنیت ہے زیدی فرقے کی شاخ بتریہ کے امام تھے فقیہ اور مجتہد تھے۔ طبری کہتے ہیں مھدی نے انہیں پکڑنے کا حکم دیا تھا اس لئے یہ عیسیٰ بن زید کے ساتھ چھپ کئے سات سال چھپے رہے سفیان ثوریؒ کے ہمعصر ہیں اسی حال میں سن ۱۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ (الاعلام ص ۱۹۳۔۲)

شعیب کہتے ہیں کہ مجھے یوسف بن اسباط نے بتایا تھا کہ میرے والد نے میرے لئے ایک زمین جس کی قیمت پانچ ہزار تھی چھوڑی، میرے چچاؤں اور میرے درمیان کوئی بات ہو گئی تو میں نے حسن بن صالح سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تم ان سے لڑ سکو گے کیونکہ یہ خراجی زمین ہے۔" اس لئے میں نے اس زمین کو اللہ کیلئے چھوڑ دیا اور حال یہ ہے کہ میں ایک پائی ٹکے کے لئے محتاج ہوں۔"

(۱۲۰)

ایک کفن چور کی توبہ

ابو اسحاق الفزاری کہتے ہیں کہ

ایک شخص ہماری مجلس میں بہت آتا تھا اور اس کا نصف چہرہ ڈھکا ہوتا تھا ایک دن میں نے اس سے کہا کہ تو ہمارے پاس بہت آتا ہے اور تیرا چہرہ آدھا ڈھکا ہوتا ہے کیوں۔ اس چہرے کو کھول دے۔ اس نے کہا کہ اگر تم امان دو تو کچھ کہوں۔ ہم نے کہا ہاں کہو۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ۔

میں ایک کفن چور تھا ایک مرتبہ ایک عورت دفن کی گئی میں اس کا کفن چرانے آیا میں نے قبر کھودی اینٹیں وغیرہ ہٹا کر میں نے اس کا اوپر کا کفن پکڑا اور کھول لیا اور بقیہ کھینچنے لگا تو اس عورت نے اپنی طرف کھینچا میں نے کہا کہ تو مجھ پر غالب ہونا چاہتی ہے۔ یہ کہہ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کا کفن اتارنے لگا تو اس مردہ عورت نے ایک طمانچہ میرے گال پر مارا، یہ کہہ کر اس شخص نے اپنا چہرہ کھول دیا تو اس پر پانچوں انگلیوں کے نشانات تھے میں نے پوچھا کہ پھر کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کا باقی کفن واپس رکھ دیا اور پھر میں نے مٹی وغیرہ برابر کر دی اور تہیہ کر لیا کہ آئندہ کفن نہیں چراؤں گا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہانی امام اوزاعیؒ کو لکھ بھیجی تو انہوں نے جواب لکھا کہ اس شخص سے یہ پوچھو کہ اہل توحید جب مرتے ہیں تو ان کے چہروں کو اس نے کس طرف پایا چہرے قبلہ کی طرف تھے یا پھیر دیئے گئے تھے۔ میں نے اس سے پھر پوچھا

تواس نے کہاکہ اکثر لوگوں کے چہرے قبلہ رخ نہیں تھے۔ میں نے یہ بات اوزاعیؒ کو لکھ بھیجی توانہوں نے مجھے جواب لکھااس میں تین مرتبہ "اناللہ" لکھی تھی پھر لکھاتھاکہ جن لوگوں کے چہرے قبلہ سے پھیر دیئے گئے تھے وہ خلاف سنت کے کاموں پر مرے۔

(۱۲۱)

ابراہیم بن ادھم کے ہاتھ پر ایک نوجوان کی توبہ

مروی ہے کہ ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس ایک نوجوان آیااس نے کہااے ابواسحاق میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے مجھے کچھ ارشاد فرمائیں جو میرے لئے گناہوں سے مانع بنے اور دل کو ہٹادے۔ ابراہیم بن ادھمؒ نے کہاکہ اگر توپانچ خصلتوں کو قبول کرلے تو تجھے گناہ نقصان نہ پہنچاسکیں گے اوران کی لذت ختم ہو جائے گی۔ اس نے کہاابواسحاق بیان کرو۔

ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایاکہ پہلی بات یہ ہے کہ جب تو گناہ کاارادہ کرے تواللہ کارزق مت کھا۔ نوجوان بولا پھر میں کھاؤں گاکہاں سے؟ دنیامیں توہر چیز اللہ کی عطاکردہ ہے۔ ابراہیمؒ نے کہاارے توکیایہ اچھالگے گاکہ تواللہ کادیارزق کھائے اوراس کی نافرمانی بھی کرے نوجوان نے کہانہیں۔ دوسری بات کہو۔

ابراہیمؒ نے کہادوسری بات یہ ہے کہ جب تو گناہ کاارادہ کرے تواللہ کے شہروں میں مت رہ۔ اس نے کہایہ توپہلی بات سے زیادہ مشکل ہے مشرق سے مغرب تک اللہ ہی کا ہے تومیں کہاں رہوں گا؟ ابن ادھمؒ بولے توکیایہ اچھالگے گاکہ تواس کادیارزق کھائے اسکے شہروں میں رہے اوراس کی نافرمانی بھی کرے۔ نوجوان بولانہیں۔ اب تیسری بات بتاؤ۔

فرمایاتیسری یہ ہے کہ اسکے رزق کے تحت اور اس کے شہروں میں ایسی جگہ ڈھونڈ کہ تجھے گناہ کرتے کوئی نہ دیکھے۔ اس نے کہااے ابراہیم یہ کیسے ہو سکتاہے اللہ تعالیٰ توہر جگہ موجود ہے اور چھپی باتوں کو جانتاہے توابراہیمؒ نے فرمایاتوکیایہ اچھالگے گا کہ تورزق اس کادیاکھائے اس کی دی ہوئی جگہ میں رہے اور گناہ کرتے ہوئے وہ تجھے دیکھ

لے۔اس نے کہا نہیں اچھا چوتھی بات بتاؤ۔

فرمایا کہ جب ملک الموت آئے تو اس سے کہنا کہ کچھ دیر ٹھہر جاؤ تاکہ میں اچھے اعمال کر کے نیک بن جاؤں اور توبہ کرلوں۔اس نے کہا کہ یہ تو ہو نہیں سکتا وہ مانے گا نہیں۔ابراہیمؒ بولے کہ ارے جب تو یہ جانتا ہے کہ تو موت سے بچ نہیں سکتا اور تاخیر بھی نہیں ہو سکتی تو خلاصی کی صورت کی امید کیسے رکھتا ہے۔اس نے کہا پانچویں بات سناؤ۔

فرمایا کہ جب زبانیہ آئے اور تجھے جھنم لے جانے لگے تو ان کے ساتھ نہ جانا۔ اس نے کہا کہ وہ نہ مانیں گے اور نہ ہی مجھے چھوڑیں گے تو ابراہیمؒ بولے کہ تو پھر نجات کی امید کیسے رکھتا ہے۔نوجوان بولا کہ مجھے کافی ہے مجھے کافی ہے اب میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہیں۔اس کے بعد وہ نوجوان عبادت میں لگ گیا پھر موت ہی نے آکر نماز اور اس کے درمیان جدائی کی۔

(۱۲۲)

ککڑی والے آدمی کی توبہ

معروف کرخیؒ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے کسی گاؤں میں ایک خوبصورت چہرے والے نوجوان کو دیکھا جس کے بالوں کی لٹیں بڑی خوبصورت تھیں سر پر قصب کی چادر کتان کی قمیص،اور پاؤں میں محراب نما جوتے پہنے ہوئے تھا معروف کہتے ہیں کہ میں اس کی جگہ اور اس کی ہیئت دیکھ کر متعجب ہوا تو میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا میں نے پوچھا نوجوان! کہاں کے رہنے والے ہو۔اس نے کہا دمشق کا،میں نے پوچھا وہاں سے کب نکلے؟ کہا دن چڑھے نکلا تھا۔میں حیران ہوا کہ دمشق اور اس جگہ میں کافی فاصلہ ہے۔میں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا مکہ جانے کا۔تو میں سمجھ گیا کہ یہ سواری پر ہے۔میں نے اسے الوداع کیا وہ چلا گیا۔اس کے بعد میں نے تین سال تک اسے نہیں دیکھا۔

ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا اسی نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں باہر نکلا تو وہی نوجوان کھڑا تھا میں نے سلام دعا کی اور اندر لے آیا میں نے پھر اسے دیکھا تو اسے حیرت خوف میں اور پریشان حال دیکھا اس نے ایک اونی جبہ پہنا تھا ننگے سر ننگے پاؤں تھا میں نے اسے دیکھ کر کہا۔ ارے یہ کیا؟ کیا ہوا؟ اس نے کہا "اس نے مجھ پر خوب تکلیف دی۔ پھر دوسرے نے مجھے عزت دی پھر شاید اپنے بعض دوستوں کے رازوں پر شریک کر لیا پھر اس کا جو جی چاہا کیا۔

اس کی بات سن کر مجھے رونا آ گیا میں نے اس کو کہا جو کچھ تجھ پر بیتی ہے کچھ سناؤ اس نے کہا چھوڑو میں نہیں سناتا وہ چاہتا ہے کہ میں اسے چھپاؤں اس نے جو کچھ کیا وہ میرے آقا میرے سردار میرے راستے میں ضروری تھا۔ پھر وہ خوب رویا اس کے بعد میں نے پوچھا کہ اس نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اس نے بتایا کہ تیس دن بھوکا رکھا پھر میں ایک گاؤں میں گیا جہاں ککڑیاں تھیں ایک جگہ کیڑے والی ککڑیاں کسی نے پھینک دی تھیں میں بیٹھ کر وہ کھانے لگا تو ککڑی والے نے مجھے دیکھ لیا اور خوب مارا کہتا تھا کہ ککڑیاں تو نے خراب کی ہیں چور! میں بہت دن سے تیری تلاش میں تھا جس وقت وہ مجھے مار رہا تھا ایک سوار تیزی سے آیا اور اس نے اسے کہا کہ تو اللہ کے ولی کو مار رہا ہے اور چور کہہ رہا ہے یہ بات سن کر ککڑی والا مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گھر میں لے گیا پھر اس نے عزت دینے کا کون سا کام تھا جو نہیں کیا مجھ سے معافی مانگی اور اپنا ککڑیوں کا باغ اللہ کیلئے صدقہ کر دیا اور معروف کے ساتھیوں پر وقف کر دیا میں نے "معروف" کے بارے میں پوچھا تو اس نے جو حلیہ بتایا میں اس سے آپ کو پہچان گیا چونکہ میں نے آپ کو دیکھا تھا معروفؒ کہتے ہیں کہ اس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ وہ ککڑیوں والا آدمی دروازہ بجا کر اندر داخل ہوا وہ مالدار شخص تھا اس نے اپنا سب مال نکال کر فقراء پر خرچ کر دیا اور نوجوان کے ساتھ ایک سال رہا۔ پھر یہ دونوں حج کیلئے گئے تو "ربزہ" کے مقام پر دونوں کا انتقال ہو گیا۔

(۱۲۳)

اللہ کی نافرمانی کرنے والے ایک شخص کی توبہ

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حج کیا اور اس کے بعد کوفہ کے ایک محلہ میں آکر ٹھہرا میں ایک اندھیری رات کو نکلا تو میں نے ایک چیخنے والے کو رات میں چیختے دیکھا وہ کہہ رہا تھا "میرے خدا تیری عزت اور جلال کی قسم میں نے گناہ سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا جب میں نے گناہ کیا تیری نافرمانی کی تو اس وقت میں تیری پکڑ سے ناواقف تھا لیکن گناہ خود میرے سامنے آیا اور میری بدبختی نے میری مدد کی اور تیری پردہ پوشی کے احسان نے مجھے مغرور کر دیا تھا اور میں نے تیری نافرمانی خوب کی اور جہالت سے مخالفت کی اب تیری حجت مجھ پر ہے تیرے عذاب سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔ جب سب امیدوں کی تو رسی کاٹ دے تو میں کس رسی کا سہارا لوں گا۔ہائے میری جوانی ہائے میری جوانی!۔جب اس کی بات ختم ہوئی تو میں نے یہ آیت تلاوت کی "اے ایمان والو خود کو اور اپنے گھر والوں کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں اس پر بڑے زور آور غضبناک فرشتے مقرر ہیں ("التحریم آیت نمبر ۶) پھر میں نے شدید حرکت کی آواز سنی پھر خاموشی چھا گئی اس کے بعد کوئی سرسراہٹ ہوئی تو میں واپس آگیا جب صبح ہوئی تو میں اس جگہ واپس گیا تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہے تو میں نے وہاں ایک بڑھیا سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے نہیں پہچانا اور بولی کہ ایک آدمی رہا تھا تو اس شخص نے ایک آیت تلاوت کی تو میرا بیٹا اسے سن کر تڑپا اور گر گیا، اس کی موت واقع ہو گئی۔

(۱۲۴)

ایک عورت اور اس کے آقا کی گانے سے توبہ

میں نے "سری سقطیؒ" کی کتاب میں دیکھا کہ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن میرا دل گھبرا

رہا تھا میں نے سوچا کہ پاگل خانے جا کر پاگلوں کو دیکھوں اور ان کے احوال سے عبرت حاصل کروں۔ تو میں پاگل خانے گیا۔ وہاں ایک عورت اچھے کپڑے پہنے خوشبو لگائے کھڑے تھی اس کے ہاتھ گردن پر بندھے ہوئے تھے اور وہ یہ گا رہی تھی۔

اعیذك ان تغل یدی بغیر جریمة سبقت

تغل یدی الی عنقی

وما خانت ولا سرقت

وبین جو انحی کبد

احسن بها قد احترقت

ترجمہ ...... "تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ میرے ہاتھ بغیر کسی جرم کے باندھے گئے ہیں میری گردن پر انہیں باندھا گیا ہے حالانکہ نہ کوئی خیانت کی ہے اور نہ چوری۔ اور میرے شانوں کے درمیان دل ہے جسے محسوس کرتی ہوں کہ وہ جل چکا ہے"۔

تو میں نے پاگل خانے کے نگران سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ عورت باندی ہے اس کی عقل خراب ہو چکی ہے ہم نے اسے قید اس لئے کیا ہے تاکہ یہ صحیح ہو جائے۔ اس عورت نے اس کی بات سن کر کہا۔

معشر الناس ماجننت

ولکن انا سکرانة وقلبی صاح

انا مفتونة جب حبیب

لست ابغی عن بابه من براح

فهلا حی الذی زعمتم فسادی

وفسادی الذی زعمتم صلاحی

ترجمہ ...... اے لوگو! میں پاگل نہیں ہوں لیکن میں نشے میں ہو لور میرا دل چیخ کر کہتا ہے میں اپنے محبوب کی محبت میں مبتلا ہوں اور اس کے دروازے باغی نہیں میری صحت وہ ہے جسے تم خرابی سمجھتے ہو لور خرابی وہ ہے جسے تم صحت سمجھتے ہو۔

سریؒ کہتے ہیں اس عورت کی بات سن کر مجھے رونا آگیا جب اس نے میرے آنسو دیکھے تو کہنے لگی اے سری سقطی تو صرف صفت بیان کرنے پر رو رہا ہے اور جب صحیح طرح پہچانے گا تو کیا ہوگا۔ میں نے کہا حیرت ہے تو مجھے کہاں سے جانتی ہے؟ اس نے کہا جب سے مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ اہل درجات ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ میں نے پوچھا، اے لڑکی تو محبت کا تذکرہ کر رہی تھی تو کس سے محبت کرتی ہے؟ وہ بولی جس نے اپنی نعمتوں سے اپنی پہچان کرائی ہے اور انعامات سے ہمیں محبوب ہوا اور خوب دینے میں سخاوت کی اور وہ بہت نزدیک ہے دلوں کی بات سنتا ہے۔ اس کے اسمائے حسنیٰ سے پکارا جاتا ہے اور ہمیں پکارنے کا حکم دیا ہے حکیم و کریم ہے قریب و مجیب ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں قید کیا گیا اس نے کہا کہ میری قوم نے مجھ پر وہی عیب لگایا جو تم نے سنا میں نے پاگل خانے کے نگران سے کہا کہ اسے چھوڑ دے اس نے چھوڑ دیا۔ میں نے اس لڑکی کو کہا کہ تو جہاں چاہے چلی جا! تو وہ بولی کہ میرے محبوب نے مجھے اپنے ایک غلام کا غلام بنالیا ہے اگر میرا مالک راضی ہوا تو ٹھیک ہے ورنہ میں صبر سے قید کاٹوں گی، میں نے سوچا واللہ یہ تو مجھ سے زیادہ عقل مند ہے اتنے میں اس کا مالک آگیا اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے اس نے آتے ہی پوچھا وہ بدعت کہاں ہے۔ پاگل خانے کے نگران نے کہا "سری" نے اسے رہا کروادیا ہے۔ جب اس شخص نے مجھے دیکھا تو بڑے تعظیم کی میں نے کہا واللہ عظمت و تعظیم کے قابل وہ باندی ہے۔ تجھے اسکی کیا بات بری لگی۔ اس نے کہا وہ غور و فکر، بہت جلدی عبرت پکڑنے اور بہت رونے والی تھی کسی کے ساتھ نہیں کھاتی تھی نہ پیتی تھی یہ ہی میری جمع پونجی تھی میں نے اسے بیس ہزار درھم میں خریدا تھا اور امید لگائی تھی شاید اتنا ہی نفع اور مل جائے گا۔ میں نے پوچھا یہ کیا کیا کرتی تھی۔ کہا کہ گانا گاتی تھی۔ پوچھا کہ پھر یہ بیماری کیسے لگی۔ اس بتلایا کہ تقریباً ایک سال ہوا اس نے ایک دن اس نے گاتے ہوئے یہ پڑھا فیامن لیس لی مولی سواہ تراك ترکتنی فی الناس عبدا

ترجمہ ...... اے وہ کہ جس کے سوا میرا کوئی آقا نہیں میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے لوگوں میں غلام بنا کر چھوڑ دیا ہے اور پھر باندی اٹھی اور کھڑی ہو کر رونے لگی۔ میں نے اس کو کسی انسان کے عشق کی تہمت لگائی اور اسکا چہرہ دیکھا تو اس پہ کوئی اثر نہ تھا میں نے اسے

کہا کیا ایسے ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا۔

خاطبنی الوعظ من جنانی
وکان وعظمی علی لسانی
قربنی منه بعد بعد
وخصنی الله واصطفانی
اجبت لما دعیت طوعا
"ملبیا للذی دعانی

ترجمہ...... مجھے نصیحت نے دل میں مخاطب کیا حالانکہ نصیحت تو میری زبان پر تھی اس نے مجھے دوری کے بعد قریب کر لیا اور اللہ نے مجھے خاص کیا اور چن لیا میں نے مطیع ہو کر جواب دیا جب اس نے مجھے پکارا لبیک کہا جس نے مجھے پکارا۔

تو میں نے باندی کے مالک کو کہا کہ میں تجھے اس کا ثمن ادا کروں گا بلکہ اور زیادہ دوں گا وہ بلند آواز سے بولا اے او فقیر تو اس کا ثمن کہاں سے دے گا میں نے کہا میرے بارے میں جلدی مت کر تو یہیں پاگل خانے بیٹھ میں ابھی لے کر آتا ہوں پھر میں چلا گیا میری آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے دل رو رہا تھا اور میں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تو میرے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے میں نے محض تیرے فضل پر توکل کیا ہے مجھے رسوا مت کرنا۔ میں اسی طرح الحاح وزاری کرتا رہا۔

سحر کے قریب دروازہ بجا میں نے پوچھا کون! اس نے کہا احباب میں سے ایک دوست، اسباب میں سے ایک سبب آن پہنچا ہے اللہ ملک وھاب کے ہاں سے، تو میں نے دروازہ، کھولا ایک آدمی خادم کے ساتھ شمع لئے کھڑا تھا اس نے کہا استاد محترم کیا اندر آنے کی اجازت دیں گے۔ میں نے کہا آجاؤ تم کون ہو۔ اس نے کہا میں احمد بن مثنی ہوں مجھے اللہ نے بہت کچھ دیا ہے رات کو خواب میں مجھے کہا گیا کہ پانچ تھیلیاں سری کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ بدعت کے مالک کو دے کر اسے چھڑا لے اس باندی کی ہمارے ہاں بڑی عنایت ہے۔ لہذا میں یہ لے آیا حضور اب آپ جو چاہیں کریں، میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پاگل خانے لے گیا وہ شخص بیٹھا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مجھے

دیکھتے ہی بولا مرحبا آؤ میری باندی کی اللہ کے ہاں واقعی بڑی عزت ہے رات مجھے ہاتف غیبی نے پکارا کہ "اس کی ہمارے ہاں بہت عزت ہے۔ اسے قربت دے کر بلند کر دیا گیا ہے اب یہ ہر حال میں اونچے مرتبہ پر ہے" میں نے یہ بات یاد کر لی اور باندی کے پاس گیا تو وہ کہہ رہی تھی۔

قد تصبرت الي ان عيل في حبك صبري
ضاق من غلي وقيدي و امتهاني فيك صدري
انت لي تعتق رقي وتفك اليوم اسري

میں نے بہت صبر کیا ہے حتی کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا۔ اور ہتھکڑی اور قید سے اور تری محبت میں رسوائی سے میرا دل تنگ ہو چکا ہے تو ہی میرے لئے ہے میری غلامی کو چھڑا اور آج میری قید کو ختم کرائے گا۔

پھر اس کا مالک روتا ہوا آیا، میں نے باندی کو کہا کہ ہم تیری قیمت اور تیرا منافع پانچ ہزار لے کر آئے ہیں مالک یہ سن کر بولا نہیں واللہ نہیں۔ میں نے کہا چلو دس ہزار منافع اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا قیمت کے برابر منافع! اس نے کہا واللہ ہرگز نہیں یہ باندی خالصتاً لوجہ اللہ آزاد ہے میں نے پوچھا یہ کیوں۔ اس نے کہا استاد محترم رات مجھے توبیخ کی گئی ہے میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنا سارا مال اللہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت سے کفیل ہو جا۔ پھر میں نے ابن مثنی کی طرف دیکھا تو وہ رو رہا تھا میں نے پوچھا تو کیوں روتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے صرف پکارنے سے میرا مولی راضی نہ ہو گا میں بھی اپنا سب مال اللہ کیلئے وقف کرتا ہوں۔

میں نے کہا سب پر "بدعت" ("باندی) کی کتنی برکت ہوتی ہے۔ بدعت کھڑی ہوئی اور اس نے اچھے کپڑے چھوڑ کر بالوں کا ایک جبہ پہنا اور یہ شعر کہتی ہوئی نکل گئی۔

هربت منه اليه بكيت منه عليه
وحقه محفو مولي لازلت بين يديه
حتى انال واحظى بما رجوت لديه

ترجمہ...... میں اس سے بھاگ اس کی طرف گئی اور اس کے بجائے اس پر روتی ہوں اور یہ اس کا حق ہے وہ آقا ہے میں ہمیشہ اس کے

سامنے رہوں گی حتی کہ میں وہ سب پالوں جس کی اس سے مجھے امید ہے
"سرئ" کہتے ہیں اس کے بعد کافی عرصہ کے بعد اس کے آقا کا انتقال ،
ہو گیا۔ ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک غمگین اور زخمی
آواز سنی وہ کہہ رہی تھی۔

قد تشهرت بحبك كيف لي منك بقربك

میں تری محبت سے مشہور ہو گئی ہوں اب تجھ سے کس طرح ملوں۔
میں نے آواز کا تعاقب کیا تو ایک کمزور سی عورت کھڑی یہ پڑھ رہی تھی جب
اس نے مجھے دیکھا تو سلام کیا میں نے جواب دے کر پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا (لا الہ
الا اللہ! پہچان کے بعد ناواقف ہو گئے، میں بدعتہ ہوں۔ میں نے کہا لوگوں سے دور
ہونے کے بعد تجھے حق سے افادہ کسی نے دیا۔ اس نے کہا میری ہر امید نے۔ اس کے
بعد اس نے کچھ اشعار پڑھے اور کہنے لگی۔
مجھے اب زندگی کی کوئی خواہش نہیں رہی تو مجھے (اے اللہ) اپنی طرف اٹھالے
اس کے بعد میں نے اسے ہلا کر دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ رحمها الله۔

اسلام لانے والے لوگوں کا تذکرہ

(۱۲۵)

ابواسماعیل نصرانی کی توبہ اور اسلام لانا

عبداللہ بن فرج العابد کہتے ہیں کہ موصل میں ایک نورانی شخص "جس کی کنیت ابواسماعیل تھی" رہتا تھا ایک دن وہ ایک شخص کے پاس سے گذرا جو اپنی چھت پر تہجد پڑھتے ہوئے یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اور اس کیلئے جھکے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، مطیع ہو کر اور ناپسند کرتے ہوئے، اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔" (آل عمران: ۸۳) یہ سن کر ابواسماعیل نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اور صبح تک اسی حال میں رہا جب صبح ہوئی تو اسلام لے آیا پھر "فتح الموصلی" ؎ کے پاس آیا اور اس کے پاس رہنے کی اجازت لی اور اسی کے پاس رہنے لگا اور خدمت کرتا۔

ابواسماعیل اپنی سابقہ حالت پر روتا رہتا حتی کہ اس کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہو گئی اور دوسری آنکھ چندھیا گئی، ایک دن میں نے اس سے کہا "فتح موصلی" کی کوئی بات سناؤ۔ تو وہ رونے لگا اور کہا کہ میں بتاتا ہوں۔ واللہ وہ روحانیوں کی حیثیت پر تھے ان کا دل اللہ کے ہاں رہتا تھا دنیا میں انہیں کوئی راحت نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے کہا تفصیل سے بتاؤ۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے گیا اور ہم لوگوں کے جانے کے بعد واپس آ گئے انہوں نے مدینے کے مضافات سے دھواں اٹھتے دیکھا تو رونے لگے اور کہا کہ لوگوں نے اپنی قربانیاں اللہ کے حضور پیش کر دی ہیں، اے محبوب (اللہ) میری قربانی کی تیرے نزدیک کیا حیثیت ہے۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے میں ان کیلئے پانی لایا اور ان کے چہرے پر چھڑکا مگر انہیں افاقہ نہیں ہوا حتی کہ ہم مدینے کے ایک محلے میں پہنچے تو انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر کہا کہ تجھے میرے غم اور رنج اور دنیا میں میری پریشانیوں کی طوالت معلوم ہے اے محبوب تو مجھے کب تک یہاں قید رکھے گا پھر وہ بے ہوش ہو کر گر گئے میں نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا تو انہیں افاقہ ہوا۔ مگر اس کے بعد وہ زیادہ دن زندہ نہ رہے کچھ دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔

؎ ان کے حالات حلیۃ الاولیاء (ص ۲۹۲۔۸) پر ملاحظہ کریں۔ فتح الموصلی نے محدث عیسیٰ بن یونس کو پایا ہے اور روایت کی ہے۔

(۱۲۶)

ایک نصرانی لڑکے کی توبہ اور اسلام لانا۔

ابراہیم خواص کے ساتھی حامد الاسود کہتے ہیں کہ ابراہیم[۱] جب سفر پر جانے لگتے تو کسی کو نہ بتاتے بلکہ اپنا تھیلا اٹھا کر چل دیتے۔ ایک دن ہم ان کے ساتھ مسجد میں تھے انہوں نے اپنا تھیلا اٹھایا اور چلے تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، حتی کہ ہم کوفہ پہنچ گئے وہاں انہوں نے ایک دن ایک رات قیام کیا پھر قادسیہ کی سمت چل پڑے جب وہاں پہنچے تو مجھ سے گویا ہوئے۔

کہ "حامد! کہاں جارہے ہو۔ میں نے کہا سیدی! سفر میرا ارادہ ہے انہوں نے کہا میرا مکہ جانے کا ارادہ ہے انشاء اللہ میں نے کہا میں بھی مکہ جاؤں گا، تو پھر ہم دونوں چل پڑے کچھ دن کے بعد ہمارے ساتھ ایک لڑکا بھی شریک سفر ہو گیا وہ ہمارے ساتھ ایک دن ایک رات رہا مگر اس نے کوئی نماز نہ پڑھی تو میں نے یہ بات ابراہیمؒ کو بتادی انہوں نے اس نوجوان سے کہا کہ "اے لڑکے تم نماز کیوں نہیں پڑھتے حالانکہ نماز حج سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ مجھ پر نماز فرض نہیں ہے ابراہیم نے کہا کیا تو مسلمان نہیں ہے اس نے کہا نہیں میں نصرانی ہوں لیکن نصرانیت میں میں نے توکل اختیار کیا ہے اور میرے نفس کا خیال یہ ہے کہ توکل پر وہ غالب ہے اور میں اس بات کو نہیں مانتا اس لئے اسے اس صحرا میں لے آیا ہوں جہاں خدا کے سوا کوئی موجود نہیں یہ میرے دل کا امتحان ہے۔ تو ابراہیم کھڑے ہو گئے اور چل دیئے اور کہا اسے ساتھ چلنے دو پھر وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا حتی کہ ہم "بطن مر" پہنچ گئے ابراہیم نے اپنے پرانے کپڑے اتارے اور انہیں دھویا اور بیٹھ گئے پھر لڑکے سے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا عبدالمسیح انہوں نے کہا کہ دیکھو عبدالمسیح یہ مکہ کی دھلیز ہے اور یہاں تم لوگوں کا داخلہ اللہ تعالی نے منع کیا ہے پھر انہوں نے یہ آیت "انما المشرکون نجس" تلاوت کی اور جو تو اپنے نفس کو

---

[۱] یہ ابراہیم بن احمد بن اسماعیل ابواسحاق الخواص ہیں اپنے وقت کے یکتا شیخ تھے حضرت جنید کے ہمعصر ہیں، ان کی پیدائش "سر من رای" میں ہوئی اور جامع مسجد ری، میں سن ۲۹۰ھ میں وفات ہوئی۔ الاعلام (ص ۲۸۔ ۱)

بتانا چاہتا تھا وہ بتا چکا لیکن اب مکہ میں داخل ہونے سے ڈرنا اگر ہمیں تو نظر آیا تو ہم تجھے پہنچاننے سے انکار کر دیں گے۔

حامد کہتے ہیں کہ ہم اسے وہاں چھوڑ کر چلے گئے حج میں ہم موقف کیلئے گئے تو ہم عرفات میں بیٹھے تھے کہ وہی لڑکا آتا نظر آیا اور اس نے احرام کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ لوگوں کے چہروں میں کسی کو تلاش کرتا آرہا تھا اس نے جیسے ہی ہمیں دیکھا تو ابراہیم خواصؒ کے پاس لپک کر آیا اور ان کا ماتھا چومنے لگا ابراہیمؒ نے پوچھا کہ عبدالمسیح کیا ہوا۔ اس نے کہا میں عبدالمسیح نہیں بلکہ مسیح جس کا بندہ ہے اسی کا بندہ ہوں ابراہیم نے کہا اپنا قصہ بتاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ میں وہیں بیٹھا تھا کہ وہاں حاجیوں کا قافلہ آیا تو میں ان کے ساتھ اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے چلا جیسے کہ میں حالت احرام میں ہوں۔ پھر میں نے جیسے ہی کعبہ کو دیکھا میری نظر سے اسلام کے سوا تمام دین غائب ہو گئے میں نے اسلام قبول کر لیا اور احرام باندھ لیا اور آج میں تمہیں ہی ڈھونڈ تا رہا ہوں ابراہیم نے ہماری طرف دیکھا اور کہا "اے حامد "نصرانیت میں اس کے سچا ہونے کی برکت دیکھو کہ اللہ نے اسے کس طرح ہدایت اسلام عطا فرمائی ہے۔" پھر یہ نوجوان ہمارے ساتھی رہا اور فقراء ہی میں اس کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

(۱۲۷)

ایک بت پرست کی توبہ اور اسلام

عبدالواحد بن زیدؒ سے مروی ہے کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ ہمیں ہوا نے ایک جزیرے پر پھینک دیا وہاں ایک آدمی بتوں کو پوج رہا تھا ہم نے اسے کہا کہ تو کس کی عبادت کر رہا ہے۔ اس نے بت کی طرف اشارہ کیا تو ہم نے کہا کہ ہماری کشتی میں بھی ایک بت ہے اور یہ کوئی خدا نہیں کہ جس کی عبادت کی جائے اس نے پوچھا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ ہم نے بتلایا کہ "اللہ کی" اس نے پوچھا اللہ کیا ہے۔ ہم نے کہا "وہ ذات ہے جس کا عرش آسمان میں ہے سلطنت زمین میں اور زندہ اور مردہ میں اس کی حکمرانی

ہے۔ اس نے پوچھا کہ تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔ ہم نے کہا کہ ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ایک معزز رسول بھیجا تھا اس نے ہمیں بتلایا۔ اس نے پوچھا کہ رسول نے اور کیا کہا۔ ہم نے کہا کہ اس نے رسالت کا حق ادا کیا پھر اللہ نے اسے اٹھالیا اس نے پوچھا کہ کیا اس نے کوئی نشانی بھی چھوڑی ہے۔ ہم نے کہا "ہاں! بادشاہ کی کتاب" اس نے کہا کہ وہ کتاب ہمیں بھی دکھاؤ بادشاہوں کی کتابوں کا اچھا ہونا ضروری ہے۔

ہم نے اسے کتاب اللہ دکھائی اس نے کہا میں اسے نہیں جانتا تو ہم نے اسے قرآن کی ایک سورت پڑھ کر سنائی تو ہم جوں جوں پڑھتے جاتے وہ روتا جاتا حتی کہ ہم نے سورت ختم کر دی تو وہ بولا کہ اس کلام والے کا حق یہ ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے پھر وہ مسلمان ہو گیا ہم اسے اپنے ساتھ لے آئے اور اسے شرائع اسلام اور قرآن کی چند سورتیں سکھائیں۔ ہم رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے تھے تو اس نے کہا کہ "کیا رات کو وہ خدا "جس کا تم نے مجھے بتلایا ہے "سو جاتا ہے۔ ہم نے کہا۔ اے اللہ کے بندے! وہ عظیم قیوم ہے سوتا نہیں ہے۔ تو وہ بولا تم برے بندے ہو، کہ تم سو جاتے ہو حالانکہ تمارا آقا نہیں سوتا۔ ہمیں اس کی بات بڑی تعجب انگیز معلوم ہوئی۔ جب ہم "عبدان"[1] پہنچے تو ہم نے کہا کہ یہ نیا نیا مسلمان ہوا ہے اس کی خدمت کرنی چاہئے تو ہم نے کچھ رقم جمع کر کے اسے دیئے تو اس نے کہا یہ کیا ہے۔ ہم نے کہا اسے خرچ کر لینا اس نے کہا (لا الہ الا اللہ! جس راستے کی نشاندھی تم نے مجھے کی ہے اس پر خود نہیں چلتے، میں پانی کے جزیرے میں اس بت کی عبادت کرتا تھا تب بھی اللہ نے مجھے ضائع نہیں کیا" اور اب کیا وہ مجھے ضائع کرے گا جب کہ میں اسے پہچان گیا ہوں۔

کچھ دن کے بعد مجھے بتلایا گیا کہ اس کی موت قریب ہے تو میں اس کے پاس گیا اور پوچھا تیری کوئی خواہش وغیرہ ہے۔ اس نے کہا جو ذات مجھے جزیرے سے یہاں لائی اسی نے میری تمام خواہشات وضروریات پوری کر دیں۔ عبدالواحد کہتے ہیں کہ اسی دوران میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا تو میں نے ایک بالاخانہ دیکھا اس میں ایک چارپائی

---

[1] عبادان، عباد، بہت زیادہ عبادت کرنے والے کو کہتے ہیں اس میں الف نون کی زیادتی بصرہ میں استعمال ہونے والی لغت ہے، وہ جب کسی جگہ کا نام رکھتے یا کسی شخص کی طرف منسوب کرتے تو اس کے آخر میں الف نون بڑھا دیتے یہاں یہ عابد آکر عبادت کرتے تھے۔ یہ جگہ کھارے سمندر کے قریب بصرہ کے نواح میں ہے۔ القاموس المحیط (ص ۱۰۵-۶)

بچھی تھی جس پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی اس سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا ، اس نے کہا کہ میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ تو اسے جلدی بھیج دے مجھے اس سے ملنے کا اشتیاق بہت بڑھ گیا ہے۔ تو میں بیدار ہو گیا۔ دیکھا تو وہ دنیا سے کوچ کر چکا تھا میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو میں سو گیا اور خواب میں میں نے اسی بالاخانہ میں چارپائی پر اس لڑکے کو اس کے ساتھ دیکھا وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

اور ملائکہ ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تمہارے صبر کے بدلے تم پر سلامتی ہو۔ پس آخرت کا گھر بہت اچھا ہے۔ (رعد : آیت نمبر ۲۴۔۲۳)

(۱۲۸)

ایک مجوسی کی توبہ اور اسلام لانا

میں نے منتظم میں پڑھا کہ بلخ میں ایک علوی خاندان آکر بسا ایک عورت اس کی کچھ لڑکیاں تھیں یہ غریب ہو چکے تھے اور آدمی کا انتقال ہو گیا، تو عورت لڑکیوں کو لے کر سمرقند چلی گئی تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے، اتفاق سے وہ رات انتہائی ٹھنڈی رات تھی جب یہ شہر میں داخل ہوئے عورت نے لڑکیوں کو مسجد میں بٹھا دیا اور خود ان کیلئے کھانے کا انتظام کرنے چل دی۔ اس کا گذر دو گروپوں پر سے ہوا ایک مسلمان کا تھا جو اس شہر کا شیخ تھا دوسرا ایک مجوسی کا جو شہر کا ضامن تھا۔ اس نے پہلے، مسلمان کو اپنی حالت بتائی اور کہا کہ صرف آج رات کا کھانا چاہئے۔ اس نے کہا کہ پہلے یہ ثبوت لا کہ تو علوی خاندان سے ہے۔ اس نے کہا کہ شہر میں مجھے کوئی جانتا نہیں ہے۔ تو اس مسلمان نے اس سے اعراض کر لیا تو یہ مجوسی کے پاس آئی اور اسے اپنی حالت بتائی اور مسلمان شیخ کا قصہ بھی بتایا تو مجوسی نے اپنے گھر کی عورتوں کو اس کے ساتھ بھیج دیا وہ ان سب کو اپنے گھر لے آئیں۔

مجوسی نے انہیں اچھے کپڑے بھی دیئے جب آدھی رات گذری تو اس مسلمان نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور نبی کریم ﷺ کے سر پر ایک جھنڈا لہرا رہا

ہے اور وہاں ایک سبز زمرد کا بنا ہوا محل ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ! یہ محل کس کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان موحد شخص کے لئے ہے اس نے کہا میں بھی مسلمان موحد ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے ثبوت لا کہ تو مسلمان ہے۔ تو یہ شخص بڑا حیران ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس علوی عورت سے بھی یہی کہا تھا کہ علوی ہونے کا ثبوت لا تو اب تو بھی ثبوت لا۔ یہ سن کر وہ رونے لگا اور اسی حالت میں بیدار ہوا اور اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگا۔ پھر وہ شہر میں علویہ کو ڈھونڈنے لگا۔ اس نے مجوسی کو بلوایا تو وہ آگیا اور اس سے پوچھا کہ علویہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس ہے۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے چاہئے۔ مجوسی نے کہا اس کا کوئی راستہ نہیں۔ مسلمان بولا کہ ایک ہزار دینار پر مجھ سے لے کر انہیں میرے گھر بھیج دے۔ اس نے کہا نہیں۔ وہ میرے مہمان ہیں اور ان کی برکات مجھے مل گئی ہیں۔ مسلمان نے کہا۔ تو ضرور بھیجے گا۔ مجوسی نے کہا، تو جس چیز کی طلب میں ہے اس کا حق دار میں ہوں اور وہ محل جو تو نے دیکھا ہے وہ میرے لئے بنایا گیا ہے کیا تو اپنے اسلام پر دلیل دے سکتا ہے۔ واللہ جب میں انہیں لایا تو نہ سویا اور نہ میرے گھر والے۔ سونے سے پہلے ہی ہم سب علویہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور تیرے خواب جیسا خواب بھی میں نے دیکھا تھا۔ مجھے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ علویہ اور اس کی لڑکیاں تیرے پاس ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ یہ محل تیرے اور تیرے گھر والوں کیلئے ہے تو اور تیرے گھر والے جنتی ہیں اللہ نے ازل میں تجھے مومن پیدا کیا تھا۔

(۱۲۹)

ایک یہودی کی توبہ اور اسلام

ابو عمران لولوی کے سسر سے منقول ہے کہ (یہ ایک نیک آدمی تھے اور فقراء کی خدمت کرتے تھے ان کا گھر مہمانداری کا گھر تھا۔ ان کے ہاں کچھ لوگ آکر ٹھہرے۔ یہ حاکم کے پاس آئے تا کہ ان کیلئے کوئی چیز طلب کریں مگر اس نے کچھ نہیں دیا تو یہ ایک یہودی کے پاس آئے۔ اس نے ضرورت کا سامان ان کے گھر بھیج دیا۔

جب حاکم رات کو سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ سرخ یاقوت کے بنے ایک محل کے دروازے پر ہے وہ اس میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ اسے منع کر دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ تیرے لئے نہیں بلکہ فلاں یہودی کا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ابو عمران کے سسر کو بلا کر ماجرا پوچھا۔ اس نے بتایا تو حاکم نے یہودی کو بلوایا اور کہا کہ تیرا جنت میں ایک محل ہے کیا تو مجھے اسے دس ہزار درہم میں بیچے گا۔ اس نے کہا نہیں تو حاکم نے قیمت بڑھا دی۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر یہودی نے معاملہ پوچھا تو حاکم نے اسے خواب سنایا یہودی نے ابو عمران کے سسر کو کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرو۔ پھر یہ اسلام لے آیا۔

(۱۳۰)

ایک مجوسی، اس کی اولاد اور قوم کی توبہ اور اسلام

ابو حفص نیشاپوری سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن اپنے شاگردوں سے ربیع کے موسم میں کہا کہ آؤ گھومنے چلتے ہیں۔ تو یہ لوگ نکلے اور ایک محلے سے گذرے تو وہاں دیکھا کہ ناشپاتی کا درخت پھلوں سے بھرپور ایک گھر میں لگا ہوا ہے۔ یہ اسے دیکھنے لگے تو اس گھر میں سے ایک بوڑھا مجوسی نکل کر آیا اور اس نے کہا "اے بہتر لوگوں کے پیشوا! کیا شریر لوگوں کے پیشوا کے مہمان بننا پسند کرو گے۔ تو ابو حفص اپنے ساتھیوں سمیت اندر داخل ہو گئے۔ ان کے ساتھ ایک قاری بھی تھا۔ مجوسی نے درہموں کی ایک تھیلی نکالی اور کہا مجھے معلوم ہے کہ ہمارے ہاتھ سے مس ہونے والی چیز تم نہیں کھاتے لہذا کسی کو بھیج کر بازار سے کچھ منگا لیتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرت ابو حفص اس کے گھر سے جانے لگے تو مجوسی نے انہیں روک کر کہا میرے بغیر آپ جا نہیں سکتے۔ چنانچہ وہ، اس کی اولاد اور قوم کے دس سے زائد آدمی مسلمان ہو گئے۔

(۱۳۱)

ایک بغدادی مجوسی اور اس کی اولاد وغیرہ کی توبہ اور اسلام

میں نے جوہریؒ کی کتاب میں دیکھا کہ ابن ابی الدنیاؒ فرماتے ہیں ایک شخص نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ بغداد میں فلاں مجوسی کے پاس جاکر کہو کہ "تیری دعا قبول ہوگئی ہے۔" تو یہ شخص کہتا ہے کہ میں بیدار ہوکر سوچنے لگا کہ میں بغداد کیسے جاؤں۔ اسی سوچ و بچار میں پورا دن گذر گیا اور میں سو گیا۔ دوسرے دن بھی یہی خواب دیکھا اور جب تیسرے دن بھی یہی خواب نظر آیا تو میں نے سواری لے کر بغداد کا رخ کیا اور اس مجوسی کے پاس پہنچ گیا اور اس کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ وہ بہت مالدار تھے۔ اس نے پوچھا کوئی ضرورت ہے۔ میں نے کہا۔ اکیلے میں بتاؤں گا تو کچھ لوگ چلے گئے اور اس کے چند ساتھی رہ گئے۔ میں نے کہا انہیں بھی باہر بھیج دو تو وہ بھی باہر چلے گئے تو میں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں۔ انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس نے حیرت سے کہا کہ کیا تو مجھے جانتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ میں تو اسلام اور محمد ﷺ کی رسالت کا منکر ہوں۔ میں نے کہا کہ تم اس طرح کہہ رہے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس نے کہا "کیا میرے پاس بھیجا ہے۔" میں نے کہا "ہاں" تو اس نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

"پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور کہا کہ میں گمراہی میں تھا اور اب حق کی طرف لوٹ آیا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اسلام لائے گا میرے مال میں سے اس کو حصہ ملے گا اور جو اسلام نہیں لائے گا اسے میرا مال واپس کرنا ہوگا۔ تو اس کے ساتھیوں میں سے اکثر لوگ اسلام لے آئے۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ بیٹا! میں گمراہی میں تھا۔ اب حق کی طرف لوٹ آیا ہوں۔ اب تم بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ بیٹے نے کہا میں

بھی اسلام لاتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی بیٹی کو بلایا اور کہا کہ میں اور تمہارا بھائی اسلام لا چکے ہیں اگر تو اسلام لے آئے گی تو تیرے اور تیرے بھائی کے درمیان جدائی کر دوں گا۔ (مجوسی مذہب کے مطابق ان کی شادی ہو چکی تھی) لڑکی نے کہا کہ مجھے بھی اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں وہ بھی اسلام لے آئی۔

پھر اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ وہ دعا کیا تھی جو قبول ہو گئی۔ میں نے کہا نہیں۔ تو اس نے بتایا کہ جب میں نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی بیٹی سے کی تو میں نے دعوت کا اہتمام کیا اور طرح طرح کے کھانے بنائے۔ میرے پڑوس میں سادات میں سے کچھ غریب لوگ رہتے تھے۔ میں لوگوں کو کھلانے کے بعد تھک گیا تو میں نے خادم کو کہا اوپر کی منزل میں میرے لئے بستر لگا دو میں سونا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جب میں سونے گیا تو میں نے پڑوس کی ایک بچی کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی کہ "اماں جان! اس مجوسی نے اپنے کھانے کی خوشبو سے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ سن کر میں نیچے آیا اور ان کے لئے بہت سارا کھانا بھیجا اور ساتھ کچھ دینار اور کپڑے بھی بھیجے تو ان بچیوں میں سے ایک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرا حشر ہمارے (رسول ﷺ) کے ساتھ کرے اور باقی لوگوں نے آمین کہی تو آج وہ دعا قبول ہو گئی۔

(۱۳۲)

ایک نصرانی طبیب کی توبہ اور اسلام

مروی ہے کہ ایک صوفی بزرگ اپنے ساتھیوں سمیت کہیں نکلے۔ یہ چالیس آدمی تھے انہوں نے ایک جگہ تین دن قیام کیا مگر کہیں سے کھانا نہیں آیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے لئے اسباب اختیار کرنا مباح رکھا ہے۔ لہٰذا جاؤ اور کوئی جا کر کچھ کھانے پینے کی چیز لے آئے تو ان میں سے ایک فقیر چلا اور بغداد کے ایک علاقے میں جا پہنچا۔ وہاں ایک نصرانی طبیب کا مطب تھا وہ لوگوں کی نبض دیکھ کر دوائی دے رہا تھا۔ جب فقیر کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جس سے یہ ضرورت کا مطالبہ کر سکے تو یہ اس کے مطب میں جا بیٹھا۔ حکیم نصرانی نے پوچھا تجھے کیا بیماری ہے۔ تو اس

نے اپنی حالت کا شکوہ نصرانی سے کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے ہاتھ آگے کر دیا۔ اس نے نبض دیکھی تو کہا میں تیری بیماری سمجھ گیا ہوں اور دوائی بھی جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ایک رطل روٹی، ایک رطل سالن اور ایک رطل حلوا لے آ۔ تو فقیر نے کہا اس بیماری کے چالیس شکار اور بھی ہیں تو طبیب نے آواز دیکر چالیس کھانے اسی مقدار کے مزید لے آ۔ وہ لے آیا تو اس نے مزدور کے ذریعے وہاں بھجوا دیئے۔ فقیر اسے لے کر چلا تو طبیب بھی فقیر کا سچ جھوٹ جاننے کے لئے پیچھے پیچھے گیا۔ فقیر چلتا ہوا ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہو گیا جہاں شیخ اور دوسرے فقراء بیٹھے تھے۔ فوراً کھانا لگوایا گیا اور شیخ اور فقراء کھانے کے گرد بیٹھ گئے اور یہ نصرانی گھر کی ڈیوڑھی کے پیچھے جا چھپا۔ دیکھا کہ شیخ نے لوگوں کو کھانے سے روک دیا اور پوچھا کہ اے فقیر اتنے سارے کھانے کا قصہ کیا ہے۔ کہاں سے لے آیا ہے۔

تو فقیر نے پورا قصہ بیان کیا تو شیخ نے کہا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ بغیر بدلہ دیئے تم ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ۔ تو فقراء بولے کہ اس کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ کھانے سے پہلے اللہ سے دعا کرو کہ اللہ اس نصرانی کو آگ سے نجات عطا فرمائے تو ان سب نے مل کر دعا کی۔

نصرانی طبیب جو یہ ماجرا دیکھ رہا تھا کہ ان لوگوں نے باوجود بھوکے ہونے کے کھانا نہیں کھایا اور شیخ کی ساری باتیں بھی سن چکا تھا تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہو گیا پھر صلیب توڑ کر کہا۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

اللہ کی توفیق اور مدد سے کتاب التوابین ختم ہوئی۔

۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ کو اس کا ترجمہ مکمل ہوا۔

ثناء اللہ محمود

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

۱۴۲۰/۱/۱۰ھ

سیرۃ اور سوانح پر دارالاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

کتاب	تعارف	مصنف
سیرۃ حلبیہ اردو اعلیٰ ۶ جلد (کمپیوٹر)	سیرۃ النبیؐ پر نہایت مفصل و مستند تصنیف	امام برھان الدین حلبیؒ
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، حصص در ۲ جلد	اپنے موضوع پر ایک شاندار علمی تصنیف مستشرقین کے جوابات کے ہمراہ	علامہ شبلی نعمانیؒ / سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۲ حصے یکجا (کمپیوٹر)	عشق میں سرشار ہو کر لکھی جانے والی مستند کتاب	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
محسن انسانیت اور انسانی حقوق 〃	خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	دعوت و تبلیغ سے سرشار حضورؐ کی سیاست اور عملی تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
شمائل ترمذی	حضور اقدسؐ کے شمائل و عادات مبارکہ کی تفصیل پر مستند کتاب	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین	اس عہد کی برگزیدہ خواتین کے حالات و کارناموں پر مشتمل	احمد خلیل جمعہ
دور تابعین کی نامور خواتین	تابعین کے دور کی خواتین 〃 〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	اُن خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے خوشخبری پائی	〃 〃 〃 〃
ازواج مطہرات	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مستند مجموعہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ازواج الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے حالات پر پہلی کتاب	احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام	صحابہ کرامؓ کی ازواج کے حالات و کارنامے ۔	عبدالعزیز الشناوی
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ آسان زبان میں ۔	ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ
اسوۂ صحابہ ۲ جلد کامل یکجا	حضور اکرمؐ سے تعلیم یافتہ حضرات صحابہ کرام کا اسوہ ۔	شاہ معین الدین ندویؒ
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	صحابیات کے حالات اور اسوہ پر ایک شاندار علمی کتاب ۔	〃 〃 〃
حیاۃ الصحابہ ۳ جلد کامل	صحابہ کرام کی زندگی کے مستند حالات ۔ مطالعہ کے لئے راہ نما کتاب	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طب پر مبنی کتاب	امام ابن قیمؒ
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	۔ کے حالات اور عربی قصائد مع تراجم پر مشتمل عشق و ادب میں ڈوبی تصنیف	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
سیرۃ خاتم الانبیاء	بچوں کے لئے آسان زبان میں مستند سیرت ، مدارس میں داخل نصاب	مولانا مفتی محمد شفیعؒ
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مشہور کتاب سیرۃ النبیؐ کے مصنف کی بچوں کے لئے آسان کتاب	سید سلیمان ندویؒ
سیرۃ خلفائے راشدین	مختصر انداز میں ایک جامع کتاب 〃	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ
الفاروق	حضرت عمر فاروقؓ کے حالات اور کارناموں پر محققانہ کتاب	علامہ شبلی نعمانی
حضرت عثمان ذو النورین	حضرت عثمانؓ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	معراج الحق عثمانی

کتاب	تعارف و مصنف
سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	مختصر و آسان زبان میں حضرت شاہ ولی اللہ
رسول عربیؐ	چھوٹے بچوں کے لئے نظموں کے ساتھ سید فرید الوحیدی
النبی الخاتم	مختصر اور محققانہ کتاب ۔ مناظر احسن گیلانی
سیرۃ عمر بن عبد العزیز	عہد حکومت اور مجددانہ کارناموں پر ، عبد السلام ندوی

کتاب	مصنف
پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں	ڈاکٹر حقانی میاں
داستان یوسف علیہ السلام	حافظ محمد اسحٰق صاحب
بستان اولیاء	〃 〃 〃
مسلمان فاتحین	احمد مصطفیٰ صدیقی

Email: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.netsolir.com

سچی توبہ کرنیوالے

ISBN 969-428-094-X

DIU-5011